(قُل جَاءَ الحَقُّ وَزَهَقَ البَاطِلُ)

پاکٹ بُک حنفیہ

حصہ اول

معین المناظرین

مؤلفہ ومصنفہ مولانا مولوی محمد حسین صاحب ابن الحکیم محمد ابراہیم صاحب سکنہ گوندلانوالہ
(ضلع گوجرانوالہ)

قیمت عہ

حمایت اسلام پریس لاہور میں باہتمام شیخ حسن الدین مینجر چھپا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ثبوت وجود باری عز اسمہٗ

دلیل دو قسم ہے، نظری، وجدانی۔ نظری پھر دو قسم ہے
جزوی و تام۔ پھر جزوی کی دو قسمیں ہیں۔ تمثیل و استقر
استقراء کی دو قسمیں ہیں۔ ناقص و تام۔ تام صرف قیا
ہے۔ قیاس پانچ قسم ہے۔ خطابی۔ جدلی۔ برہانی۔ شعریہ
برہانی دو قسم ہے۔ طبعی الٰہی، یا انیؔ و لمیؔ۔
نظری کے جملہ اقسام کے لیئے ایک لفظ جامع قیاس
ہمنے وضع کیا ہے۔ وجود باری پر بجز سفسطی جملہ اقسام
موجود ہیں۔ نیز قرآن پاک نے بجز سفسطی ان جملہ اق
دلیل کا احاطہ کیا ہے۔ الگ الگ جملہ اقسام دلیل

ذیل میں درج ہیں۔

وجدانی" فطرت انسانی میں ایک قوی انجذاب ذات باری کی طرف موجود ہے (تمثیل) ممکن موجود ہے۔ پس واجب بھی موجود ہے۔ کیونکہ امکان و وجوب دونوں مستحق وجود ہیں اور واجب کا ہی نام خدا ہے۔ (استقرا) اکثر موجودات محتاج علت ہیں۔ پس ہر موجود محتاج علت ہے۔ پس عالم بتمامہ محتاج علت ہے۔ عالم بتمامہ کی علت خدا ہے۔ (قیاس خطابی) (۱) تمام واعظانہ بیان۔ تمثیلاً تمام بڑے بڑے عرفا وحکماء نے وجود خداوندی کا اقرار کیا ہے (۲) ہر زمانہ میں قائلین خدا کی تعداد غالب رہی ہے (قیاس جدلی) دہریین کے عقیدہ یا قول سے جو دلیل تیار کیگئی ہو۔ مثلاً مادہ میں ابتداءً تغیر ہوا۔ اس سے یہ قیاس بنایا جائے کہ مادہ کے اس تغیر کی علت کیا ہے خود مادہ نہیں ہے۔ ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی۔ پس کوئی اور ہی ہے اور وہ خدا ہے۔ (قیاس شعری) رنج نے کائنات کے ایک ایک ذرہ ذرہ کو

دیکھا اور معائنہ کیا۔ کسی سے اسکی تسکین نہ ہوئی۔ ناگاہ جمالِ الٰہی
کی برقِ تبسم چمکی۔ سرگشتہ روح محک اٹھی۔ (قیاس برہانی)
(۱) طبعی یا علمی۔ عالم بتمامہ منتظم دیدہ از نظام ہے پس وہ
کسی صانع حکیم کی صنعت ہے۔ (۲) الٰہی یا علمی۔ عقل ایک
وجود کامل کو ضروری ولازمی سمجھتی ہے۔ وجود کامل خدا
ہے۔ کیونکہ سلسلہ ممکنات کا ہر فرد ناقص ہے۔
سلسلہ تمثیل کی رعایت سے ہر نوع کی ایک ایک مثال
پر قناعت کیگئی ہے۔ آئندہ مزید دلیلیں پیش کی جاتی
ہیں۔ واضح رہے کہ دلائل میں بڑا حصہ برہان انی کا ہے
جسکی وجہ خاص یہ ہے کہ زیادہ تر یہی استطاعت انسانی
میں ہے۔ دلائل الوہیت تعداد کثیر ہیں۔ لیکن ان کو ذیل کی
چند قسموں میں محدود کیا جا سکتا ہے (۱) جسکی بنیاد ی
مقدمہ احتیاج ممکن لے الواجب ہے۔ (۲) جسکی بنیاد اس
مقدمہ پر ہے کہ نظم وحکمت اتفاقی شے نہیں ہوتی۔ بلکہ
ارادیت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ (۳) جسکا مقدمہ احساسی یہ

کہ سلسلہ ناقصات کا بدون کامل ختم ہوجانا اقتضائے عقل کے موافق نہیں۔ (۴) شے کی بنظر عقل تین قسمیں ہیں۔ محال واجب۔ ممکن۔ محال بحث وجوب سے خارج ہے۔ اب وہ مستحق وجود رہ گئے۔ واجب۔ ممکن۔ ممکن موجود ہے۔ پس واجب بدرجۂ اولے موجود ہے۔ کیونکہ واجب استحقاق وجود میں ممکن پر مرجح ہے کثیر التعداد دلائل متداولہ کا ملخص صرف وہ چند دلیلیں ہیں۔ جنکی بنا مقدمات مذکورہ پر ہے۔ انہیں معدودہ چند دلائل کی شکلیں ادنے سا تغیر کے ساتھ بدل کر دلائل کی تعداد بہت زیادہ بڑھا دی گئی ہے وضاحت کے لیئے اولا اصلی دلیلیں پوری ہیئت میں بیان کی جاتی ہیں پھر نمونے کے طور پر بعض امثلہ سے یہ بتایا جائے گا کہ کس طرح ادنے تغیر کے ساتھ یہ دلیلیں دوسری

صور توں میں ڈھالی گئی ہیں۔
(الف) ممکن محتاج الے المؤثر ہے
پس عالم محتاج الے المؤثر ہوگا
یہ موثر واجب ہوگا نہ ممکن۔ ورنہ
دور یا تسلسل لازم آئے گا۔
(ب) عالم مرتب و منتظم ہے۔ کوئی مرتب
و منتظم شئے اتفاقی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ
صانع حکیم کی صنعت ہوتی ہے پس عالم
کسی صانع حکیم کی صنعت ہے۔ یہی
صانع حکیم خدا ہے۔
(ج) عالم مجموعہ ناقصات ہے۔ ناقصات کا وجود ایک
وجود کامل کی علامت ہے اور اسکو مقتضی ہے وجود
کامل خدا ہے۔ دلائل الوہیت کے اصل الاصول اقرلو
یہی ہیں۔ بقیہ کثیر التعداد دلائل انہی کی متغیر شکلیں ہیں
اور بس۔ علے الاختصار بقیہ دلایل ضروری کی فہرست

حسبِ ذیل ہے (۱) ہر معلول عقلی علت غائیہ کو چاہتا ہے۔ عالم
باعتبار نظم و نوامیس طبعیہ معلوم عقلی ہے (۲) دلیل
غایت ہر فرد کائنات کی ہیئت وجود انسان کے موافق
ہے۔ اور یہ موافقت اتفاقی نہیں۔ بلکہ فاعل کے ارادہ کا
ثمرہ ہے (۳) دلیل اختراع موجودات مخترع ہیں۔ ہر
مخترع مُخترِع کا محتاج ہے (۴) عالم حادث ہے۔ ہر حادث
کے لئے سبب ضروری ہے (۵) عالم بالعرض ہے۔ بالعرض
کا وجود بالذات کے بغیر ممتنع ہے۔ (۶) عالم وہم محض
ہے۔ ساتھ ہی موجود نظر آتا ہے۔ پس یہ وجود متوہم کسی
وجود اصلی کے انعکاس کا نتیجہ ہے۔ یہ وجود اصلی خدا ہے
(۷) ہر کثرت ایک وحدت کو مقتضی ہے۔ عالم کثرت
محض ہے پس وہ مقتضی وحدت ہے اور یہ وحدت
خدا ہے۔ (۸) تقیدات اطلاق کو چاہتے ہیں۔ عالم سلسلہ تقیدات ہے پس وہ
مقتضی مطلق ہے اور یہ مطلق خدا ہے۔ (۹) ہر شے موجود کی فطرت و خلقت وجود
الٰہی پر گواہ ہے کیونکہ وہ ہر صنائع و غایات کا ایک لامتناہی خزانہ ہے

محققین یہ بھی کہتے ہیں کہ وجود الٰہی ثابت لنفسہ ہے پس وہ سرے سے محتاج دلیل ہی نہیں، البتہ محتاج توضیح ہے۔ پھر وہ بیان توضیحی لاتے ہیں۔ یہ توضیحات بھی دلائل اصولیہ میں شامل ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ انکا نام خواہ توضیحات رکھا جائے یا کچھ اور۔ جنس دلائل سے الگ نہیں ہیں۔

بحث حدوث مادہ

دلیل اول چونکہ مادہ کا بدوں صورت و شکل کے پایا جانا غیر ممکن ہے اور محال ہے اور صورت و شکل حادث ہیں کیونکہ صورت کا زوال اور شکل کا نیست ہونا بدیہیات سے ہے۔ لہذا جو چیز صورت حادثہ کی محتاج ہو گی، یقیناً وہ خود بھی حادث ہو گی۔

دلیل دوسری اگر مادہ کو قدیم اور اسکی قدیم حرکت کو تنوعات اور تغیرات عالم کے لیئے علت مانا جائے تو اس صورت میں تنوعات و تغیرات عالم کو بھی قدیم ماننا پڑے گا۔ کیونکہ

علت و معلول میں علاقہ تلازم ضروری ہے جب معلول کا اپنی علت سے مختلف ہونا محال ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ کسی شے کی علت تو قدیم ہو اور وہ خود حادث ہو۔

دلیل تیسری: اگر مادہ قدیم اور غیر مخلوق مانا جائے تو اسکو خدا ماننا پڑے گا۔ کیونکہ خدا وہی ہے جسکا وجود اصلی اور ذاتی اور خانہ زاد ہو جیسا کہ لفظ خدا اس مفہوم پر دلالت کرتا ہے۔

بحث حقیقت الٰہیہ

عالم بتمامہ مادہ واحدہ پر ختم ہوتا ہے جسکے دو بڑے خاصے یہ ہیں (۱) عدم تناہی (۲) کمال لطافت۔ یہی مادہ واحدہ ایک خاص تغیر ابتدائی سے مبدء خلق بنا۔ جسکو تکاثف و تجمع کہتے ہیں۔ اور یہی حالت اصلی پر عود کی جہت سے مرجع خلق ٹھیریگا جسکو تلطف و بسط ثانیہ کہہ سکتے ہیں۔

اب یہاں دو غور ہیں۔ ایک تغیر ابتدائی کا تعین دوسری

یہ کہ آیا طبعی قیاس کو مادہ کے بعد کوئی اور درجہ وجود کا نظر آتا ہے یا نہیں، دونوں غور کا جو نتیجہ ہے وہی حقیقت آمیہ ہے۔

نتیجہ یہہ ہے کہ ایک ایسی شے مادہ کے علاوہ ہے جو موجودات میں مادہ سے بھی اوپر کا درجہ رکھتی ہے یعنے مادہ میں جو اوصاف نہیں ہیں وہ بھی اسمیں ہیں جو اوصاف مادہ میں ناتمام ہیں اسمیں تمام ہیں

اس نتیجہ کا بیان یہہ ہے کہ (باعتبار غور اول) تلاش علت کے لیئے وہ مقام ہیں (خود مادہ۔ یا بیرون مادہ۔ شق اول محل کامیابی نہیں ہے کیونکہ ذات مادہ کی علیت دوام تغیر کو چاہیگی۔ یا کم از کم ملازم بالمادہ کو، پس تغیر تغیر باقی نہیں رہیگا بلکہ یہ ایک دائمی حالت ہوگی۔ اور یہہ خلاف فرض تحقیقات و نیز خلاف امکان ہے۔ کیونکہ خلق میں ترتیب اور ابتدا اور انتہا ہے گو بلحاظ سلسلہ واحد۔ علاوہ اسکے یہ حالت محل ارادی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ وہ گوناگون عجائب و رموز اور بوقلمون نظم اور ترتیب کے مخزن عالم کا مبدأ ہے اور مادہ صفت

ارادہ سے محروم ہے۔ پس حالت مشار الیہا یقیناً مادہ کے
علاوہ کسی ذی ارادہ شے کی تاثیر سے ہے اور یہ ظاہر
ہے کہ وہ شے مادہ سے بحیثیت ذات وصفات افضل
ہو گی۔ کیونکہ وہ مادہ کی محرک اور اسپر متصرف ہے۔
افضلیت کی دو ہی صورتیں ہیں جو اوپر مذکور ہو چکی ہیں
نئے اوصاف کا مالک ہونا۔ اور اوصاف موجودہ میں
نسبتاً تمامیت کا درجہ رکھنا۔ قیاس یہ ہے کہ افضلیت
کی دونو صورتیں وہاں موجود ہیں۔ کیونکہ اگر ایک ہی
صورت ہو تو خواہ اسکو بھی کسی اور سے منفعل ماننا پڑیگا
جو بغیر کسی طبعی بنیاد کے ہے۔ پس اس میں نئے اوصاف
بھی ہیں مثلاً حیات اور ارادہ۔ اور اوصاف مادہ کی
تکمیل بھی ہے۔ مثلاً عدم نہایت ولطافت کی تکمیل۔ ان
تمام اوصاف عامہ اور خصوصیات کے مجموعہ سے جو حقیقت
متقرر ہے اسکے لفظ میں اگر صحیح تعبیر کرنا چاہو تو اسکے لئے
لفظ نور ہے۔ چونکہ لفظ نور صفا مطلق کیلئے موضوع ہے

اور صفا ہی تمام بہترین صفات کا منبع ہے۔ اور درجہ بہ درجہ صفا کی زیادت بہترینی صفات کی زیادت کا موجب ہے بس جہاں صفا کمال مدارج کے لحاظ سے ختم ہو جائیگی وہیں حسن صفات کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اور ان دونوں خاتموں کا محل شئے مشار الیہ ہے۔

(اعتبار غور ثانی) کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ مادہ کی حد وجود کا ایک اور درجہ ضروری ہے۔ عقل صحیح تسلیم نہیں کرتی کہ طبیعت عامہ تکمیل کے بیشمار مدارج طے کرتی ہوئی کسی ایسے مقام پر ختم ہو گی جہاں سلسلہ تکمیل ختم نہیں ہوا ہے۔ عقلی توقعات عالم کی بے نہایتی اور ترتیب ارتقائی کو ملاحظہ کرتی ہوئی قانون سلسلہ کی صرف دو ہی صورتیں فرض کر سکتی ہے۔ عدم نہایت فلسفی اصطلاح میں یہ یا نہایت کسی ایسے درجہ وجود پر جہاں کے بعد پھر کوئی تکمیل نہیں دونوں صورتیں در حقیقت تکمیل ہی کی مختلف صورتیں ہیں۔ بہر نوع بہ حیثیت

مجموعی طبیعت عامہ۔ یا طبیعت وجودیہ۔ یا سلسلۂ وجود یا عالم جو لفظ بولا جائے مکمل ہے، ناقص نہیں ہے۔

اب ظاہر ہے کہ ماورائے مادہ درجۂ وجودی کی حقیقت وہی ہونا چاہیئے جو اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ یعنے تنی صفات کا مخزن ہونا اور صفات مادہ میں مکمل ہونا کہ ماورائیت مادہ کا تقاضا یہی ہے۔ پس حقیقت الٰہیہ نور ہے۔

صفات مادہ کی تکمیل کا نقشہ یہ ہے مثلاً مادہ کی عدم نہایت صرف مقدار کی جہت واحدہ سے ہے بالقوۃ کے لحاظ سے نہیں ہے ورنہ مسئلہ خلق کی نہایت نہ ہوئی۔ پھر یہ کہ مادہ کی صفات محدود نہوتیں۔ شئے مذکور کی عدم نہایت من جہۃ القوۃ بھی ہے جیسا کہ من جہۃ المقدار علاوہ اسکے خود جہت مقدار کا عدم تناہی بھی یقینیہ نہیں ہے۔ بلکہ کسی مقام خاص پر تکاثف نہایت کی دلیل ہے کیونکہ سکون جہاں کہیں واقع ہو اسکی ابتدا ہمیشہ حدوث ہوتی ہے۔ پس عدم نہایت من حیث المقدار بھی مکمل ہے

کہ شئے مشارالیہ ہی خصوصیت ہو۔اسیطرح مادہ کی لطافت
لطافت ناتمام ہے۔ کیونکہ اس میں تکاثف آجاتا ہے۔ شئے
مذکور لطافت کے اس درجہ پر ہے جس میں تکاثف نہیں
ہے۔ پھر یہ کہ سرے سے مادہ کی لطافت حیوۃ و ادراک
کے لیئے ناکافی ہے۔ اور شئے مذکور کی لطافت کافی ہے۔
یہاں دو اصولی سوال ہیں:۔ (۱) خود مادہ ان صفات
سے متصف کیوں نہ مانا جاوے؟ (۲) شئے مافوق کی جائے
وقوع کیا ہے؟ جبکہ مادہ غیر متناہی ہے اور فضا، کی کوئی
جگہ کسی جہت میں مادہ سے خالی نہیں۔ کیا اس صورت
میں قانون اختلاف کا نقض لازم نہیں آئیگا؟ جسکا
منشاء یہ ہے کہ ایک جگہ میں دو چیزیں نہیں رہ سکتیں۔
سوال اول کا جواب۔ مادہ کو ان صفات سے متصف
ماننا بطور قلب ماہیت کے ہے۔ طبعیات نے مسلمہ طور پر
مادہ کی حقیقت جو کچھ مان لی ہے۔ اسکے مطابق یہ صفات
اسمیں نہیں ہیں۔ پس ان صفات کا اسمیں از سر نو تسلیم

کرنا اسکے مرادف ہوگا۔ کہ جماد میں ادراک تسلیم کیا جائے
پھر ان صفات کا تسلیم مدعا کے منافی نہیں ہے۔ مدعا
حقیقت الٓہیہ کی تعیین ہے اور حقیقت الٓہیہ اس تقدیر پر
بھی بجنسہ ہے۔ کیونکہ مادہ حالت مفروضہ میں مادہ نہیں،
بلکہ حقیقت الٓہیہ ہوگا۔ پس وہ بھی نور ہے۔

سوال دوم کا جواب یہ ہے۔ کہ شے مافوق مادہ کی
جائے وقوع نہیں ہے۔ جائے وقوع تو متناہی اشیا
کے لئے ہوتی ہے۔ حالانکہ قرآن اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَہٰی یعنے
تمام سلسلہ علل و معلولات کا تیرے رب پر ختم ہو جاتا ہے۔
اور جائے وقوع تو متناہی اشیاء کے لئے ہوتی ہے اور
شے مذکور امر غیر متناہی ہے۔ البتہ وہ بایں معنے ہر جگہ ہے۔ کہ
ہر شے اسکے اندر ہے گویا وہ خود تمام دوسروں کا مکان ہے
کوئی دوسرا اسکا مکان نہیں ہے جسکو تصور ہی مادہ بھی
اسکی مکین نہ مکان نہیں ہے قانون اختلاف کا نقض ہی مٹ
جاتا ہے۔ نقض جب لازم آتا جبکہ دو چیزوں کا ایک جگہ تحقق

مانا جاتا۔ یہاں یہہ نہیں ہے بلکہ اسکے برعکس یہہ ہے کہ خود
مادہ شئے مذکور میں مانا گیا ہے۔ یہہ تحقیق بھی بنظر کثرت
ہے۔ ورنہ صحیح تو یہہ ہے کہ مادہ اسی کا مرتبہ متنزلہ ہے
پس ظرفیت بھی نہیں۔ عینیت ہے۔

بحث حقیقت آلہیہ کیونکر صورت خلق میں آئی یا یہ کہ صورت خلق کو وجود میں لائی

مختصراً یہہ کہ حقیقت آلہیہ یعنے صفاد کامل بارادہ فطری
سب سے اول ایک صورت کثیفہ میں اترا جو نسبتہً کثیف
ہے۔ ورنہ بمراتب لطیف ہے۔ یہ صورت کثیفہ روح ہے۔
پھر ثالثاً دوسری صورت کثیفہ میں اترا جو صورت اول
کی نسبت زیادہ کثیف ہے۔ ورنہ فی نفسہ بمراتب لطیف ہے۔ پھر
یہ صورت کثیفہ مادہ ہے پھر مادہ کو بارادہ فطری متکاثف
و مجتمع کرکے تشکیل تنوعات شروع کی۔ اس درجہ میں پہونچکر

شے کے لیئے علاوہ ارادہ کے علت مادی بھی لازم ہوگی
اور اسکے بعد تنزلات جزئیہ میں مادہ بھی شریک ہے۔ یا یوں
کہئیے کہ اسکے بعد کے تنزلات جزئیہ درحقیقت مادہ ہی کے
تنزلات ہیں۔ مگر بشرکت ارادہ؛
الغرض مادہ بے شمار تنزلات کیساتھ عالم بایں تنوعات
غیر متناہیہ بنا۔ علے ہذا القیاس حقیقت فنا میں بھی ترتیب
ہے مگر بالعکس۔ یہاں ابتدا نیچے سے ہوگی۔
جملہ تنزلات جزئیہ مادہ میں فنا ہونگے۔ مادہ روح میں
فنا ہوگا۔ روح حقیقت الٰہیہ میں فنا ہو جائیگی

مادہ پرستوں کے ایک شبہ کا جواب

مادہ پرست کہتے ہیں کہ اگر مادہ موجود نہ تھا تو پھر عدم سے
وجود کیسے بنا۔ (جواب) کوئی فاعل اپنے فعل میں
مادہ کا محتاج نہیں ہوتا۔ دیکھو حرکت و سکون انسان و حیوان
کا اپنا فعل ہے جسمیں وہ کسی مادے کے جو کہ ان کی اس

حرکت و سکون کا محل بن سکے محتاج نہیں - ایک انسان اپنی مرضی سے کبھی ہاتھ اوپر کر لیتا ہے اور کبھی نیچے کر لیتا ہے تو وہ اپنے ان تمام افعال میں مادہ کا محتاج نہیں ہے ہاں کوئی فاعل مادہ کا محتاج اسوقت ہوتا ہے - جبکہ اسکا فعل کسی دوسرے فاعل کے مفعول پر واقع ہو - دیکھو بڑھئی تخت اسوقت بنائے گا جبکہ لکڑی جو خدا کا فعل ہے - اسپر اپنے فعل کا اثر ڈالنا چاہے -

الحاصل کوئی فاعل جب اپنے فعل کو پیدا کرنا چاہے تو وہ کسی مادے کا محتاج نہیں ہو سکتا - اور یہ تمام جہان خواہ جواہر ہوں یا اعراض فاعل حقیقی یعنے خدا کا فعل ہے جسطرح انسان اپنی سکون و حرکت بدون مادہ پیدا کر لیتا ہے - اسیطرح اللہ تعالےٰ نے عالم کو عدم سے نکالکر موجود کر دیا -

بحث نبوت

تعریف نبوت - نبوت وہ قوت یا ملکہ ہے جس سے ان اشیاء

کا ادراک ہو سکتا ہے۔ جنکا ادراک حواس سے تمیز ہے۔ عقل سے نہیں ہو سکتا۔

ثبوت نبوت

(۱) اسقدر ہر شخص تسلیم کرتا ہے کہ صفات انسانی تمام آدمیوں میں یکساں نہیں پیدا کیگئی۔ ذہن۔ ذکاوت۔ فہم و فراست۔ عقل و ذہانت۔ مختلف افراد انسانی میں کسقدر مختلف المراتب ہیں۔ ایک شخص ذہین ہے دوسرا شخص اُس سے زیادہ ذہین ہے۔ تیسرا اس سے بھی زیادہ ذہین ہے۔ بڑھتے بڑھتے یہاں تک نوبت پہونچتی ہے کہ ایک شخص سے وہ افعال سرزد ہوتے ہیں جو بظاہر قدرت انسانی کی حد سے باہر نظر آتے ہیں۔ اور یہی درجہ نبوت ہے۔

(۲) انہیں مختلف المراتب قوائے میں حقائق اشیائ کے ادراک کی ایک قوت ہے یہ قوت کسی میں کم کسی میں زیادہ کسی میں زیادہ تر ہوتی ہے اور ترقی کرتے کرتے بعض انسانوں میں اس حد تک پہونچتی ہے کہ سب

ؤ تعلیم کے بغیر انکو حقائق اشیاء کا ادراک ہوتا ہے۔ انکو کسی قسم کا بیرونی علم نہیں ہوتا۔ لیکن اس قوت کی وجہ سے خود بخود ان کو اشیاء کا علم ہو جاتا ہے۔ اسی قوت کا نام ملکہ نبوت ہے۔ اور اسی علم کو الہام اور وحی کہتے ہیں۔

بحث ابطال تثلیث

(۱) مسئلہ تثلیث فی التوحید لغو ہے۔ کیونکہ تثلیث تعدد پر دلالت کرتی ہے اور توحید نفی تعدد پر۔

(۲) اقانیم ثلاثہ (باپ۔ بیٹا۔ روح القدس) فرداً فرداً قادر مطلق ہیں یا نہیں اگر ہر ایک علیحدہ علیحدہ قادر مطلق واگہ ہیں تو کثرت افرادی لازم آتی ہے۔ اور یہ منافی توحید ہے۔ اور اگر یہ اجزاء ہے آگے

تو مرکب ہوئے اور مرکب حادث ہوتا ہے۔ اور حادث خدا نہیں ہو سکتا۔

(۳) مجموعہ اقانیم خدا ئے مستقل ہیں یا جداگانہ۔ پہلی صورت میں ہر ایک کو خدا کہنا غلط۔ دوسری صورت میں ہر ایک مستقل خدا ہوئے۔ تو پھر توحید کہاں باقی رہی
(۴) تینوں اقانیم ثلثہ کامل ہیں یا ناقص۔ اگر کامل ہیں تو بس ایک ہی کافی ہے۔ اگر ناقص ہیں تو مجموعہ بھی ناقص ہے۔

"سوالات برالوہیت مسیح و کامل انسان ہونیکے"

(۱) ایک چیز واجب بالذات اور ممکن ہو یہ فلسفہ کی رو سے محال ہے۔ گویا مسیح قدیم تھے اور حادث بھی ؟
یہاں ایک سوال ہے چونکہ یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ واجب الوجود کا فیضان ممکن الوجود تک براہ راست نہیں

ہو سکتا۔ واسطہ کی ضرورت ہوگی وہ واسطے مسیح ہیں۔ چونکہ مسیح کا تعلق واجب الوجود سے ہے اسلیئے ہم اسکو واجب الوجود کہتے ہیں اور ممکن الوجود سے بھی تعلق ہے ۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔ اسلیئے ممکن الوجود کہتے ہیں۔ پس استحالہ مرتفع ہوا۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ واسطہ ذوالواسطہ کا عین ہوا کرتا ہے یا غیر عین کہوگے یا غیر دونو صورتوں میں اعتراض قائم

(۲) بے فصل انجیر کے درخت سے پھل توڑنے گئے جبکہ آپ کو بھوک لگی معلوم ہوا کہ وہ محتاج الی الغیر تھے اور عالم الغیب بھی نہ تھے۔ لہذا وہ خدا نہ تھے۔ مرقس ۱۱

(۳) حضرت من حیث الوہیت کف رہ ہوئے. یا بحیثیت انسان؟

تھوڑے عرصے کے بعد	حضرت مسیح نبی ہیں خدا نہیں
ایسا ہوا کہ وہ نائین نام ایک شہر کو گیا اور اسکے شاگرد	

اور بہت سے لوگ اسکے ہمراہ تھے۔ جب وہ شہر کے پھاٹک
کے نزدیک پہونچا تو دیکھا۔ ایک مردے کو باہر لیئے جاتے
تھے۔ وہ اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اور وہ بیوہ تھی۔ اور
شہر کے بہتیرے لوگ اسکے ساتھ تھے۔ اسے دیکھکر خداوند
کو ترس آیا۔ اور اس سے کہا۔ او نہیں پھر اسنے پاس آکر
جنازے کو چھوا۔ اور اوٹھانے والے کھڑے ہو گئے۔ اور
اسنے کہا اے جوان میں تجھ سے کہتا ہوں اُٹھ۔ وہ مُردہ
اُٹھ بیٹھا اور بولنے لگا۔ اور اُسنے اُسکی ماں کو سونپ
دیا۔ اور سب پر دہشت چھا گئی۔ اور وہ خدا کی بڑائی
کر کے کہنے لگے۔ کہ ایک بڑا نبی ہم میں اُٹھا ہے۔ اور یہ
خدا نے اپنی امت پر توجہ کی ہے۔" لوقا۔ ۱۱ تا ۱۷ ے
اور متی ۵/۱۲ میں بھی صاف لکھا ہوا ہے۔

خدا الامکان ہے مگر عیسے علیہ السلام کا مسکن فردوس ہے۔ معلوم ہوا خدا نہیں	لوقا ۲۳/۳۹ تا ۴۳ پڑھو

عیسائیوں کی دلیل مسیح کی ابن اللہ اور خدا ہونے پر یہہ ہے کہ توراۃ وانجیل میں مسیح کو ابن اللہ کہا گیا ہے۔ مگر دلیل غلط ہے۔ دیکھو ہمارے پیش کردہ حوالجات۔

آدم خدا کے بیٹے ہیں لوقا ۳/۳۸ شیث خدا کے بیٹے ہیں پیدائش ۶/۲ اسرائیل میرا بیٹا ہے توراۃ خروج ۴/۲۲ داؤد خدا کا بڑا بیٹا ہے ۸۹/۲۶و۲۷ زبور سلیمان خدا کا بیٹا ہے تاریخ ۲۲/۹و۱۰ قاضی یعنی سب خدا کے بیٹے ہیں ۸۲/۶ زبور تمام یتیم خدا کے بیٹے ہیں ۶۸/۵ زبور۔ بنی اسرائیل خدا کے لے پالک ہیں ۹/۴ رومی۔ افرائیم خدا کا پلوٹا بیٹا ہے ۳۱/۹و۲۰ تمام حواری خدا کے بیٹے ہیں ۳/۱ یوحنا روئے زمین کے عیسائی خدا کے بیٹے ہیں متی ۵/۹۔ سب عام وخاص خدا کے بیٹے ہیں ۵/۴۵و۴۸ متی۔ اشراف خدا کے بیٹے ہیں۔ ۶/۲ متی

مسیح کو جا بجا ابن آدم بھی کہا گیا ہے۔	یسوع ابن داؤد بن ابراہیم ۱/۱ متی ابن آدم انسان ہے ۹/۶ متی۔

میں جو ابن آدم انسان ہوں کون ہوں ۱۶/۱۳ انسان کا بیٹا کھاتا پیتا آیا ۱۹/۵ متی ۱۱/۱۹ متی

چونکہ مسیح نے مردے زندے کئے اسلئے وہ خدا ہے۔ مگر یہہ دلیل بھی غلط ہے	دیکھو سلاطین ۲۴/۷ الیسع نے بھی مردے زندے کئے سلاطین ۲ ۳۵/۴ الیسع کی مردہ لاش نے بھی

مردوں کو زندہ کیا ۲ سلاطین ۲۱/۱۳ حزقیل نے ہزاروں انسانی

مردے زندہ کئے۔ حزقیل ۱۰/۳۷

چونکہ مسیح نے بیماروں کو اچھا کیا لہذا وہ خدا کے بیٹے ہیں مگر یہہ دلیل بھی غلط ہے۔	سلاطین ۲ ۱۴/۵ دیکھو الیسع نے نعمان سپہ سالار کو جو کوڑہی تھے اچھا کیا۔ پیدائش

۳۱/۴۶ یوسف نے اپنے باپ یعقوب کو آنکھیں دیں۔

چونکہ مسیح نے تھوڑے کھانے کو زیادہ کر دکھایا لہذا وہ خدا تھے مگر یہہ دلیل بھی غلط ہے۔	ایلیاہ نے مٹھی بھر آٹے کو اور تھوڑے تیل کو اتنا بڑھایا کہ

وہ سال بھر تک تمام نہ ہوا سلاطین ۱۲/۱۷ سے ۱۶ و سلاطین ۲ ۱ سے ۷/۴

چونکہ یوحنا ۸/۲۳ میں ہے "تم نیچے سے ہو میں اوپر سے ہوں تم اس جہان کے ہو میں اس جہان کا نہیں" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح خدا ہیں مگر یہ دلیل بھی غلط ہے۔

اگر تم دنیا کے ہوتے تو دنیا اپنوں سے پیار کرتی لاکن اسلیئے کہ تم دنیا کے نہیں یوحنا ۱۵/۱۹ اسلیئے کہ جیسے میں دنیا کا نہیں وہ بھی دنیا کے نہیں" یوحنا ۱۷/۱۶ اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک نیک اور تارک الدنیا کی نسبت اسیطرح کہا جاتا ہے۔

چونکہ یوحنا ۱۰/۳۰ میں ہے "میں اور باپ دونوں ایک ہیں" لہذا مسیح کا خدا ہونا ثابت مگر یہ دلیل بھی غلط ہے۔

یوحنا ۱۷/۲۱ میں ہے "وے سب ایک ہوویں جیسا کہ اے باپ تو مجھ میں اور وے بھی ہم میں ایک ہوں" اور یوحنا ۱۷/۲۲ میں ہے کہ "وے ہماری طرح ایک ہو جاویں" اور یوحنا کا پہلا خط ۱/۵ میں ہے "خدا نور ہے پس ہم اگر نور میں چلیں جسطرح وہ نور میں ہے تو ہم ایک دوسرے کے ساتھ شراکت رکھتے ہیں۔"

چونکہ یوحنا ۱۴/۹ میں ہے "جسنے مجھ کو دیکھا اسنے باپ کو دیکھا کیونکہ میں باپ میں ہوں"

یوحنا ۱۲/۴۴ میں ہے "جو شخص ایمان لاوے وہ بھی میرے اوپر

اور باپ مجھ میں"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح خدا ہیں۔ مگر یہہ دلیل بھی غلط ہے۔

خداوند میں ایک ہو" اور قرنتی ۲ ۔ ۶ باب ۱۶ میں ہے۔ کہ تم زندہ خدا کی ہیکل ہو چنانچہ خدا نے کہا میں ان میں ہونگا اور انمیں چلونگا اور یوحنا خط ۱ ۔ ۳ باب ۲۴ میں ہے۔ جو اسکے حکموں پر عمل کرتا ہے۔ یہ اسمیں اور وہ اسمیں رہتا ہے اور اسے جو اُسنے ہمیں دی ہے ہم جانتے ہیں کہ وہ ہم میں رہتا ہے"۔ اور یوحنا خط ۱ ۔ ۴ باب ۱۳ میں ہے۔ ہم اسمیں رہتے ہیں۔ اور وہ ہم میں"۔

چونکہ مسیح بلا باپ کے پیدا ہوئے لہذا خدا ہیں۔ مگر یہہ دلیل بھی غلط ہے

عبرانیوں ۷ باب ۳ میں ہے کہ ملک صدیق بے باپ تھا اصل عبارت یہہ ہے: "یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ ہے۔ نہ اسکی عمر کا شروع نہ زندگی کا آخر بلکہ خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھیرا۔

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت جو پیشگوئیں توریت وانجیل میں ہیں انکا ذکر

(۱) توریت سفر استثنا ۱۸/۱۸ میں ہے۔ "میں انکے لیئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اسکے منہ میں ڈالونگا۔" بھائیوں سے مراد بنی اسمٰعیل ہیں حضرت عیسےٰ کا باپ تھے۔

(۲) استثنا ۳۳/۲ "خداوند سینا سے آیا شعیر سے انپر طلوع ہوا فاران کے ہی پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔" سینا سے تو موسےٰ علیہ السلام اور شعیر سے جسکے پاس بیت لحم ہے عیسےٰ علیہ السلام اور فاران کے پہاڑ سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور رہوا

(۳) غزل الغزلیات ۵/۱۰ میں ہے۔ "میرا محبوب سرخ و سفید ہے دس ہزار آدمیوں کے درمیان وہ جھنڈے کی مانند کھڑا

ہوتا ہے ٹھیک فتح مکہ کے روز دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ حضور علیہ السلام فاتحانہ حیثیت سے داخل مکہ ہوئے۔ بخاری مجتبائی جلد ۲ ص ۶۱۳ عن ابن عباس

(۴۴) یوحنا ۷/۱۶ تا ۱۶/۱۴ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئیگا۔ لیکن اگر جاؤنگا تو اسے تمہارے پاس بھیجدونگا اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھیرائے گا۔ گناہ کے بارے میں اسلیئے کہ وہ مجھپر ایمان نہیں لاتے۔ راستبازی کے بارے میں اسلیئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھوگے۔ عدالت کے بارے میں اسلیئے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھیرایا گیا ہے۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں۔ مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کرسکتے۔ لیکن جب وہ یعنے سچائی کا روح آئیگا تو تمکو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا۔ اسلیئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا۔ لیکن جو کچھ سنیگا وہی کہیگا۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگا۔ وہ میرا

جلال ظاہر کرے گا۔ اسلیئے کہ مجھ ہی سے حاصل کرکے تمہیں خبریں دیگا۔ وہ میرا جلال ظاہر کریگا۔ اسلیئے کہ مجھ ہی سے حاصل کرکے تمہیں خبریں دیگا۔ جو کچھ باپ کا ہے وہ سب میرا ہے۔ اسلیئے مینے کہا کہ وہ مجھ ہی سے حاصل کرتا ہے اور تمہیں خبریں دیگا۔ تھوڑی دیر میں تم مجھے نہ دیکھوگے اور پھر تھوڑی دیر میں مجھے دیکھ لوگے۔

(۵) وہ تمہیں دوسرا تسلی دینے والا بخشیگا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ ہے۔ یعنے روح حق جس سے دنیا حاصل نہیں کرسکتی۔ یوحنا ۱۶:۱۴

(۶) یوحنا ۲۶:۱۵ مگر جب وہ مددگار آئیگا۔ جسکو میں تمہارے پاس باپ کیطرف سے بھیجوں گا یعنے سچائی کا روح جو باپ کیطرف نکلتا ہے تو وہ میری گواہی دیگا۔

(۷) اس جہان کا سردار آتا ہے مجھ میں اسکی کوئی بات نہیں۔ یوحنا ۳۰:۱۴

(۸) کرنتھیون خط ۱۰:۱۳ جب کامل آئیگا ناقص جاتا رہیگا

(۹) اعمال ۱/۸ لیکن جب روح القدس تم پر نازل ہوگا تو تم قوت پاؤ گے۔

(۱۰) اعمال ۱/۵ کیونکہ یوحنا نے تو پانی سے بپتسمہ دیا۔ اور تم تھوڑے دنوں بعد روح قدس سے بپتسمہ پاؤ گے

(۱۱) مکاشفات ۱۹/۱۶ اس کی پوشاک اور ران پر یہ نام لکھا ہوا ہے۔ بادشاہوں کا بادشاہ۔ خداوندوں کا خدا وغیرہ۔

احمدی صاحبان وفات مسیح پر جو آیات پیش فرماتے ہیں وہ مع طریق استدلال حسب ذیل ہیں۔

(۱) وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ

لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللّٰ

قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ

لِي بِحَقٍّ ط إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ط تَعْ

مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ط إِنَّ

أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا

أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُ

عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ ج فَلَمَّا تَوَفَّيْ

كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ

شَهِيدٌ ۝ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ج وَ

تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ قَالَ

اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِينَ صِدْقُهُمْ

لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ

أَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ط ذٰلِكَ الْ

الْعَظِيمُ ۝ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ سورہ مائدہ رکوع

پس فقرہ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے احمدی اس طریق سے استدلال پکڑتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام اقرار کرتے ہیں کہ نصاریٰ کا بگڑنا اور مجھے معبود بنانا اگر ہوا تو میری وفات کے بعد ہوا۔ نہ کہ میری موجودگی میں۔ اور آیت لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ سے ثابت ہوتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا چکے تھے۔ اسلئے ظاہر ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔

دوسرا طریق استدلال یوں لیتے ہیں کہ مسیح نے اس آیت میں اپنی دو حالتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک نصاریٰ میں موجودگی اور انپر نگرانی اور محافظ ہونا اور دوسری انکے اندر عدم موجودگی اور انپر نگراں نہ ہونے کی حالت اور ان دونو کے درمیان حد فاصل توفی ہے اور تیسری کوئی حالت آپ پر نہیں گذری

پس یا تو مانو کہ حضرت عیسے تصارے ہیں موجود ہیں یا وفات پا گئے ہیں پہلی شق تو بوجہ سلمہ ہونے کے باطل۔ پس دوسری شق ثابت ہوئی اور وہ وفات کے بعد کی حالت ہے۔ پس مسیح کی وفات ظاہر ہے اور یہہ بھی فرماتے ہیں کہ یہی آیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمائی ہے۔ جیسا کہ بخاری میں آیا ہے کہ حشر کے دن چند صحابہ پکڑکر لیجائے جائینگے تو آپ فرمائینگے کہ یہ تو میرے صحابہ ہیں تو جواب دیا جائیگا لاتدری ما احدثوا بعدک تجھے نہیں معلوم کہ اُنہوں نے تیرے بعد کیا کیا باتیں کیں تو آپ فرماتے ہیں فاقول کما قال العبد الصالح وَکُنْتُ عَلَیْہِمْ شَہِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْہِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْہِمْ یعنے میں بھی کہوں گا جسطرح مسیح نے کہا ہے کہ میں بھی انپر نگراں تھا جبتک کہ میں ان میں تھا مگر جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی انکا نگراں تھا فیقال ان ھؤلاء لم یزالوا

مرتدین علےٰ اعقابھم منذ فارقتھم (بخاری کتاب التفسیر) کہ تیری وفات کے بعد جبکہ تو ان سے جدا ہوا انکی یہہ حالت رہی کہ وہ مرتد بنے رہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی دو ہی حالتیں بیان فرمائی ہیں:- ایک اپنی قوم میں موجودگی، اور دوسری قوم سے عدم موجودگی تیسری حالت آپ پر بھی کوئی نہیں۔ پہلی حالت میں تو صحابہ نہیں بگڑے۔ جنکو حشر کے دن پکڑا گیا ہے۔ چونکہ انکی یہ حالت آپ کی عدم موجودگی میں آپ کی وفات کے بعد ہوئی تھی اسلیئے آپ فرماتے ہیں کہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم کہ اے خدا جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان کا نگران تھا۔ مجھے اسوقت کا علم نہیں اس آیت کے پڑھنے کے بعد جواب دیا گیا کہ وہ مرتد ہو گئے تھے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونو حالتوں اور ان کی قوم کے مرتد ہونے کے مطابق بیان فرمایا ہے۔ کہ اپنے متعلق وہی الفاظ استعمال فرمائے ہیں جو مسیح نے اپنے

متعلق کہے۔ پس جسطرح کہ چند اصحاب کے بگڑنے سے پہلے انحضرت صلے اللہ کی وفات ہوئی ہے۔ اسیطرح عیسائی قوم کے بگڑنے سے پہلے مسیح کی وفات ہوچکی ہے۔ اور جسطرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوم میں عدم موجودگی آپ کے وفات پاجانے کی وجہ سے ہے اسیطرح مسیح کی عدم موجودگی اپنے قوم میں انکی وفات پاجانے کی وجہہ سے ہے فافہم۔

الجواب بحول اللہ وقوتہ بطور تمہید مناظر کو چند باتوں کا سمجھ لینا ضروری ہے (۱) احمدیوں کا یہ فرمانا کہ سوال علم سے ہے یہ غلط اور تحریف قرآنی ہے بلکہ سوال صرف قول سے ہے کہ کیا تونے کہا تھا اِتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (۲) علم زمانہ تثلیث زیر تنقیح نہیں بلکہ تعلیم زمانہ رقابت و شہادت زیر تنقیح ہے (۳) یہ سوال قیامت کو ہوگا۔ (۴) معنے توفیتنی کیا ہیں (۵) حدیث مذکورہ بالا میں جو تشبیہ ہے اس سے کیا مراد ہے۔ اب بالترتیب جواب ذہن نشین کیجیے۔ احمدیوں کا یہ کہنا

کہ عیسائیوں کا بگڑنا اور مشرک ہونا حضرت عیسےٰ علیہ السلام
کی وفات کے بعد ہوا ہے۔ آپکی موجودگی میں نہیں ہوا۔ آیت
کا یہ مطلب بالکل غلط ہے بلکہ صحیح مطلب یہ ہے کہ اللہ عز و جل
حضرت مسیح ابن مریم سے قیامت کے روز دریافت فرماوینگے کہ
کیا تمنے انکو تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے ماسوا
معبود بنالو۔ تو حضرت عیسے علیہ السلام اسکا جواب دینگے کہ
میرے پروردگار تیری ذات ان عیوب سے پاک ہے۔ بھلا
میں ایسی بات کیسی کہہ سکتا تھا کہ جکا مجھے حق نہ تھا۔ اے
میرے پروردگار اگر میں نے کہا ہے تو تو اس امر کو بخوبی جانتا ہے
میری اندرونی باتوں کو آپ کما حقہ جانتے ہیں اور آپکے
مافی الضمیر سے مجھے آگاہی نہیں۔ آپ علام الغیوب ہیں
پھر جواب بالتصریح جناب باری میں عرض کرتے ہیں کما
قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ
رَبَّكُمْ یعنے مینے اُنکو اس امر کی تعلیم نہیں دی ہیں تو
نہیں یہی کہتا رہا ہوں کہ تم اس پروردگار کی عبادت

کہ جو میرا اور تمہارا پروردگار فرماتے ہیں وَ کُنْتُ عَلَیْہِمْ شَہِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْہِمْ یعنے میں ان میں جبتک رہا آپ کیطرف سے بمنزلہ شاہد رہا یعنے سرکاری گواہ اے میرے پروردگار۔ سرکاری شاہد کا یہ کام نہیں کہ وہ سرکار کے خلاف لوگوں کو تعلیم دیتا پھرے۔ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْہِمْ پس جب تو نے مجھے سلایا تو تو ہی انپر نگہبان تھا۔ اور آپ کل اشیاء پر شہید ہیں پھر حضرت عیسٰے علیہ السلام بطور استظہار بارحمۃ عرض کرینگے۔ اِنْ تُعَذِّبْہُمْ فَاِنَّہُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَہُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ یعنے اگر آپ انپر عذاب فرماویں تو یہ آپکے بندے ہیں۔ اور اگر آپ انہیں بخشدیں تو آپ غالب حکمت والے ہیں۔

اور دوسرے طریق استدلال کا یہ جواب ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کی دو ہی حالتیں ہیں یا تو قوم میں آپ کی موجودگی اور یا آپکی توفی۔ تو اسکو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ فَلَمَّا

توفیتنی۔ یا عیسٰی انی متوفیک کا ایفاے وعدہ ہے اور متوفیک بمعنے ممیتک ہے اگر یہ کہا جاوے کہ امام بخاری عبد اللہ بن عباس سے لاتے ہیں کہ متوفیک سے ممیتک تو جب حضرت عبد اللہ بن عباس متوفیک کے معنے ممیتک کرتے ہیں تو تم کیوں منیمک کے معنے میں لیتے ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ موت بھی نوم کے معنے میں آتی ہے۔ سو کر اٹھنے کے وقت حضور علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا اے انامنا اور انک لا تسمع الموتیٰ اور مرزا صاحب تو فرماتے ہیں کہ موت کے حقیقی معنے بیہوش کردینا اور سلا دینا ہے۔ ملاحظہ ہو ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۹۴۳ طبع اول۔ بلکہ لغت کی رو سے موت کے معنے نیند اور ہر قسم کی بیہوشی بھی ہیں۔ بلکہ اسی کتاب کے حصہ دوم صفحہ ۹۰۴ طبع سلسلہ تصنیفات احمدیہ کے صفحہ ۲۹۶ پر لکھتے ہیں لیکن موت کے حقیقی معنے مارنا اور موت دینا نہیں بلکہ سلانا

اور بیہوش کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ ہاں یہ بھی بالکل
ممکن اور جائز ہے کہ خدا تعالےٰ کسی حیوان یا انسان یا پرند
کو ایسی حالت میں بھی کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے
حقیقی موت سے بچالے اور اسکی روح کا اسکے پاش پاش
شدہ جسم سے وہی تعلق رکھے جو نیند کی حالت میں ہوتا ہے
اور پھر اسکے جسم کو درست کر دیوے اور اسکو نیند کی حالت
سے جگا دیوے۔ کیونکہ وہ ہر ایک بات پر قادر ہے۔
تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ نے اگر متوفیک
بمعنے ممیتک لئے ہیں تو کچھ حرج نہیں اسلئے کہ ممیتک
کے معنے میں منیمک بھی لے لیا جائیگا
اور نیز یہ قول روایت کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ کیونکہ
اسکی سند حافظ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اسطرح
بیان فرمائی ہے حدثنی المثنیٰ قال حدثنی عن
علی عن ابن عباس قولہ انی متوفیک یقول
انی ممیتک (تفسیر ابن جریر ج ۳ ص ۱۸۴)

اور نیز مرزا صاحب اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ صفحہ ۱۰۴ عینی سے نقل فرماتے ہیں وقال العینی شارح البخاری رواہ ابن ابی حاتم عن ابیہ قال حدثنا ابو صالح حدثنا معاویۃ عن علی ابن ابی طلحۃ عن ابن عباس قال متوفیک ممیتک۔

الجرح — حافظ شمس الدین میزان الاعتدال ج ۲ صفحہ ۲۲۴ میں ارشاد فرماتے ہیں قال احمد بن حنبل لہ اشیاء منکرات وقال دُحَیْم لم یسمع علی ابن طلحۃ التفسیر عن ابن عباس۔ اور تقریب التہذیب کے صفحہ ۱۸۴ میں ہے علی ابن ابی طلحۃ ارسلہ عن ابن عباس ولم یرہ۔

اور تہذیب التہذیب کے صفحہ ۱۹۳ پر ہے قال یعقوب ابن سفیان ضعیف الحدیث منکر لیس بمحمود المذہب ان حوالجات سے معلوم ہوا کہ یہ روایت متکلم فیہ اور منقطع بھی ہے۔

(۲) علم زمانہ تثلیث زیر تنقیح ہے بلکہ تعلیم زمانہ رقابت وشہادت ہے۔ اسپر حسب ذیل دلائل ہیں۔

(۱) یہ مطلب بیان کرنا خود مرزا صاحب کے اقوال کے مخالف ہے مرزا صاحب آئینہ کمالات اسلام طبع اول کے صفحہ ۲۶۸ پر ارشاد فرماتے ہیں۔ اور حضرت عیسے کے نام پر اس عاجز کے آنے کا سر یہ ہے کہ خدا تعالے نے اس عیسائی فتنہ کے وقت میں یہ فتنہ حضرت مسیح کو دکھایا یعنے اُن کو آسمان پر اس فتنہ کی اطلاع دیدی کہ تیری قوم اور تیری امت نے اس طوفان کو برپا کیا ہے۔ تب وہ اپنی قوم کی خرابی کو کمال فساد پر دیکھکر نزول کے لیئے بیقرار ہوا اور اسکی روح سخت جنبش میں آئی اور اوسنے زمین پر اپنی ارادت کا ایک مظہر چاہا۔ تب خدا تعالے نے اس وعدہ کے موافق جو کیا گیا تھا۔ مسیح کی روحانیت اور اسکے جوش کو ایک جوہر قابل میں نازل کیا۔ سو ان معنوں کر کے وہ آسمان سے اترا۔

اور نیز آئینہ کمالات اسلام طبع اول صفحہ ۲۶۸ میں ہے

کہ پھر دوسری مرتبہ مسیح کی روحانیت اسوقت جوش میں آئی کہ جب نصاریٰ میں دجالیت کی صفت اتم اور اکمل طور پر آگئی۔

اور پھر اسی کتاب کے صـ۴۲۶ میں ہے تب مسیح کی روحانیت سخت جوش میں آکر جلالی طور پر اپنا نزول چاہے گی۔

(۲) یہ ترجمہ قرآن کریم کے مخالف ہے اللہ عزوجل ۱۸/۲۵

یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِیْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِیْلَ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ یَنْۢبَغِیْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِیَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ط

چونکہ تمام معبودان باطل سے اللہ عزوجل فرمائیگا کہ میرے ان بندوں کو تمنے گمراہ کیا ہے یا وہ خود راستہ سے گمراہ ہوے۔ سب عرض کرینگے کہ تیری ذات پاک ہے

ہمارے لیئے یہہ بات لائق نہ تھی کہ ہم تیری ذات کے سوا کسی اور کو دوست بنائیں ولیکن تونے انکو اور انکے آبا واجداد کو نفع دیا جسکے وجہ سے اُنہوں نے تیری یاد کو بھلادیا۔ اور یہہ قوم ہلاک ہونے والی تھی۔ چونکہ حضرت عیسے علیہ السلام کو بھی بعض لوگوں نے معبود بنالیا ہے۔ لہٰذا وہ انکے خلاف شہادت دینگے۔ اور قیامت کو یہہ نہیں فرما سکتے کہ مجھے انکے بگڑنے کا علم نہیں۔ بلکہ ارشاد فرماوینگے کہ بوجہ ریاست وامارت کے انہوں نے تیری یاد کو فراموش کر دیا تھا۔ فافہم وتدبر۔ اگر احمدیوں کے معنے لیئے جاویں تو اس آیت کی تکذیب لازم آویگی۔

(۳) تیسرے یہہ ترجمہ تفاسیر کے خلاف ہوگا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکُوْنُ عَلَیْہِمْ شَہِیْدًا ای یکون عیسے علیہ السلام شاھدا علی الیہود انہم کذبوہ وطعنوہ فیہ وعلی النصارے انہم اتخذوہ ربا واشرکوا بہ (خازن) وفی المدارک یشھد علی الیہود

بانھم کذبوہ وعلی النصاریٰ بانھم دعوہ ابن اللہ

(۴) ہر نبی قیامت کے روز اپنی امت پر شاہد ہوگا۔ دلائل حسب ذیل ہیں۔ ویوم نبعث من کل امۃ شہیدا ۱۴/۱۶-۱۱-ای یوم نبعث من کل امۃ رسولا والمراد بالشہداء ھم الانبیاء یشہدون علی اممھم بانکار نعم اللہ علیھم وبالکفر (خازن جزء ۳ ص۱۳) ویوم نبعث فی کل امۃ شہیدا علیھم من انفسھم وجئنابک شہیدا علی ھؤلاء ۱۴/۱۶ قال ابن عباس یرید الانبیاء۔ قال المفسرون کل نبی شاھد علی امتہ وھو اعدل شاھد علیھا من انفسھم یعنی منھم لان کل نبی انما بعث من قومہ الذین بعث الیھم لیشہدوا علیھم بما فعلوا من کفر وایمان وطاعۃ وعصیان وجئنابک یا محمد شہیدا علی ھؤلاء یعنی علی قومک وامتک (خازن جزء ۳ ص۱۳۱)۔

فی المدارک ص۱۳ ویوم نبعث اے نحشر من کل امۃ شہیدًا اے نبیا یشہد لھم وعلیہم بالتصدیق والتکذیب والایمان والکفر ویدلیل قولہ تعالے فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علیٰ ھٰؤلاء شہیدا اھ قال ابن عباسؓ یرید نبیا والمعنی انہ یوتی نبی کل امۃ یشہد علیھا ولھا وجئنا بک علیٰ ھٰؤلاء شہیدًا یعنے تشہد یا محمد علیٰ ھٰؤلاء الذین سمعوا القراٰن وخوطبوا بہ بما عملوا بہ" خازن ص۳۵۸ ان آیات سے معلوم ہوا کہ شہادت عام ہے خیر پر ہو یا شر پر شہادت کو مقصور علی الخیر کرنا عدم تدبر قرآنی کا نتیجہ ہے -

(۳۳) یہ سوال قیامت کو ہوگا اور ماضی مستقبل کے معنے میں بھی آجاتی ہے - دلائل حسب ذیل ہیں -

فی الخازن قال سائر المفسرین سوے السدی ھذا السوال یکون فی یوم القیٰمۃ بدلیل سیاق الاٰیۃ وسباقھا

بدلیل قولہ تعالیٰ یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَا
ذَآ اُجِبْتُمْ ط قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ط اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ
الْغُیُوْبِ ہے ۱۳ وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ فَقَالُوْا
یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُکَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَنَکُوْنَ مِنَ
الْمُؤْمِنِیْنَ ۵ پارہ ۷ رکوع ۹ وقال الراجز
ثم جزاک اللّٰہ عنی اذجزاے جنات عدن فی السمٰوٰت العلی
۱۴ ہم نے توفیتنی کیا ہیں توفی کا حقیقی معنے اور موضوع
لہ مطلق قبض ہے نہ امات کیونکہ اگر توفی کا موضوع لہ
امات ہو تو پھر آیت اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ
مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ
قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰٓی اِلٰٓی اَجَلٍ
مُّسَمًّی ۲۴ ع ۲ میں حِیْنَ مَوْتِھَا کی قید لغو ٹھیرے گی۔
اور وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ اسوجہ سے کہ یہ الانفس پر معطوف
ہے اجتماع ضدین لازم آئے گا۔ یعنے موت اور عدم موت
لازم آئے گا وھو باطل پس معلوم ہوا کہ توفی کا حقیقی

ما وضع لہ مطلق قبض ہے اور نیند اور موت اسکی
دو نوع ہیں۔ نہ تو محض موت توفی کے حقیقی معنے ہیں اور نہ ہی
نیند اور لغت سے بھی اِس امر پر شہادت موجود ہے
کہ توفی بمعنے اماتت از قبیل مجاز ہے۔ ملاحظہ ہو اساس
البلاغۃ مصنفہ علامہ زمخشری کشوری صفحہ ۶۷ ومن المجاز
اوفے علی المأتہ اذا زاد علیہا ووافیت العام حججت
وتوفی فلان وتوفاہ اللہ ادرکتہ الوفاۃ اور مرزا صاحب
بھی ازالہ اوہام طبع اول جلد ۲ صفحہ ۱۲۹۹ پر ارشاد فرماتے
ہیں۔ توفی صرف روح کے قبض کرنے کو کہتے ہیں خواہ
بحالت نوم قبض ہو یا بحالت موت۔

اور نیز آیۃ هُوَ الَّذِي يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ
مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ پ ۷ ع ۶ بقرینہ لیل توفی بمعنے منام
ہے اور قبض روح کے معنے حدیث میں بھی نیند کے آئے
ہیں۔ دیکھو صحیح بخاری جلد ۳ باب الاذان بعد
ذہاب الوقت اور مشکوٰۃ شریف باب الاذان قبل الوقت

فصل ثالث قال ان اللہ قبض ارواحکم حین شاء

اور نیز قرآن کریم میں جہاں کہیں توفی بمعنے موت آیا ہے
وہاں پر ضرور قرینہ موت موجود ہے۔ ہم آپ کو قرآن
کریم سے ان آیات کا پتہ تبلا دیتے ہیں۔ قرآن کریم نکالکر
خوب غور سے ان آیات کو دیکھو تو آپ کو قرآن کا علم
خود بخود ہوجائے گا۔ پارہ ۱۷ رکوع ۱۴۔ اور پارہ ۲۶ رکوع ۷۔
پارہ ۴ رکوع ۱۱ پارہ ۹ رکوع ۶ پارہ ۱۳ رکوع پارہ ۴ رکوع ۱۰ پارہ ۳ رکوع ۶
پارہ ۴ رکوع ۸ پارہ ۱۴ رکوع ۱۲۔ پارہ ۷ رکوع ۶ پارہ ۵ رکوع ۱۱ پارہ ۱۱ رکوع ۱۰
پارہ ۱۳ رکوع ۱۲۔ پارہ ۲۴ رکوع ۱۳۔ پارہ ۱۴ رکوع ۱۰
پارہ ۱۰ رکوع ۳۔ پارہ ۱۷ رکوع ۸۔ پارہ ۲۴ رکوع ۲
و ۱۲۔ پارہ ۲۰ رکوع ۱۴۔ و ۱۵۔ پارہ ۸ رکوع ۱۱
پارہ ۷ رکوع ۱۳۔ پارہ ۱۱ رکوع ۱۶۔ پارہ ۱۴ رکوع
۱۵۔ پارہ ۱۲ رکوع ۱۴۔ پارہ ۸ رکوع ۱۴۔

پارہ ۲ میں دو جگہ یتوفون آیا ہے ان میں بیوہ عورتوں
کو اپنے پیچھے چھوڑنا اور دوسرے سے نکاح کرنے کے لئے

چار مہینے اور ۱۰ دن رات کی عدت گزارنا اور نیز متوفی کو
متاعاً الی الحول غیر اخراج کی وصیت کرنا موت کے قرائن
ہیں اور پارہ ۴ اور ۵ اور ۷ اور ۸ اور ۱ اور ۲۶
اور ۱۴ اور ۲۱ میں جانکندن کے موقع پر فرشتوں کا نزول
کے چہروں اور پشتوں پر مارنا اور فرشتوں کا ان کی جان
لینے کے وقت سختی کرنا اور فرشتوں کا خوشحال ہونا اور
مومنین کو سلام اور بہشت کی خوشخبری سنانا صاف اور
بالکل واضح قرائن ہیں اور پارہ ۱۳-۱ اور ۱۴-۲ اور ۱۱ میں
نتوفینک مقابلہ میں نرینک کے ہے۔ اور نرینک حیات
کا مقتضی ہے اسکی ضد جو کہ نتوفینک ہے ضرور موت
ہونی چاہیئے۔ اور پارہ ۲۵ سورہ زخرف میں بجائے
نتوفینک کے نذھبن کا آنا اس امر پر دلالت
کرتا ہے کہ یہ کنایہ ہے نیست و نابود سے۔ اور پارہ ۱۴
سورہ نحل اور پارہ ۱۷ سورہ حج اور پارہ ۲۴ سورہ مومن
میں یتوفٰکم اور من یتوفی آیا ہے ان آیات سے بین طور

پر معلوم ہوتا ہے کہ منجملہ ان قدرتی استحالات کے کہ جو
انسان پر وارد ہوتے ہیں ایک موت بھی ہے اور
اجل مسمّے اسپر دال ہے اور نیز سورہ مومنون پارہ ۱۸ میں
ان حالات کے بعد ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ
کا وارد ہونا صاف طور پر بتلاتا ہے کہ لفظ توَفّی کی
تفسیر موت سے ہوگی اور نیز لِتَبْلُغُوْا اَشُدَّكُمْ
کا بھی زبردست قرینہ ہے اور پارہ ۴ سورہ آل عمران
اور پارہ ۹ سورہ اعراف اور پارہ ۱۳ سورہ یوسف ان
آیات میں دعائے لحوق بالصالحین والابرار قرینہ صارف
اظہر من الشمس ہے اور اسپر دلائل حدیثیہ بھی ہیں
(۱) حضور نے وقت وفات اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ
فرمایا اور نیز اللّٰھم اغفرلی وارحمنی والحقنی
بالرفیق الاعلیٰ حضور کی دعا تھی اور اپنی ازواج
مطہرات کو فرمایا ولکن لحوقا بی اطولکن یدًا
یہ سب بخاری شریف میں موجود ہے۔

ور پارہ ۷ سورہ انعام میں قرینہ بھی موجود ہے جس سے معلوم
ہوا کہ توفی سے مراد نیند ہے اور پارہ ۲۴ سورہ زمر
میں قرینہ وَالَّتِی لَمْ تَمُتْ اس امر پر ہے کہ توفی
سے مراد نیند ہے - اور پارہ ۱۱ سورہ یونس میں وَلٰکِنْ
اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ وَاُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ
مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ آیا ہے اسی آیت میں یہ تعلیم دیگئی
کہ جسکے قبضے میں تمہارا ایجاد اور ابقا اور اعدام
و افنا و ارجاع ہے وہی تمہارا معبود حقہ ہے جیسا کہ
آیہ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ
ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ
اس امر پر مشعر ہے لان ذکر احد الضدین تنبیہ
علے ضد آخر ہے جیسے تاریکی اور روشنی جو توفی
بمقابلہ ایجاد مذکور ہوگی اس سے مراد اعدام اعدام ہوگی
اور اسکو موت کہتے ہیں اور یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ
وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

اور فلمّا توفّیتنی کی کچھ تشریح گذر چکی ہے اور کچھ تفصیل آگے آئیگی۔ اگر خدا نے چاہا۔

الغرض توفّی کے حقیقی معنے اخذ الشیٔ وافیا اور استیفا شئے اور اتمام شئے اور قبض کے ہیں اور قرآن کریم میں ہر جگہہ لفظ توفّی انہیں معنوں میں مستعمل ہوا ہاں جس جگہ توفّی سے موت مراد ہو تو وہ کنایۃً ہے نہ کہ حقیقۃً کیونکہ استیفاء عمر کے لیئے موت کا ہونا لازمی امر ہے اسلیئے قاعدہ کلیہ معرض تحریر میں لایا جاتا ہے کہ تمام لغت عربیہ میں یہ لفظ اپنی حقیقی معنے ہی میں مستعمل ہوا ہے اور موت کے معنے جہاں کہیں بھی لیے گئے ہیں وہ سب کنایۃً لیئے گئے ہیں۔ کیونکہ کنایہ کو مجاز میں داخل کرنا صحیح نہیں اسلیئے کہ کنایہ میں لفظ اپنے مدلول پر استعمال ہوتا ہے مگر مراد اس سے کوئی اور چیز ہوتی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلان شخص کا انتقال ہوا فلان بزرگ نے وصال پایا

تو اس سے کنایہ موت مراد ہے حالانکہ وصال وصل سے ہے اور انتقال نقل سے مشتق ہے اگر کوئی کہے کہ وصال و انتقال کے حقیقی معنے موت ہیں۔ تو اسکو جاہل کہا جائے گا۔ اگر کوئی ہٹ دھرم کہے کہ چونکہ دنیا بھر کے تمام بزرگوں کے حق میں وصال سے موت مراد ہوتی ہے لہذا موت کے حقیقی معنے کا وضع کہ موت ہے تو اسکو بے خبر کہا جائیگا۔ ایسے ہی توفی لطور کنایہ موت کے معنے میں مستعمل ہوتا ہے۔ ورنہ اسکا حقیقی ماطلق علیہ قبض اور اخذ الشیء وافیا ہے۔ فافہم وتدبر ولا تکن من الجاہلین۔

احمدیوں کا چیلنج کا حال شروع ہوگیا ہے

مرزا صاحب اور انکے حواریین ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام علماء و فضلاء کو بدیں الفاظ چیلنج دیا تھا کہ اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث سے یا اشعار و قصائد نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے یہ ثبوت

پیش کرے کہ کسی جگہہ توفّی کا لفظ
باب تفعل سے خدا تعالےٰ کا فعل
ہونے کی حالت میں جو ذی الروح
کی نسبت استعمال کیا گیا ہو۔ وہ
بجز قبض روح اور وفات
دینے کے کسی اور معنے
مثلاً قبض جسم کرکے آسمان پر اٹھانے کے معنوں میں بھی مستعمل
ہوا ہے تو میں اللہ جلشانہ کی قسم کھاکر اقرار صحیح شرعی
کرتا ہوں۔ کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت
کرکے مبلغ ہزار روپیہ نقد دونگا۔ اور آیندہ اسکے کمالات
حدیث دانی و قرآن دانی کا اقرار کرلوں گا۔

الجواب

ان قیودات سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ توفی کے حقیقی معنے
موت نہیں اگر اسکے حقیقی معنے موت ہوتے تو ان قیودات
کی کیا ضرورت تھی۔ یہہ چیلنج بالکل اسی نوع کا ہے کہ مصدر

خلق کا کوئی صیغہ ہو اور فاعل خدا ہو اور مفعول آدم اور حوا نہ ہوں تو اس جگہ خلق سے مراد ضرور نطفہ سے پیدا کرنا ہے۔ بلکہ خلق کا موضوع لہ پیدا کرنا ہے۔ ہماری طرف سے احمدیوں کو ایک ہزار روپے کا چیلنج ہے اگر وہ ہمارے مطالبے کو پورا فرمائیں۔ سنو! اگر فعل توفی رفع کے ساتھ مستعمل ہو اور فاعل دونو کا اللہ اور مفعول ذی روح ذات واحد ہو تو وہاں صرف اخذ مع الرفع ہی کے معنے ہونگے۔ نہ کوئی اور معنے اگر کوئی احمدی سارے قرآن میں ایک مقام پر بھی اسکے خلاف دکھلادے تو اسکو مبلغ ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔

عــ۳ حدیث مذکورہ بالا میں جو تشبیہ ہے اس سے کیا مراد ہے۔ یاد رکھو کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں مشابہت تامہ نہیں ہوا کرتی ملاحظہ ہو مطول ص۹۶ع التشبیہ ان یدل علے مشارکۃ امر لاٰخر یعنے تشبیہ سے مراد بیان کرنا مشارکت ایک چیز کی ساتھ دوسری چیز کے کسی

وصف میں ہے پس مقول نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور
مقول عیسٰے علیہ السلام میں اگر ایک لفظ میں بھی مشابہت
ومشارکت ہوجائے تو تشبیہ ثابت ہوجائے گی ؟ پس
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقول میں فلما توفیتنی
قبض روح مع الامساک مراد ہے اور عیسٰے علیہ السلام
کے مقول میں قبض روح مع الارسال مراد ہے۔ دوسرا
حضرت عیسٰے علیہ السلام سے سوال توءانت قلت
سے ہے اور حضور علیہ السلام سے یہ سوال نہیں تو حضور
علیہ السلام کے جواب کی مشابہت عیسٰے علیہ السلام
کے جواب سے کسطرح ہوجائے گی ؟ ہاں اگر حدیث میں بجائے
اقول کما قال العبد الصالح کے اقول ما قال العبد الصالح
ہوتا تو بھی ایک بات تھی ۔ باقی احمدی اتنا بھی نہیں سمجھتے
کہ بموجب انکے اعتقاد کے عیسٰے علیہ السلام کو قوم کے بگڑنے
کا علم نہیں تھا۔ بخلاف حضور علیہ السلام کے وہ خود پیشگوئی
فرماتے ہیں۔ اور فرشتوں کا لاتدری ما احدثوا بعد

ذٰلك فرمانا - انکی اپنی معلومات کی بنا پر ہوگا۔ مطلب
حدیث کا صرف یہہ ہے کہ میں عبدالصالح کی طرح عرض
کروں گا کہ میں اپنر بمنزلہ سرکاری گواہ تھا - اور سرکاری
گواہ کا کام نہیں کہ وہ سرکار کے خلاف تعلیم دے - ہاں
جب میری توفی یعنے قبض روح مع الامساک ہوئی
تب میرا زمانہ رقابت ختم ہوا - پھر آپ رقیب تھے - اور
آپ تمام اشیاء پر شاہد ہیں -

دوسری دلیل وفات مسیح پر

مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۔ آل عمران
۱۵ رکوع فرمایا کہ محمد رسول اللہ سے قبل جتنے بھی رسول
تھے وہ سب فوت ہو گئے - تمام قرآن میں مجرد خلا آئے
یا جبکہ صلہ من قبلہ یا صرف من ہو تو موت کے معنے
ہیں - حاصل انکی تقریر کا یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم سے پہلے کے تمام رسول جنمیں مسیح بھی شامل
ہیں مراد ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی مردوں میں

میں شامل ہو چکے ہیں۔

الجواب، قد خلت من قبلہ الرسل کا الف لام
استغراقی نہیں کیونکہ قد خلت من قبلہ الرسل میں
من قبلہ یا الرسل کی نعت نحوی تسلیم کرو اور یا الرسل
سے حال ہوا اور یہ دونوں شقیں باطل ہیں۔ شق اول
اسوجہ سے باطل ہے کہ جملہ نحویوں کا اتفاق ہے کہ کوئی
صفت موصوف نحوی پر ذکر میں مقدم نہیں ہوتی۔

. . . .

. . . .

اور شق ثانی کے باطل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ حال اپنے ذوالحال
پر ذکر میں اسوقت مقدم ہوگا۔ جبکہ ذوالحال نکرہ ہوا ور
اس آیہ میں الرسل معرفہ ہے پس من قبلہ کو خلت کے متعلق
کرنا ضروری ہوا۔ اور اگر قادیانی کے معنے تسلیم کرلیئے
جائیں تو معنے یہ ہونگے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم سے پہلے تمام رسول فوت ہو چکے اور یہ معنے درست

نہیں کیونکہ یہ آیت بایں معنے خاتم النبیین کے مرادف ہوئی اور پھر مرزا صاحب بھی نبی نہیں بن سکتے فافہم و تدبر اس ترجمہ سے تو احمدیوں کی بیخکنی ہو جائے گی اسلیئے کہ جب سب نبی فوت ہو چکے ہیں تو مرزا صاحب کو نبوت و رسالت کا ڈپلومہ کس طرح ملیگا۔

خوب یاد رکھو کہ الماد ۹۱ بحثہ نمبر ۲ کی طرح یہہ قضیہ موجبہ مہملہ ہے اور قضیہ موجبہ مہملہ قوت میں موجبہ جزئیہ کے ہوا کرتا ہے تو نتیجہ یہی نکلا کہ بعض پیغمبر زندہ ہیں اور بعض فوت ہو چکے ہیں۔ اور حضور علیہ السلام کی وفات کے موقعہ پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان حالات پر تھی اسلیئے آپ نے اسموقعہ پر اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ کو بطور شاہد پیش فرمایا۔

احمدیوں کا یہہ فرمانا کہ خَلَتْ جب مِن قبلہ سے آئے تو وہاں پر موت ہی کے معنے ہونگے: بالکل ہی غلط ہے پڑھو قَالَ ادْخُلُوا فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ

من الجن والانس فی النار ع ۸ ۱۰

اور منتہی الارب میں خلا کے معنے اسطرح آئے ہیں. خلا

بجاے خالی افتاد کہ کسے بوے مزاحمت نمیکند و گذشت

و رفت و فرستادہ شد اور لسان العرب میں ہے خلا

الشی خلوا مضے وقولہ تعالے وان من امۃ الا خلا

فیہا نذیر ع ۲۴ ۱۴ اے مضے وارسل والقرون الخالیۃ

ھم المواضی وخلا قرن وقرن اے مضے ا۔

تیسری دلیل	والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون

اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون یعنے

جنکو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ سب مخلوق ہیں اور وہ

کوئی چیز پیدا نہیں کرتے وہ مردے ہیں زندہ نہیں اور اونکو

یہہ بھی معلوم نہیں کہ وہ موت کے بعد قیامت کے دن

کب اُٹھائے جائینگے پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسیح

علیہ السلام وفات پاچکے ہیں کیونکہ جنکو خداے تعالے کے

سوا معبود مانا جائے وہ مردے ہیں اور مسیح علیہ السلام کو معبود

بنایا گیا لہذا وہ بھی مردہ ہیں۔

الجواب یہ قضیہ مطلقہ عامہ ہے لہذا آیت کا مطلب یہ ہے کہ جن معبودان باطلہ کی اللہ کے سوا پرستش کی جاتی ہے وہ کسی نہ کسی وقت مرنے والے ہیں۔ اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ وہ سب کے سب مر چکے ہیں۔ ورنہ یہ کہنا پڑیگا کہ روح القدس مر چکا ہے کیونکہ روح القدس تثلیث کا اقنوم ثالث ہے اور عیسائی اسے معبود کہتے ہیں۔ تو ایسا ترجمہ کرنے میں نہ تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہوگی اور نہ ہی مرزا صاحب نبی بن سکینگے۔

آپ خوب غور کرو کہ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ جو وقت نازل ہوئی اُسوقت محمد رسول اللہ اور آپکے مخالف زندہ تھے یا نہیں وہ زندہ تھے مگر خداوند کریم نے انکو میت کہا جسکا مطلب یہی ہے کہ وہ کسیوقت مرنے والے ہیں نہ کہ مر چکے ہیں۔ فافہم۔

احمدی اسجگہہ اعتراض فرماوینگے۔ کہ اقنوم ثالث ماتحت

صفت خلق نہیں بلکہ وہ از قبیل امر ہے۔ تو اسکا جواب یہ
ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام بھی بموجب فاذا قضے امرا
فانما یقول لہ کن فیکون از قبیل امر ہیں۔

دلیل چوتھی بر وفات مسیح | ما المسیح ابن مریم الا رسول

قد خلت من قبلہ الرسل و امہ صدیقۃ کانا
یاکلان الطعام انظر کیف نبین لھم الآیات
ثم انظر انی یؤفکون اس آیت کے کانا یاکلان
الطعام کے فقرہ سے احمدی اسطرح استدلال لیتے ہیں کہ
مسیح اور اوسکی والدہ دونوں کھایا کرتے تھے۔ کیونکہ ماضی
استمراری استعمال کرکے بتا دیا۔ کہ وہ کھایا کرتے تھے۔ اب
نہیں کھاتے۔ پس اب ترک طعام کی وجہ موت ہے تو بھی
دونو پر یکساں۔ اگر خدائے قدرت و معجزہ سے ہے تو بھی
دونوں زندہ ثابت ہوئے۔ کیونکہ دونوں کا اکٹھا ذکر ہے
نیز اسمیں احتیاج الی الطعام ثابت کی ہے۔
(الجواب) کانا جو ماضی کا صیغہ ہے انکی ماں کی وجہ سے

سے تغلیب ہے یعنے کانا یاکلان الطعام میں کانا صیغہ
مذکر کا ہے، اور مذکر کو مؤنث پر غلبہ دے کر دونوں کو
بصیغہ مذکر تعبیر کیا گیا۔ جیسے کانت من القٰنتین
میں اور کانا کی ماضویت حضرت عیسے علیہ السلام
کی ماں کی وجہ سے ہے۔ یعنے حضرت عیسے اور ان کی
ماں دونوں کھایا کرتے تھے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا
کہ دونوں مر چکے ہیں۔ بخوبی یاد رکھو کہ ایک شخص زندہ
ہو اور ایک مر چکا ہو ان کی زندگی کا مشترکہ واقعہ
اگر بیان کرنا چاہو تو اسکے لیئے ماضی استمراری کا صیغہ
ہوگا۔ اور کوئی صیغہ نہیں ملیگا۔ اگر اس فقرہ کی
عربی بنانا چاہو کہ مرزا محمود اور مرزا غلام احمد صاحب
دونوں ملکر کھانا کھایا کرتے تھے۔ تو کانا یاکلان الطعام
ہی کہوگے۔ حالانکہ مرزا محمود زندہ ہیں اور مرزا صاحب
چل بسے ہیں۔ اگر احمدی سوال فرمائیں کہ حضرت عیسے
اب کیا کھاتے ہیں تو آپ یہ حدیث بطور نظیر پیش کرو

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الوصال فی الصوم فقال لہ رجل انک تواصل یا رسول اللہ قال وایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی (متفق علیہ مشکوۃ شریف کتاب الصوم

(۲) حضرت عزیر علیہ السلام بھی سو سال تک بستر راحت پر رہے مگر کھایا پیا کچھ بھی ملاحظہ ہو فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ قال کم لبثت قال لبثت یوما او بعض یوم قال بل لبثت مائۃ عام فانظر الی طعامک وشرابک

(۳) اصحاب کہف بھی تین سو نو سال کے بعد ہی نیند سے جاگے اور خوراک نہ ملنے سے ان کا کچھ نہ بگڑا آیۃ ہو ولبثوا فی کھفھم ثلث مائۃ سنین وازدادوا تسعا

(۴) خود حضرت انسان نو ماہ تک بغیر کھائے پئے کچھ چاہے وغیرہ کے زندہ رہتا ہے۔

(۵) خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو صوم وصال سے منع کرتے ہوئے فرماتے ہیں یطعمنی ربی

وَيَسْقِيْنِيْ مجھے میرا خدا کھلاتا پلاتا ہے۔

(۶) کتاب الیواقیت والجواہر صفحہ ۱۳۱ ج ۲ المبحث الخامس والستون قال الشیخ ابو طاہر وقد شاہدنا رجلا اسمہٗ خلیفۃ الخراط کان مقیما بابہر من بلاد المشرق مکث لا یطعم طعاما منذ ثلاث وعشرین سنۃ وکان یعبد اللہ لیلا ونہارا من غیر ضعف۔ فاذا علمت ذالک فلا یبعد ان یکون قوت عیسےٰ علیہ السلام التسبیح والتہلیل۔

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا تو حضرت اسماء بنت زینب کہتی ہیں فقلت یا رسول اللہ واللہ انا لنعجن عجیننا فما نخبزہ حتے نجوع فکیف بالمؤمنین یومئذ قال یجزئہم ما یجزی اہل السماء من التسبیح والتقدیس رواہ احمد وابو داود الطیالسی مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۷

(۵) وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَادُمْتُ حَیًّا (مریم) کہ خداتعالے نے مجھے حکم دیا ہے کہ جبتک میں زندہ رہوں نماز پڑھتا رہوں اور زکوٰۃ دیتا رہوں۔ اب سوال یہہ ہی کہ وہ زکوٰۃ دیتے ہیں لوگ کو۔ آیا فرشتوں کو یا خدا کو؟ اور نماز پڑھتے ہیں۔ تو کہاں پڑھتے ہیں۔

الجواب اگر نماز ایمان پر پڑھی جائے تو اسمیں کونسا اشکال ہے۔ کیا آسمان پر عبادت کرنی ناجائز ہے اگر فرماویں کہ وہ نماز کونسی پڑھتے ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ ہماری اور انکی نماز کے ارکان میں کوئی فرق نہیں پڑھو۔ یَامَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ مَعَ الرَّاكِعِیْنَ یعنے اے مریم فرمانبرداری کر واسطے رب اپنے کے اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنے والوں کے۔

ناسخ اور منسوخ کا جھگڑا فضول ہے۔ کیونکہ قرآن کریم مصدق ہے۔ ادیان سابقہ کا۔ نہ کہ ناسخ۔ چہ ہو۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ
اور تمام قرآن کریم کی ورق گردانی کرنے سے بھی آپکو
یہ کہیں نہیں ملیگا۔ کہ قرآن کریم توراۃ اور انجیل کا
ناسخ ہے۔ اور زکوٰۃ سے مراد پاکیزگی اور طہارت ہے
دلائل حسب ذیل ہیں (۱) حضرت یحییٰ علیہ السلام
کے متعلق فرمایا وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَکٰوۃً ط (مریم) یعنے
ہمنے یحییٰ کو اپنی جناب سے نرم دلی اور طہارت عطا
فرمائی۔ اور مریم علیہا السلام کو بشارت دیگئی۔ لِاَھَبَ
لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا (مریم) یہاں بھی پاکیزگی مراد
ہے۔ یہی معنے وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ
مَا دُمْتُ حَیًّا کے یہ ہوئے کہ پروردگار عالم نے مجھے
حکم کیا ہے کہ جبتک زندہ رہوں نماز ادا کرتا رہوں۔ اور
پاکیزہ رہوں۔

اور اگر احمدی کہیں کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں
اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ آیا ہے وہاں سے

زکوٰۃ مفروضہ ہی مراد ہے یعنے نماز اور زکوٰۃ کا باہم ذکر
جہاں کہیں قرآن مجید میں ہوا وہاں سے زکوٰۃ مفروضہ
ہی مراد ہے کچھ اور تو جواب یہ ہے کہ یہ تو دلیل استقرائی
ہوئی اور دلیل استقرائی مفید یقین نہیں ہوا کرتی
اور دوسرا جواب یہ ہے کہ فرضیت ادائے زکوٰۃ صاحب
نصاب کو مستلزم ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا صاحب
نصاب ہونا پہلے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے
ثابت کر دکھاؤ۔ پھر ہمیں معترضے بتلانے میں دریغ
نہ ہوگا۔

دلیل پانچویں بروفات مسیح	وَسَلَامٌ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ

وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا (مریم) یہی تین حالتیں
حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لیے بھی آئے ہیں۔ جیسے ان کی
حالت ہوئی ویسے حضرت عیسےٰ کی۔ اگر بیچ میں کوئی اور اہم
واقعہ ہونا ہوتا تو اسکا ذکر بھی ہوتا اور فرق ظاہر کیا جاتا۔

الجواب	عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا (براہین

احمدیہ ح ۵ ص ۴۸۵ اور نیز لفظ وسیع اس سے پہلے موجود ہے
وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَمَا كُنْتُ

دلیل چھٹی بر وفات مسیح فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ
وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ (اعراف ع ۲) بنی آدم کی زندگی موت
نشأۃ ثانیہ تینوں حالتیں زمین میں ہی ہونگی۔ ظرف
مقدم مفید حصر ہے کوئی فرد باہر نہیں رہ سکتا۔ پھر
آسمان پر نہیں جا سکتے۔ اگر وہ زمین میں ہی زندہ موجود
ہیں۔ تو حدیث پھر بھی زندہ نہیں رہنے دیتی۔ فرمایا
لَا يَأْتِي مِائَةُ سَنَةٍ وَعَلَى الْأَرْضِ نَفْسٌ مَنْفُوسَةٌ
الیوم (مشکوۃ باب قرب الساعۃ)

دلیل ساتویں بر وفات مسیح وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ
وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ بنی آدم کیلئے کوئی عارضی یا
مستقل قیامگاہ نہیں کیونکہ فی الارض ظرف مقدم ہے

دلیل آٹھویں بر وفات مسیح أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا
أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا کہ جاندار و غیر جاندار اور مردوں اور

زندوں کے لیے ہم نے زمین کو قبض کرنے والی اور سمیٹنے والی
اور اپنے ساتھ ملائے رکھنے والی بنایا ہے۔

الجواب ان آیات میں مقر طبعی و اصلی کا ذکر ہے۔
جیسا کہ فرشتوں کا مقر طبعی و اصلی آسمان ہے جیسے
فرشتے اپنے مقر طبعی و اصلی سے زمین پر عارضی طور
پر نزول بحکم باری فرماتے ہیں ویسے ہی عیسے بن مریم اپنے
مقر طبعی و اصلی کو چھوڑ کر عارضی طور پر آسمانوں پر
تشریف لیگئے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے
کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں
نازل ہوتے تھے۔ خوب یاد رکھو کہ جعل تکوینی کو مجعول
الیہ تکوینی لازم نہیں پڑھو۔ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا
وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا خداوند کریم نے رات کو نیند
اور آرام کے لیے اصل قرار فرمایا اور دن کو کسب اور معاش
کے لیے اصل قرار دیا لیکن اکثر لوگ رات کو طلب معاش
کے لیے کارخانوں اور دفاتر میں کام کرتے ہیں تو انکو

اور دن کو سو جاتے ہیں تو اگر کوئی معترض کہے کہ یہ لوگ قرآن مجید کے مضمون کے خلاف چلتے ہیں تو اسکو بے فہم تصور کیا جائیگا۔ فافہم وتدبر

دوسرا جواب یہ ہے کہ دعوے خاص پر دلیل خاص کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ دلیل عام خاص منطوق دلیل کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی مدعی ابوت عیسٰے علیہ السلام کا یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ اور اِنَّا خَلَقْنَاکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی (حجرات) کو پیش کر دینا۔ اور تخصص کیطرف توجہ نہ کرنا جیسا کہ لاہوری احمدیوں کا مذہب ہے تو ایسے شخص پر بجز بے دین اور احمق ہونے کے کونسا حکم لگایا جائے گا۔

دلیل نویں بر وفات مسیح

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰاتِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ

بالبینات قالوا ھذا سحر مبین ۵ یعنے میں ایک رسول
کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد یعنے میرے مرنے کے
بعد آئے گا اور نام اسکا احمد ہوگا۔ پس وہ احمد میں ہوں

الجواب اس آیت میں جناب مرزا صاحب کا استدلال
من بعدی کے لفظ پر ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ
بعدی بعد الموت اور بعد الغیبوبیت کو شامل ہے
دیکھو آیت واتخذ قوم موسیٰ من بعدہ من حلیہم
عجلاً جسداً لہ خوار ۹-۷ ولما رجع موسیٰ
الی قومہ غضبان اسفا قال بئسما خلفتمونی
من بعدی اعجلتم امر ربکم ۹+۷ کو انمیں
بعدی سے بعد الغیبوبت مراد ہے۔ اور حدیث میں ہے
انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ
لا نبی بعدی اس سے مراد بعد الغیبوبت ہے۔

دلیل دسویں ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق
افلا یعقلون (یس ۵) ہم جسکی عمر زیادہ کرتے میں

تو اسکی بناوٹ میں اسکو اُلٹتے گھٹاتے چلے جاتے ہیں کیا یہہ لوگ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔ پھر خداوند کریم فرماتا ہے وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا (جز ۱۴) اور تم سے وہ ہے جسکو وفات دیجاتی ہے۔ اور تم سے وہ بھی ہیں جنکو ارذل ترین عمر (انتہائی بڑہاپا) کیطرف لوٹایا جاتا ہے جسکی وجہہ سے وہ جاننے کے بعد نہ جاننے والا بنجاتا ہے۔ پس مسیح بھی اس قانون سے باہر نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ وہ بھی انسان ہے۔

الجواب عام دلیل خاص دلیل منطوق کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور دوسرا یہہ ہے کہ ہم ابن مریم کو ہمیشہ کے لیے بچنے والا نہیں اعتقاد کرتے۔

دلیل گیارہویں قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا (۱۰۳) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بشریت آسمان پر جانے سے مانع ہے۔

الجواب اس ساری آیت کا مطلب یہہ ہے کہ کافروں نے حضور علیہ السلام کو کہا کہ ہم آپ پر اسوقت تک ایمان لاوینگے جبتک آپ ہمارے لیئے زمین سے چشمہ نہ نکالیں۔ یا ہمارے لیئے ایک ایسا باغ پیدا نہ فرما دیجئے کہ جسکے اندر نہریں بہتی ہوں۔ اور اس باغ میں انگور اور کھجوریں ہوں۔ یا آپ اپنے زعم کے موافق آسمان کو نہ گرادیں یا اللہ اور اسکے فرشتے تو ہمارے سامنے ہوں یا تیرے لیئے سونے کا مکان بن جاوے۔ یا آپ آسمان پر چڑھ کر دکھلاؤ۔ اور اگر آپ آسمان پر چڑھ کر دکھلا دینگے تو بھی ہم کبھی ایمان نہ لاینگے جبتک کہ آپ ہمیں ہمارے پڑھنے کی خاطر کتاب نہ لائیں۔ ان سب باتوں کا جواب اللہ عزوجل نے فرمایا کہ اے میرے حبیب آپ انکو جواب دیجئے کہ سُبحَانَ رَبِّی کہ میرا پروردگار ان سب عیوب سے پاک ہے جو تم اسکی ذات پر لگاتے ہو یعنی وہ تمہارے تمام مطالبات کو پورا فرما سکتا ہے

اور جو تم مجھ سے ان چیزوں کے وقوع کا مطالبہ کرتے ہو تو یاد رکھو کہ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا میں تو ایک بشری رسول ہوں۔ ان سب مطالبات کا پورا فرمانا خدا کا کام ہے۔ اسکا یہ مطلب نہیں کہ کوئی انسان آسمانوں پر نہیں چڑھ سکتا۔ ایسا سمجھنا احمدیوں کا جہل مرکب ہے۔ بلکہ انہیں تو یقین تھا کہ یہ آسمانوں پر چڑھ جائے گا۔ تبھی تو انہوں نے لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ کی قید لگائی کیونکہ انکے سوال محض اس بنا پر تھے کہ رسول بشری نہیں ہوتا بلکہ رسول فرشتہ ہوتا ہے۔

دلیل بارہویں | وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ کا جواب دلیل چہارم میں گذر چکا ہے اور وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ہ پارہ ۱۷ سورہ انبیاء رکوع ۱

الجواب | لَا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ کا جواب دلیل چہارم میں گذر چکا ہے اور وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ہمارہ

ہمارے لئے مضر نہیں۔ کیونکہ ہمیشہ رہنے کے ہم بھی قائل نہیں۔

دلیل تیرہویں | تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ (پ ۱)

الجواب | اسکا جواب دوسری دلیل کے ماتحت آچکا ہے۔

دلیل چودہویں | كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ

الجواب | ہمیں اسکا انکار نہیں عیسے علیہ السلام پر فنا طاری ہوگی۔ ہاں ابھی تک ہوئی نہیں

دلیل پندرہویں | هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ

الجواب | ہم سوا خدا کے کسیکو حی القیوم نہیں سمجھتے

دلیل سولہویں | اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ پارہ ۲۱ سورہ روم رکوع ۴

دلیل سترہویں | فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا پارہ ۲۲ سورہ فاطر

الجواب | عیسے علیہ السلام سنت اللہ کے ماتحت نہیں

بلکہ آیت اللہ ہیں پڑہو وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً پارہ ۱۸ سورہ مومنون رکوع ۳

دلیل اٹھارہویں أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ

الجواب ہم کب کہتے ہیں کہ موت مسیح علیہ السلام پر وارد نہیں ہوگی

دلیل انیسویں ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ سورہ مومنون جزء ۱۸

الجواب) ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت عیسے علیہ السلام اپنی کمال عمر کو پورا فرماکر وفات پاوینگے۔

دلیل بیسویں مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَٰكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ یعنے یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئیگا۔ پس اس سے بکمال وضاحت ثابت ہوا کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ دنیا میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ۔ اگر وہ آجائیں

تو محمد رسول اللہ خاتم النبیین نہیں رہ سکتے۔

الجواب اگر کہا جائے کہ فلاں آخر الاولاد تو اس سے کوئی عقل نہیں سمجھ سکتا کہ اسکی تمام اولاد فوت ہو چکی ہے۔ اور انمیں سے کوئی بھی باقی نہیں رہا۔ اور ایسے ہی آخر الجالسین۔ آخر الذاہبین۔ آخر الفاتحین آخر المساجد وغیرہ۔ ہمیں آیت سے ختم حدوث وصف نبوت کا ثبوت ملتا ہے۔ اس امر کا ثبوت کہ خاتم النبیین سے ختم حدوث وصف نبوت مراد ہے یہ ہے کہ سہل بن سعد ساعدی نے کہا کہ حضرت عباسؓ نے ہجرت کرنے کا اذن حضور علیہ السلام سے طلب کیا تو حضور علیہ السلام نے آپ کی طرف لکھا کہ اے چچا آپ ٹھیرے رہیئے فان اللہ قد ختم بِكَ الهجرة كما ختم بي النبيون۔ کنزالعمال

پس معلوم ہوا کہ وصف حدوث ہجرت کا ختم مراد ہے۔

دلیل انیسویں يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي

وادخلی جنتی جناب مرزا صاحب اس سے استدلال پکڑتے ہیں کہ جبتک کوئی شخص فوت نہ ہو جائے گذشتہ لوگوں کی جماعت میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتا۔ لیکن معراج کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح فوت شدہ نبیوں کی جماعت میں داخل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔

الجواب سنن ابن ماجہ میں ہے عن عبداللہ بن مسعود قال لما کان لیلۃ اسری برسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لقی ابراھیم وموسی وعیسٰے فتذاکروا الساعۃ فبدأوا بابراھیم فسألوہ عنہا فلم یکن عندہ منہا علم ثم سألوا موسٰے فلم یکن عندہ منہا علم فرد الحدیث الی عیسی ابن مریم فقال قد عھد الی فیما دون وجبتھا فاوجبتھا فلا یعلمھا الا اللہ فذکر خروج الدجال قال فانزل اقتلہ الخ یعنے جس رات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کو معراج کرایا گیا اُس رات آپنے حضرت ابراہیم اور حضرت
موسے اور حضرت عیسے علیہ السلام سے ملاقات کی
تو ان سب میں قیامت کی بابت ذکر چلا۔ سب سے
پہلے ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا گیا۔ آپ کو قیامت
کے وقوع کا علم نہ تھا۔ پھر موسے علیہ السلام سے دریافت
کیا گیا آپ کو بھی کچھ معلوم نہ تھا۔ حضرت عیسے علیہ السلام
کی باری آئی تو آپنے کہا کہ قیامت کے نزدیک اللہ
تعالےٰ کا مجھسے عہد ہے۔ لیکن قیامت کے وقوع کا
علم ماسوا خدا کے کسیکو معلوم نہیں۔ پھر آپنے دجال کا
ذکر کیا۔ اور کہا پھر میں نازل ہونگا۔ اور اسکو قتل کرونگا
یہ حدیث بوضاحت بیان فرما رہی ہے کہ عیسے علیہ
السلام قرب قیامت میں دجال کو قتل کرنے کے
لیئے نزول فرمائینگے - دیکھو حضور علیہ السلام بھی اس
جماعت میں موجود تھے حالانکہ آپ زندہ تھے یہ جناب
مرزا صاحب کا وہم ہے کہ مردوں کی جماعت میں زندہ

زندہ نہیں ہوتا۔

دلیل بائیسویں اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّۃً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّۃٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَۃً ط یعنے خدا وہ خدا ہے۔ جسنے تمہیں ضعف سے پیدا کیا پھر ضعف کے بعد قوت دیدی پھر قوت کے بعد ضعف اور پیرانہ سالی دی۔

الجواب اجی جناب احمدی صاحبان اکیوں آپ خدا کی قدرت کو محدود سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اصحاب کہف تین سو نو برس کے بعد پہلی نیند سے جاگے تو کیا وہ پیر فرتوت ہو گئے تھے۔ آپ آیت اللہ کو خواہ مخواہ کیوں سنت اللہ کے ماتحت کر کے لوگوں کو دھوکھہ میں مبتلا فرماتے ہیں۔

دلیل تئیسویں اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کَمَآءٍ اَنْزَلْنٰہُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِہٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْکُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ الخ

الجواب اسکا جواب بھی وہی ہے جسکا ذکر بائیسوین دلیل میں ہو چکا ہے۔

دلیل چوبیسویں اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ ۙ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ۠ الجز ۲۷ سورہ قمر یعنی متقی لوگ جو خدا تعالےٰ سے ڈر کر ہر ایک قسم کی سرکشی کو چھوڑ دیتے ہیں وہ فوت ہونے کے بعد جنات اور نہر میں صدق کی نشستگاہ میں با اقتدار بادشاہ کے پاس

الجواب ہمیں یقین کامل ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ایسے ہی عروج پر پہونچینگے۔ اے احمدیو! ہمیں کیوں شک کرتے ہو

دلیل پچیسویں لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى حَيَّيْنِ لَمَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِيْ ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۴۶ الیواقیت والجواہر

الجواب یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں بلکہ بروایت

جابر مشکوۃ میں ولو کان موسیٰ حیاً ما وسعہ الا اتباعی رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان اور دوسری جگہہ آیا ہے ولو کان حیا ادرکہ نبوتی لا تبعنی (رواہ الدارمی) احمدیوں کی پیش کردہ حدیث غیر مستند ہے اور الیواقیت والجواہر نے فتوحات مکیہ کا حوالہ دیا ہے اور فتوحات مکیہ میں یہ حدیث موجود نہیں۔ ایسی منکر حدیث کو احادیث صحیحہ مستندہ کے مقابل پیش کرنا کونسا اسلام ہے۔ اگر خواہ مخواہ اس حدیث کے الفاظ کو صحیح مانا جائے تو رفع تعارض بین الاحادیث کے لیے اسکا معنے یوں ہوگا لو کان موسیٰ و عیسیٰ حَیَّیْن علی الارض الخ

دلیل چھبیسویں واخبرنی ان عیسیٰ ابن مریم عاش مائۃ وعشرین سنۃ ولا ارانی الا ذاھب علی راس ستین زجج الکرامۃ ص۴۲۸ وحاشیہ

تفسیر جلالین زیر آیت متوفیک مطبوعہ دھلی

الجواب) یہہ حدیث احادیث مستندہ صحیحہ کثیرہ کے متعارض ہے بلکہ موضوع ہے۔ ورنہ احمدیوں کو مرزا صاحب کی عمر تیس برس کی ماننا پڑے گی۔ اگر اسکو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو اسکا مطلب یہہ ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام نے زمین پر یہہ عرصہ گذارا ہے عیش خوردنی و آنچہ بداں زیست نمایند منتہے الامر مگر یہہ حدیث بوجہ مخالف قرآن اور احادیث صحیحہ مشہورہ کے موضوع ہی ہے۔

دلیل ستائیسویں | طبقات کبیر لمحمد بن سعد جلد ثالث

ص ۲۶ پر ہے عن ھبیرۃ ابن مریم قال لما توفی علی ابن ابیطالب قام الحسن ابن علی فصعد المنبر وقال یا ایھا الناس قد قبض اللیلۃ رجل لم یسبقہ الاولون ولقد قبض فی اللیلۃ التی عرج فیھا بروح عیسےٰ ابن مریم

لیلۃ سبع وعشرین من رمضان

الجواب روح کی اضافت عیسےٰ ابن مریم کیطرف اضافت بیانیہ ہے بمعنے عرج فیہا بالروح الذی ہو عیسی ابن مریم اور اسکا قرینہ یہ ہے کہ حضرت حسنؓ نے حضرت علی کے لیئے قبض کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور عیسےٰ بن مریم کے لیئے عرج چونکہ بدلیل قولہ تعالےٰ فنفخنا فیہا من روحنا (سورۃ الانبیاء) اور فارسلنا الیہا روحنا (مریم) اور شفاء ص ۲۶ جلد ا ولکن علیکم بعیسے فانہ روح اللہ تعالےٰ حضرت عیسےٰ روح اللہ ہیں اور نیز طبقات ابن سعد جلد ا ص ۲۶ پر ہے عن ابن عباس وان اللہ رفعہ بجسدہٖ وانہ حي الأن وسیرجع الی الدنیا فیکون فیہا ملکا ثم یموت کما یموت الناس

دلیل اٹھائیسویں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دو مسیحوں کو دو مختلف حلیوں میں دیکھا ہے باقی نبیوں

کے ساتھ جب حضرت عیسےٰ کو دیکھا۔ تو فرمایا فاما عیسےٰ فاحمر جعد عریض الصدر۔ مگر جب دجال کے ساتھ آنیوالے مسیح کو دیکھا تو فرمایا فاذا رجل آدم کا حسن ما یری من ادم الرجال تضرب لمۃ بین منکبیہ رجل الشعر یقطر راسہ ماءً۔ بخاری جلد ۲ کتاب بدء الخلق باب واذکر فی الکتاب مریم۔ پہلے عیسےٰ کو سرخ رنگ گھونگھر والے بالوں والا فرمایا۔ مگر دجال کے ساتھ جو عیسےٰ کو دیکھا اسے گندم گون سیدھے بالو والا ظاہر کیا۔ معلوم ہوا آنے والا اور ہے اور جانیوالا اور ہے۔

الجواب: فی البخاری ص۴۸۹ حدثنا احمد بن محمد المکی قال سمعت ابراھیم بن سعد ثنی الزھری عن سالم عن ابیہ قال لا واللہ ما قال النبی صلی اللہ وسلم لعیسےٰ احمر ولکن قال بینما انا نائم اطوف بالکعبۃ فاذا

فاذا رجل ادم سبط الشعر یہادی بین رجلین ینطف راسہ ماءً او یہراق راسہ ماءً فقلت من ھذا قالوا ابن مریم فذھبت التفت فاذا رجل احمر جسیم جعد الراس اعور یمینہ الیمنیٰ کان عینہ عنبۃ طافیۃ فقلت من ھذا قالوا ھذا الدجال واقرب الناس بہ شبہا ابن قطن قال الزھری رجل من خزاعۃ ھلک فی الجاھلیۃ البخاری ص ۹۹

دیکھو اس میں صحابی حلفی نفی فرماتے ہیں اور دو شخصوں کے دو مختلف حلیوں میں جب کوئی استحالہ نہیں تو حلفی نفی کا کیا معنے اور محدثین نے فرمایا کہ گندم گون رنگت کو جب صاف کیا جائے تو سرخ ہو جاتا ہے۔ اور سیدھے بال قدرے جعودت کے منافی نہیں۔ اور رسول علیہ السلام نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا حلیہ تر و تازگی کا بیان

ہے۔ کانما خرج من دیماس گویا کہ آپ حمام سے ابھی غسل کرکے نکل رہے ہیں احمدی صاحبان اعتراض تو فرما دیتے ہیں مگر خود بہت سے نبیوں کا حلیہ ایک میں جمع فرما رہے ہیں۔ دیکھو مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا ؛ منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

دیکھو موسےٰ اور عیسےٰ علیہما السلام کے حلیوں کو اپنی واحد ذات میں جمع فرما رہے ہیں۔

تحقیق انیق

لسان العرب میں لکھا ہے الآدم من الناس الاسمر اور اسی میں لکھا ہے و فی وصفہ صلے اللہ و کان اسمر اللون و فی روایتہ ابیض مشربا بالحمرۃ یعنے آدم اسمر کو کہتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسمر اللون تھے۔ اور ایک روایت سے ثابت

سے ثابت ہے کہ حضرت کا رنگ گورا تھا جبین نہایت
سرخی تھی اس سے ثابت ہے کہ عیسٰے علیہ السلام
مثل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نہایت سرخ و سفید
تھے. غرضیکہ اس تقریر سے احمر و آدم میں جو تعارض
معلوم ہوتا ہے اُٹھ جاتا ہے۔

دلیل اُنتیسویں قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد
ما صلے العشاء لیلۃ ارأیتکم لیلتکم ھٰذہ
فان رأس مائۃ سنۃ لایبقے ممن ھوالیوم علے
ظہر الارض احد (خازن ج ۳ ص ۲۰۰) اس سے
معلوم ہوا کہ جو زمین میں پیدا ہوا اور خاک میں سے نکلا
وہ کسی طرح بھی سو برس سے زیادہ نہیں رہ سکتا
الجواب) حدیث شریف کا مطلب صرف یہ ہے کہ آج
جو شخص زمین کی پشت پر ہے ان میں سے صدی
کے شروع میں کوئی نہیں رہے گا۔ اور جناب مرزا
صاحب کا یہ معنے بیان فرمانا کہ جو شخص زمین کی مخلوقات

سے ہے۔ وہ سو برس کے بعد زندہ نہیں رہیگا بالکل صحیح نہیں فافہم وتدبر اور جناب مرزا صاحب ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں کہ لبید کے فضائل میں سے ایک یہ بھی تھا جو لبید نے نہ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا بلکہ ترقیات کا زمانہ خوب دیکھا اور سنہ ۴۱ھ میں ایک سو ستاون برس کی عمر پاکر فوت ہوا۔

دلیل تیسویں قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اعمار امتی ما بین الستین الی السبعین واقلھم من یجوز ذلک (ترمذی ابن ماجہ) یعنے اکثر عمریں میری امت کی ساٹھ سے ستر برس تک ہونگی اور ایسے لوگ کمتر ہونگے جو ان سے تجاوز کریں۔

الجواب) اقلھم من یجوز ذلک اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ امتیوں میں سے کچھ امتی ایسے بھی ہونگے

کہ جنکی عمر اس تعداد سے تجاوز کرے گی۔ اور یہ بات ہمیں مضر نہیں کیونکہ تجاوز کی انتہا بیان نہیں کیگئی۔

قول فیصل ناظرین حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات پر جسقدر آیات پیش کی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں جس سے وفات عیسےٰ ثابت ہو۔ اور جسقدر آیات اور احادیث کہ جناب مرزا صاحب اور احمدی پیش کرتے ہیں تو محض سنتہ اللہ اور آیت اللہ میں فرق نہ سمجھنے کی بنا پر ہے۔ ہم آیت اللہ اور سنتہ اللہ کا فرق بیان کر دیتے ہیں تاکہ آپ اپنے ایمان کو ان ڈاکوؤں سے بچا سکیں۔ سنتہ اللہ یعنے قانون قدرت خدا تعالےٰ کے ان افعال سے مراد ہے جو قدرتی طور پر ظہور میں آئے۔ آئندہ آئینگے۔ قانون قدرت کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ ایک حقیقت ثابت شدہ کے آگے ٹھہر سکے جیسے خدا تعالےٰ خود غیر محدود ہے۔ ویسے ہی اسکی قدرتیں

غیر محدود ہیں۔ خدا کی قدرت کو محدود سمجھنا بے ایمانی
کی علامت ہے

خوب یاد رکھو کہ عادلتِ الٰہیہ جو بنی آدم سے تعلق
رکھتی ہیں دو طور کی ہیں۔ ایک عادلتِ عامہ جو
زیر پوشش اسباب ہو کر سب پر مؤثر ہوتی ہیں۔ دوسری
عادات خاصہ جو بتوسط اسباب خاص ان لوگوں
سے تعلق رکھتی ہیں جو اسکی رضا اور محبت میں کھوئے
جاتے ہیں۔ اور اسی درجہ میں جب کوئی انسان پہونچ
جاتا ہے تو اس سے خرق عادات کا ظہور ہوتا ہے
اور اللہ عزوجل جب کوئی کام بتوسط اسباب خاص
پیدا فرماتا ہے تو اسکا نام شریعت الٰہیہ میں آیۃ اللہ ہے۔
اسکو معجزہ اور کرامت وغیرہ ناموں سے موسوم کرتے
ہیں۔ سنۃ اللہ اور آیۃ اللہ میں عموم خصوص مطلق کی
نسبت ہے۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں آیت کا لفظ
کسی امر کے متعلق آیا ہے تو اس سے امور خارق عادات

مراد ہیں اسکو سنت اللہ کہنا غلط ہے ہم کچھ مقامات لکھتے ہیں تاکہ ناظرین کی حق کی طرف راہنمائی ہو۔

(۱) اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ؁ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَۃً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ؁ پ۲۷ قمر بخاری مجتبائی ص۷۲۱ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضہ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةً فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَةً دُوْنَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْهَدُوْا اور بخاری کی دوسری حدیث میں ہے انْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الخ اور تیسری حدیث عبد اللہ بن عباسؓ سے بدیں الفاظ ہے انشق القمر فی زمان النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ اور بخاری کی چوتھی حدیث حضرت انسؓ سے بدیں الفاظ آئی ہے کہ سال اہل مکۃ ان یریھم اٰیۃ فاراھم انشقاق القمر یعنے مکہ کے

لوگوں نے جناب نبی کریم سے سوال کیا کہ ہمیں کوئی نشان دکھاوٗ۔ تو حضور علیہ السلام نے ان کو چاند دو ٹکڑے کرکے دکھلایا۔

احمدیو! یہ آیت اللہ ہے اسکو سنت اللہ کہنا غلطی ہے۔ بھلا تم اپنی انگلی سے اشارہ کرکے چاند دو ٹکڑے تو کر دکھاوٗ

(۲) وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ ۝ قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ ۝ قَالَ أَلْقِهَا يَا مُوسَىٰ فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَىٰ ۝ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ ۝ وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ۔ لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَىٰ ۝ پ۱۶ طٰہٰ اور سورہ اعراف پارہ ۹ میں آتا ہے کہ جب موسٰے علیہ السلام نے فرعون سے قوم کی رہائی کا مطالبہ کیا تو

تو اسنے کہا اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۔ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۔ وَنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۔

احمدیو اسنت اللہ تو یہ تھی کہ کوئی عصا اژدہا نہ بنے اور کیسکا ہاتھ بجلی کیطرح چمکدار نہ ہوجاے مگر موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدہا بنتا ہے اور اس سے موسیٰ علیہ السلام خوف کہاتے ہیں اور آپ کا ہاتھ بہت سفید چمکدار ہوجاتا ہے۔ جس سے دیکھنے والے کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ اسکو خدا نے آیت فرمایا سنت نہیں فرمایا۔

(۳) اصحاب کہف کا واقعہ پارہ ۱۵ الکهول کر مطالعہ کرو۔ دیکھو تین سو برس وہ پہلی نیند سے جاگے اور انہیں معلوم ہوا کہ ہم دن کا کچھ حصہ یا ایک دن ٹھہرے ہیں۔ خداوند کریم نے وہاں یہ فرمایا ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ

یعنے یہ واقعہ اللہ کے نشانات سے ہے، یہ واقعہ بھی آیت اللہ ہے اسکو سنت اللہ مت خیال کرو۔ تین سو نو برس سونا اور بغیر کھائے پئے تندرست رہنا اللہ کی آیات میں سے عظیم الشان آیت ہے۔

(۴) سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا۔ پارہ ۱۵ کا آغاز اور سورہ نجم میں آتا ہے وَلَقَدْ رَاٰہُ مِنْ اٰیٰتِنَا الْکُبْرٰی۔

یہ بھی آیت اللہ ہے اسکو سنت اللہ مت خیال کرو یہ عام قانون نہیں بلکہ خاص ہے جسکو آیۃ اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۵) وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَهَیْـَٔۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی

وَ اُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ ۚ وَ اُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ پارہ تلک الرسل آل عمران

احمدیو! اللہ کی سنت یہہ رہی کہ عام انسان سے ان باتوں کا ظہور ہونا آیات اللہ سے ہے اسکو سنتہ اللہ مت خیال فرماؤ۔

(۶) حضرت زکریا کی دعا اور حضرت یحییٰ کی ولادت کا واقعہ سورہ مریم میں موجود ہے۔ ظاہری اسباب مفقود ہیں عورت بانجھہ ہے اور زکریا علیہ السلام بوڑھے ہیں مگر یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوتے ہیں۔ تو یہہ واقعہ بھی آیتہ اللہ ہے سنت اللہ نہیں۔

(۷) سورہ مریم میں ہے کہ جب خدا کی روح انسانی شکل میں متمثل ہوکر مریم کے پاس آئی۔ اور اسنے پاکیزہ لڑکے کی بشارت دی توچونکہ ظاہری اسباب مفقود تھے جھٹ اعتراض کیا کہ میرے لڑکا کہاں سے

ہوجائیگا حالانکہ مجھے کسی انسان نے آجتک ہاتھ نہیں لگایا۔ اور میں بدکارہ بھی نہیں ہوں۔ تو اسکا جواب روح اللہ نے یہی دیا کہ یونہی۔ یعنے تو زانیہ بھی نہو اور تجھے کوئی انسان ہاتھ بھی نہ لگائے مگر تیرا پروردگار فرماتا ہے کہ یہ بات مجھپر آسان ہے۔ پھر فرمایا وَلِنَجْعَلَہٗٓ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا یعنے ہم اس واقعہ کو لوگوں کے لئے اپنی قدرت کا نشان بنائینگے۔ تا کہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ ہم اتنے وسیع قدرت والے ہیں کہ بغیر باپ کے بھی ہم فرزند پیدا کرسکتے ہیں۔ اے مریم یہ امر تو ہوکر رہے گا۔ قدنی اور لاہوری احمدیو! یہ بھی آیۃ اللہ ہے اسکو سنت اللہ مت سمجھو

(۴) پارہ ۱۹ سورہ نمل۔ سلیمان علیہ السلام نے جب اپنے سرداروں کو فرمایا کہ بلقیس کا تخت اُٹھا لاؤ۔ ایک عفریت نے کہا کہ آپ کے کھڑے ہونے سے پہلے تخت کو اُٹھا کر لے آتا ہوں تب اس شخص نے کہ جسکے پاس

کتاب کا علم تھا عرض کی کہ میں آپ کی آنکھ جھپکنے میں لے آتا ہوں سو ایسا ہی ہوا۔ قرآن کریم نکال کر دیکھو اور خوب غور سے پڑھو۔ بتلاؤ اس میں کونسی طاقت تھی جسکی وجہ سے تخت اتنی جلدی آگیا۔

اب **چند مثالیں حدیث سے** پیش کرتا ہوں۔ شاید کوئی خدا کا بندہ ہدایت پاجائے

(۱) عن انس رضؓ قال اتی النبی صلی اللہ باناء وھو بالزوراء فوضع یدہ فی الاناء فجعل الماء ینبع من اصابعہ فتوضأ القوم قال قتادہؓ قلت لانس کم کنتم قال ثلثمائۃ اوزھاء ثلثمائۃ (بخاری مسلم) حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ مقام زوراء میں حضور علیہ السلام کے پاس ایک برتن لائے حضور علیہ السلام نے اپنا ہاتھ مبارک اس برتن میں رکھا۔ آپ کی پانچوں مبارک انگلیوں سے پانچ فوارے جاری ہوگئے۔ قوم نے

اس پانی سے وضو کیا۔ اور بعض روایتوں میں آتا ہے
کہ اپنے مشکیزے بھی بھر لیے۔ حضرت انس سے دریافت
کیا گیا کہ اس روز آپ لوگ کسقدر تھے۔ حضرت
انس فرماتے ہیں کہ تین سو کے قریب صحابہ موجود تھے

احمدیو! اسکو آیۃ اللہ سمجھنا۔ یہ سنت اللہ ہے
اگر سنت اللہ ہے تو ذرا تم بھی کرکے دکھلاؤ۔

(۶) حضور علیہ السلام ام سلیم کے گھر تین چار جو کی
روٹیوں پر دعاء برکت فرماتے ہیں۔ حضور علیہ السلام
کے حکم سے دس دس آدمیوں کی ٹولیں اندر جاتی
ہیں اور پیٹ بھر کر باہر آجاتی ہیں۔ حضرت انس بھی
فرماتے ہیں کہ اس روز اسی آدمیوں نے پیٹ بھر کر
کھانا کھایا۔ یہ سب واقعہ ایک بہت طولانی حدیث
بخاری و مسلم میں موجود ہے۔

(۷) حضرت جابر فرماتے ہیں۔ حدیبیہ کے روز لوگوں
کو پیاس لگی اور اللہ کے رسول ہم میں موجود تھے

آپ کے سامنے اسوقت آفتابہ وضو کے لئے رکھا تھا سب لوگ حضور کے پاس شاکی ہوئے کہ حضور ہمارے پانی نہیں جس سے وضو کریں۔ اور اپنی پیاس کو فرو کریں۔ حضور علیہ السلام نے اپنا ہاتھ لوٹے میں رکھا آپ کے دست مبارک کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوگئے۔ اس پانی سے ہم سب نے سیراب ہوکر پیا۔ جب حضرت جابرؓ سے سوال کیا گیا کہ اُس روز تم کتنے آدمی تھے۔ حضرت جابرؓ نے جواب میں فرمایا کہ ہم پندرہ سو تھے۔ اگر لاکھ بھی ہوتے تو اس روز اس سے سیراب ہو جاتے۔

احمدیو! خدا کے لیے راہِ راست پر آجاؤ۔ خدا کی قدرت کو محدود نہ سمجھو۔

اب چند حوالجات جناب مرزا صاحب کی طرف سے پیش کرتا ہوں۔

(۱) سرمہ چشم آریہ صفحہ ۵۹ سطر ۱۵ سے پڑھو۔ دیکھو جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ بعض اوقات ایک ایسے طور سے شور محبت دل پر استیلاء پکڑتا ہے اور عشق الہی کے پُر زور جذبات اور صدق اور یقین کی سخت کششیں ایسے مقام پر انسان کو پہنچا دیتی ہیں کہ اس عجیب حالت میں اگر وہ آگ میں ڈالا جاوے تو آگ اسپر اثر نہیں کرسکتی۔ اگر وہ شیر دل او بھیڑیوں اور ریچھوں کے آگے پھینکدیا جائے تو وہ انکو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ کیونکہ وہ صدق اور عشق کی کامل اور قوی تجلیات سے بشریت کے خواص کو پھاڑ کر کچھ اور ہو جاتا ہے۔

(۲) جناب مرزا صاحب شق القمر کے معجزہ کا یقین دلانے کے لیئے فرماتے ہیں کہ علامہ شارح قانون جو طبیب حاذق اور بڑا بھاری فلسفی ہے۔ ایک جگہہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے جو یونانیوں میں یہہ قصے مشہور ہیں جو بعض عورتوں کو جو اپنے وقت میں عفیفہ اور صالحہ تھیں بغیر صحبت مرد کے حمل ہو کر اولاد ہوئی۔ پھر علامہ موصوف بطور رائے کے لکھتا ہے کہ یہ سب قصے افترا پر محمول نہیں ہو سکتے کیونکہ بغیر کسی اصل صحیح کے مختلف افراد اور مہذب قوموں میں ایسے دعاوی ہرگز فروغ نہیں پا سکتے ہیں اور نہ عورتوں کو جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ زانیہ ہونے کی حالت میں اپنے حمل کی ایسی وجہ پیش کریں

بس ہے اور [illegible] اور پھر ایسے بہتانات سے پرہیز کرنا چاہیئے کہ خواہ مخواہ ایسی تمام عورتوں پر زناہ کا الزام لگائیں جو مختلف ملکوں اور قوموں

اور زمانوں میں مستور الحال گذر چکی ہیں۔ کیونکہ طبعی قواعد کی رو سے ایسا ہونا ممکن ہے۔ وجہ یہہ کہ بعض عورتیں جو بہت ہی نادر الوجود ہیں۔ بباعث غلبہ رجولیت اس لائق ہوتی ہیں کہ اسکی منی دونو طور پر قوت فاعلی اور انفعالی رکھتی ہو اور کسی سخت تحریک خیال شہوت سے جنبش میں آکر خود بخود حمل ٹھیرنے کا موجب ہو جائے سرمہ چشم آریہ صفحہ ۳۴ مصنفہ مرزا صاحب۔

(۳) جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ حال کے زمانہ میں بعض نے تین سو برس سے زیادہ عمر پائی ہے جو بطور خارق عادت ہے اور بعض کی قوت حافظہ یا قوت نظر ایسے کمال درجہ کی ہو تجتی ہے جو اسکی نظیر نہیں پائی گئی۔ سرمہ چشم آریہ۔ صفحہ ۳۸

(۴) جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ کچھ تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ مظفر گڈھ میں ایک ایسا بکرا پیدا ہوا کہ بکریوں

کیطرح دودہ دیتا تھا جب اسکا شہر میں بہت چرچا پھیلا تو میکالف صاحب ڈپٹی کمشنر مظفر گدڈہ کو بھی اطلاع ہوئی۔ تو انہوں نے یہہ ایک عجیب امر قانون قدرت کے برخلاف سمجھکر وہ بکرا اپنے روبرو منگوایا۔ چنانچہ وہ بکرا جب انکے روبرو لایا گیا تو شاید قریب ڈیڑہ سیر دودہ کے اسنے دیا۔ اور پھر وہ بکرا الحکم ڈپٹی کمشنر عجائب خانہ لاہور میں بھیجا گیا۔ تب ایک شاعر نے اسپر ایک شعر بھی بنایا۔ اور وہ یہہ ہے شعر

مظفر گدڈہ جہاں ہے مکالف صاحب عالی ؛
یہاں تک فضل باری ہے کہ بکرا دودہ دیتا ہے ؛

سرمہ چشم آریہ صـ ۳۹

(۵) جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ تین معتبر اور معزز آدمیوں نے میرے پاس بیان کیا کہ ہمنے بچشم خود چند مردوں کو عورتوں کی طرح دودہ دیتے دیکھا ہے۔ بلکہ ایک نے ان میں سے کہا کہ امیر علی نام ایک

سید کا لڑکا ہمارے گاؤں میں اپنے باپ کے دودھ

سے ہی پرورش پاتا تھا۔ کیونکہ اسکی ماں مرگئی تھی

سرمہ چشم آریہ ص ۳۹

(۶) جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ بعض نے

یہ بھی دیکھا کہ چوہا مٹی خشک سے پیدا ہوا جسکا آدھا

دھڑ تو مٹی تھی اور آدھا چوہا بن گیا۔ سرمہ چشم ص ۳۹

(۷) جناب مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ حکیم فاضل

قرشی یا شاید علامہ نے اور غالباً قرشی نے خود اپنی

آنکھ میں سوراخ ہوکر اور پھر اس راہ سے مدت تک

براز یعنے پاخانہ ہونا تحریر کیا ہے ۱۲ سرمہ چشم آریہ ص ۳۹

(۸) جالینوس سے سوال کیا گیا۔ کہ انسان آنکھوں

کی راہ سے سن سکتا ہے۔ اسنے جواب دیا کہ ہنوز

تجربہ شہادت . . . .

. . . .

. . . .

نہیں دیتا۔ لیکن ممکن ہے کہ کوئی ایسی مشارکت کا نون اور آنکھوں کی مخفی ہو جو کسی ہاتھ کے عمل سے یا کسی سماوی موجب سے ظہور پذیر ہو کر اس خاصیت کے ظہور کا موجب ہو جائے۔ کیونکہ ابھی علم اشد کلی خواص مختتم نہیں ہوا۔ سرمہ چشم آریہ صفحہ ۳۹

ان حوالجات سے معلوم ہوا کہ عوام الناس کی نظر اکثر امور کثیر الوقوع اور متواتر الظہور پر ہوا کرتی ہے اور یہ بھی ہوتا ہے کہ عام لوگوں کی نگاہ میں جو باتیں کثیر الوقوع اور متواتر الظہور ہوں وہ بطور قاعدہ یا قانون قدرت کی مانی جاتی ہیں۔ اور انہی کی سچائی پر انہیں اعتماد ہوتا ہے اسلیئے دوسرے امور جو نادر الوقوع ہوتے ہیں وہ بمقابل امور کثیر الوقوع کے نہایت مضمحل اور مشتبہ بلکہ باطل کے رنگ میں دکھائی دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے عوام کیا بلکہ خواص کو بھی انکے وجود میں شکوک و

شبہات پیدا ہو جاتے ہیں۔ سو بڑی غلطی جو حکما کو پیش آتی ہے اور بڑی بھاری ٹھوکر جو انکو آگے قدم رکھنے سے روکتی ہے۔ یہہ ہے کہ وہ امور کثیر الوقوع کے لحاظ سے نادر الوقوع کی تحقیق کے درپے نہیں ہوتے" اور جو کچھ اُنکے آثار چلے آتے ہیں۔ ان کو صرف قصے اور کہانیاں خیال کر کے اپنے سر سے ٹال دیتے ہیں۔ حالانکہ یہہ قدیم سے عادت اللہ ہے جو امور کثیر الوقوع کے لحاظ سے نادر الوقوع عجائبات بھی کبھی کبھی ظہور میں آتے رہتے ہیں۔ اسکی نظیریں قرآن وحدیث وکتب پیشین میں بہت ہیں جنکا لکھنا موجب تطویل ہے۔

میرے عقلمند احمدی بھائیو! خوب غور سے میری بات کو سنو میں آپ کی خدمت میں مؤدبانہ عرض کرتا ہوں کہ آپکا حضرت عیسے علیہ السلام کو سنت اللہ کے ماتحت لانا کس بنا پر ہے۔ کیا پروردگار عالم نے

حضرت عیسے علیہ السلام کو سنت اللہ فرمایا ہے۔ سب سے
پہلے آپ کا فرض ہے کہ قرآن سے حضرت عیسے کا
سنت اللہ ہونا ثابت کرو پھر آپ کو ہم سچا مان لینگے
اے حضرات کسی امر کو سنت اللہ ثابت کرنے کے دو
طریقے ہیں (۱) نقلی (۲) استقرائی نقلی کے معنے
یہہ ہیں کہ اللہ عزوجل کسیکو سنت فرماوے۔ اور
استقرائی کے یہہ معنے ہیں کہ اس کارخانہ قدرت
کے نظام پر غور کر کے کسی امر کو ہم سنت قرار دیں۔
پس اگر اس کارخانہ قدرت میں کوئی چیز خارج میں
ایسی موجود ہو جو قرارداد سنت الٰہیہ کے منافی
ثابت ہو تو اسکو سنت اللہ نہیں کہینگے بلکہ آیۃ اللہ
کہینگے پھر استقراء کی دو قسمیں ہیں تام اور ناقص استقراء تام
تمام جزئیات پر ہوتا ہے۔ اور کوئی جزئی اس سے
خارج نہیں رہتی۔ اور استقرائی ناقص تمام جزئیات
کا حصر نہیں کرتا۔ بلکہ اکثر جزئیات کا حصر کرتا ہے

اور بعض اس سے خارج بھی رہتی ہیں۔ پس استقراء تام عقلی جو عقلاً سب جزئیات کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے مفید یقین ہوتا ہے۔ اور استقراء ناقص مفید ظن ہوتا ہے۔

چونکہ خداوند کریم کی قدرت اور اوسکی مخلوقات کا احاطہ وحصر انسانی علم سے بالا ہے۔ لہذا اوسکی نسبت استقراء تام نہیں ہو سکتا۔ کسی امر کو سنت اللہ ثابت کرنے کے لیئے ضروری ہے کہ پہلے قرآن مجید سے ثبوت دیا جائے۔ جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن سے سنت اللہ ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ تو کیوں خواہ مخواہ سنت اللہ والی آیتیں سنا کر حضرت عیسےٰ کی وفات ثابت کی جاتی ہے حضرت عیسےٰ آیۃ اللہ ہیں اور اسپر حسب ذیل دلائل ہیں۔

(۱) قال وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ (سورۃ انبیا پارہ ۱۷) (۲) وقال وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ

وَاٰتَیْنٰہُ اٰیَۃً (سومنون پارہ ۱۸ ۱لا ۳) وَلِنَجْعَلَہٗ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ (سورہ مریم) وَجَعَلْنٰہُ مَثَلًا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ (سورہ زخرف)

اور آیت وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا (فتح پارہ ۲۶) اور وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَحْوِیْلًا (پارہ ۲۲) کا یہ معنے ہے اللہ کی سنت کو اللہ کے سوا دوسرا کوئی نہیں بدل سکتا اسکے معنے یہ نہیں کہ اللہ کی سنت قابل تبدیل نہیں۔ تبدیل اور تحویل دونو متعدی مصدر ہیں۔ جنکے معنے بدل دینا اور ٹالدینا ہے جیسا کہ خود خدا فرماتا ہے لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ (سورہ کہف) اور لا مبدل لکلمتہ

بحث حیات مسیح ابن مریم علیہ السلام از قرآن حکیم

وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ

اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَہِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ پارہ آل عمران

اس آیت میں چار وعدے اللہ عزوجل نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے اسوقت کیئے جبکہ انہوں نے حضرت مسیح ابن مریم کو نیست ونابود کرنے کی خفیہ تدبیریں کیں۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ یہ چاروں وعدے قیامت سے پہلے پہلے ظہور پذیر ہو جائینگے۔ اور الیٰ یوم القیمۃ بروئے قواعد عربیت ہر چہار واقعات مسیحیہ کے متعلق ہے۔ پہلا وعدہ متوفیک بمعنے منیمک ہے اور دوسرا رافعک بمعنے رافعک الی السماء ہے اور تیسرا مطہرک من الذین کفروا جسکے

معنے یہ ہیں کہ جو الزام یہودنامسعود حضرت عیسےٰ پر لگاتے تھے ان سب سے آپ بری کیے جائینگے اور چوتھا وعدہ یہ کیا کہ آپکے متبعین کو آپکے منکرین پر غلبہ دیا جائیگا۔ اور پھر بتلایا کہ یہ ہر چہار واقعات قیامت سے پہلے پہلے پورے ہونگے۔

اور یہ مسئلہ اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ لاخلف فی خبر اللہ و وعدہ کا پڑھو۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۱۳/۳ اور فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ مُخْلِفَ وَعْدِہٖ رُسُلَہٗ ۱۴/۱۳ جب اللہ عزوجل نے ان چہار واقعات کا حضرت مسیح ابن مریم سے وعدہ کیا تو ان کا ایفائے لازمی ہے۔ ایفائے وعدے کی آیتیں ملاحظہ ہوں (۱) فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ یعنے جبتک میں ان میں رہا تیری طرف سے بمنزلہ شاہد رہا۔ پس جب تونے مجھے سلا دیا تو پھر تو رقیب تھا اور تو ہر چیز پر شاہد ہے۔ یعنے سوال تعلیم سے ہی

تو نے انہیں شرک کی تعلیم دی تھی عرض کیا کہ میں کیسے
شرک کی تعلیم دے سکتا تھا۔ کیونکہ میں شاہد تھا اور
شاہد کا کام یہ نہیں کہ وہ سرکار کے خلاف تعلیم دے
پس جب آپنے مجھے سلا دیا تو پھر آپ نگران اور شاہد تھے
اس تقریر سے معلوم ہوا کہ فلما توفیتنی ایفائے
وعدہ ہے یا عیسٰی انی متوفیک کا فاما فہم وبہ
ولا تکن من الهالکین

(۲) دوسرا وعدہ تھا رافعک اسکے ایفائے وعدہ
کی آیت پیش کی جاتی ہے اسکو خوب غور سے سمجھ لو
وقولهم انا قتلنا المسیح عیسٰی ابن مریم
رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم
وان الذین اختلفوا فیه لفی شک منه
ما لهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه
یقینا بل رفعه الله الیه وکان الله عزیزا
حکیما ترجمہ یہود اسوجہ سے مورد لعنت ہوئے کہ

وہ یہہ کہتے تھے کہ ہمنے عیسٰے علیہ السلام کو قتل کردیا اور صلیب پر چڑھا دیا حالانکہ یہہ سب غلط ہے نہ قتل کر سکے اور نہ صلیب چڑھا سکے ہاں اشتباہ ہو گیا ہے اسیوجہ سے وہ خود آپسمیں مختلف ہیں۔ محض اپنے گمان اور خیال کا اتباع کر رہے ہیں۔ حالانکہ قتل یقیناً نہیں ہوا بلکہ حق تعالے نے اسی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اُٹھا لیا۔ اور حق تعالے بہت غالب ہے۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ میں مفعول بہ المسیح ہے اور اس سے مراد جسم مع الروح ہے کیونکہ قتل روح غیر ممکن ہے۔ قتل اور صلب کے قابل روح نہیں اور نہ ہی یہود کا دعوٰے روح کا تھا پس ثابت ہوا کہ یہود کا یہہ دعوٰے ہے کہ ہمنے مسیح کو قتل کر دیا جو قبل از قتل زندہ تھا اور خداوند کریم انکے اس دعوے کی تردید

مَا قَتَلُوہُ اور مَا صَلَبُوہُ اور مَا قَتَلُوہُ یَقِیْنًا بَلْ
رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ سے فرماتا ہے اور یہ امر بالکل
بدیہی ہے کہ دعوے اور تردید دعوے میں منافات
ہی ہوا کرتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہود نامسعود کے
دعوے کی تردید اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ جب
رفع سے رفع جسمانی مراد لیا جاوے اگر رفع روحانی
اعزازی مراد لیا جائے تو یہود کے دعوے کی تردید
نہیں ہو سکتی بلکہ تائید ہو جائے گی۔ کیونکہ قتل
وصلب سے رفع روحانی اور رفع عزت کو کوئی
منافات نہیں ہو گا۔ رفع روحانی اور رفع عزت
قتل اور صلب کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے
جیسا کہ شہداء مسلمین اور قرآن شریف میں
آتا ہے فَفَرِیْقًا کَذَّبْتُمْ وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ ہ
اور ایسا ہی واقعہ صلیب حضرت عبداللہ بن زبیر
کتب تواریخ میں موجود ہے۔ وہ اور نیز واقعہ صلیب

مخصوص بحق عیسے علیہ السلام نہیں بلکہ عامہ مومنین
اور علمائے اسلام کے لیے ثابت ہے کقولہ عزوجل
يَرْفَعُ اللهِ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا
الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ط پارہ ۲۸ سورہ مجادلہ پس اس
آیت سے دلیل پکڑنی کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ میں
رفع عزت مراد ہے بالکل غلط ہے اسلیئے بل رفعہ
اللہ میں رفع مسیح فی نفسہ مذکور ہے اور آیت مندرجہ
بالا میں لفظ درجات موجود ہے۔
(۲) دوسری وجہ استدلال یہ ہے کہ مَا قَتَلُوهُ
يَقِيناً بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ بل ابطالیہ ماضی پر داخل ہے اور بل ابطالیہ جس
ماضی پر داخل ہوگی اسکی ماضویت ماقبل بل کے
لحاظ سے ہوتی ہے تو اس قاعدہ سے معلوم ہوا۔
کہ رَفَعَهُ اللهُ کے رفع کی ماضویت ماقبل بل یعنے واقعہ
صلیبی کے ہے۔ اور وہ رفع جسمانی ہی ہو سکتا ہے
نہ کہ رفع روحانی و رفع اعزازی۔ کیونکہ رفع روحانی

مرادف موت کے ہے تو احمدیوں کو ماننا پڑیگا کہ حضرت
عیسٰی علیہ السلام کا رفع روحانی واقعہ صلیب سے پہلے ہوا
مگر احمدی صاحبان فرماتے ہیں کہ واقعہ صلیب سے
ستاسی سال مابعد عیسٰی علیہ السلام کا رفع روحانی
ملک کشمیر شہر سرینگر میں ہوا۔ حاشا وکلا۔ لہذا
مرزا صاحب کے مذہب پر تو رفع روحانی بمعنے موت
بھی نہیں بنتا کیونکہ قرآن مجید تو یہ تبلا رہا ہے کہ
رفع عیسٰی علیہ السلام قبل از قتل و صلیب ہوا اور
مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح کا رفع واقعہ قتل
اور صلیب کے ستاسی سال مابعد ہوا۔ اس سے
کذب باری لازم آتا ہے۔
(۳) بَل رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ میں ابطال ماسبق کے
لیئے ہے۔ جس سے قتل کی نفی ہو رہی ہے۔ اسی کے
لیئے بل سے رفع ثابت ہو رہا ہے اور یہ بدیہی بات
ہے کہ جب قتل کی نفی حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام

روح مع الجسد سے ہو رہی ہے تو رفع بھی اسی کے لیئے ہوا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ بل ما سبق میں ابطال کسی اور چیز کا کرے اور ما بعد میں اثبات کسی اور چیز کا کرے کیونکہ قتل روح غیر ممکن ہے

(۴) لغت میں مکر کے معنے خفیہ تدبیر کے ہیں اور ظاہر ہے کہ قتل اور صلب یا صلیب سے اُتارنا کوئی خفی تدبیر نہیں۔ اور مخفی تدبیر بجز رفع جسمانی کے اور کچھ نہیں ہو سکتی۔

(۵) لفظ خیر الماکرین سے معلوم ہوتا ہے کہ حقتعالے نے اسکو مقام حمد میں ذکر فرمایا ہے جو ایک قسم کی نرالی تدبیر پر صادق آئے گا۔ اور نرالی تدبیر رفع جسمانی ہی ہے۔ اور احمدیوں کی بیان کردہ تدابیر نرالی نہیں ایسی تدبیریں تو یہودی بھی کر سکتے تھے۔

(۶) اگر رفع روحانی بمعنے موت ہوتا تو حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کا رفع عزرائیل علیہ السلام کے ذریعہ ہوتا۔ حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام کا رفع بواسطہ جبرئیل ہوا۔

تفسیر روح المعانی جلد ۲ صفحہ ۲۱۰ میں ہے کما روی عن ابن عباس ان رھطا من الیہود سبوہ علیہ السلام وامہ فدعا علیھم فمسخوا قردۃ وخنازیر فبلغ ذالک یھود اراس الیہود فجمع الیہود فاتفقوا علی قتلہ فساروا الیہ لیقتلوہ فادخلہ جبریل بیتا ورفعہ الی السماء الخ

الاعتراض من الاحمدی

یا رفع اللہ کا بل ترقی کے لیے ہے جیسے قد افلح من تزکّٰی وذکر اسم ربہٖ فصلّٰی بل تؤثرون الحیٰوۃ الدنیا۔

الجواب) بل اضراب کے لیئے آتا ہے جس سے مراد اعراض عما قبل ہے اس سے مراد کبھی ایک مضمون سے دوسرے مضمون کیطرف انتقال ہوتا ہے۔ جسکو بل ترقی کہتے ہیں اور کبھی پہلے خیال کا ابطال ہوتا ہے جسکو ابطالیہ کہا جاتا ہے۔ بل ابطالیہ کی مثالیں پیش کرتا ہوں۔ غور سے سمجھ لو۔

(۱) اَمْ یَقُوْلُوْنَ بِہٖ جِنَّۃٌ بَلْ جَآءَھُمْ بِالْحَقِّ پارہ ۱۸ سورہ مومنون اور یَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِکُوْا اٰلِھَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِیْنَ ۵ پارہ ۲۳ سورہ صافات۔ دیکھو ان دونو آیتوں میں مجئی بالحق انکے مجنون اور شاعر کہنے کو بل سے باطل کر رہا ہے۔

اور اس سے یہہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حضور علیہ السلام کا حق کو لیکر آنا اونکے شاعر اور مجنون کہنے سے پہلے تھا۔ خوب یاد رکھو کہ بل اضرابیہ ابطالیہ کے

اطراف حکم میں متضاد ہوتے ہیں۔
اور ایسا ہی وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ
بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ دیکھو اس آیت
میں شعور منفی کو بل باطل کر رہا ہے پارہ
پہلا میں ہے وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا
سُبْحَانَهٗ بَلْ لَّهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ اور پارہ ۱۷ سورہ
انبیا میں ہے وَقَالُوا اتَّخَذَ
الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ
بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ دیکھو بعض
عباد اللہ کا تحقق پہلے ہوا پیچھے مشرکین نے انکی
الوہیت کا گمان کیا اور انکے اتخاذ ولد کے عقیدہ
کو بل نے باطل ٹھیرایا۔ ایسے ہی وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا
بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ میں قتل منفی کو بل باطل کر رہا ہے
اور رفع جسمانی کو ثابت کر رہا ہے فافہم۔ جہاں کہیں

قرینہ نفی اور قصر قلب ہو وہاں بل ابطالیہ مراد ہوتا ہی
اور شرط قصر قلب میں یہ ہے کہ دونوں وصف متنافی
ہوں۔ کیونکہ قصر قلب کو قصر قلب اسلیئے کہتے ہیں
کہ متکلم حکم مخاطب کو منقلب کردیتا ہے اور قصر قلب
کے طرق اربعہ میں سے ایک قصر بالعطف ہے
اسکی مثال اردو میں یہ ہے کہ زید قائم نہیں ہے بلکہ
قاعدہ۔ اور قصر قلب میں متکلم پر واجب ہوتا ہے
کہ مثبت و منفی کو منصوص ذکر کرے تاکہ مخاطب
کے اعتقاد میں جو خطا ہے اسکی تردید بھی ہوجائے
اور یہ بھی ظاہر ہوجائے کہ مخاطب کا اعتقاد برعکس
ما یذکرہ المتکلم ہے اور بالخصوص قصر بالعطف میں
تو کسی صورت میں بھی تصریح کی ترک بالمراد جائز
نہیں کیونکہ پھر مابعد بل کا حکم کسی صورت سے
بھی ماقبل کی ضد ثابت نہیں ہوسکتا۔ اس تصریح
کے مابعد عالم ذکی کو واضح ہوچکا ہوگا کہ بل دفعہ[۱۲]

یہ سے یہی مراد ہے۔ کہ حقیتعالےٰ نے مسیح ابن مریم کو زندہ
بجسدہ العنصری آسمان کیطرف اُٹھایا۔ کیونکہ جس
صف کا اس آیت میں ابطال مقصود ہے وہ
ل المسیح ہے۔ اور نیز جس وصف کا اثبات مقصو
ہے وہ رفع المسیح ہے اور بموجب قصر بالعطف
لازمی ہے۔ کہ بل کے مابعد کا وصف اسکے ماقبل
متضاد و منافی ہو اور آیت مذکورہ میں تنافی و ضدیت
ی صورت میں متصور ہوگی۔ جب کہ بل رفعہ اللہ
سے بصورت زندگی رفع جسمانی مراد لیا جائے
رفع روحانی و رفع اعزازی مراد لیا جائے گا۔ جیسا
ادیانی فرماتے ہیں تو قتل مسیح اور رفع مسیح میں
فی و ضدیت نہیں اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ
وجل سورہ توبہ میں فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی
الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ
نَّۃ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ

يُقَتَّلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْـ
وَالْقُرْاٰنِ اس آیت سے معلوم ہوا کہ قتل اور رفع
میں کوئی تنافی و ضدیت متصور نہیں۔ اور پار
۶ سورہ مائدہ میں آیا ہے اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِ
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادً
اَنْ يُقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِـ
وَاَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَ
ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي
الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔
دیکھو اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ لعنتی ہونے
سبب جرم و نافرمانی ہے نہ صلیب پر لٹکا کر مار
جانا۔ اور احمدیوں کا یہ فرمانا کہ توراۃ میں لکھا
کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائیگا۔ اور صلیب پر جو لٹکا
جائے گا وہ لعنتی ہے۔ بالکل غلط ہے۔ آپ تو
استثناء باب ۲۱ کو نکال کر پڑھو اسمیں لکھا۔

اور اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا ہو جس سے اسکا قتل واجب ہو اور وہ مارا جاے اور تو اس سے درخت میں لٹکا وے تو اسکی لاش رات بھر لٹکی رہے بلکہ تو اسی دن اسے گاڑ دے۔ کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے۔ اسلیئے چاہیئے کہ تیری زمین جسکا وارث خداوند تیرا خدا تجھکو کرتا ہے ناپاک نہ کی جاوے''۔

السوال من الاحمدیہ کیا جسد عنصری کا آسمان کیطرف کو صعود کرنا ممکن ہے۔

الجواب) خود تو جسد عنصری آسمانوں کیطرف صعود نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر خداوند کریم آسمانوں پر لیجانا چاہے تو کچھ محال نہیں۔ اسی لئیے حقتعالیٰ نے كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔ فرمایا۔ غلبہ خداوندی کا ظہور صرف رفع الے السماء کی صورت میں ہو سکتا ہے۔ رفع روحانی میں کسیطرح متصور نہیں اسلئے کہ

عزیز ایسی کلام پر بولا جاتا ہے کہ جہاں مشکل اور نادر امر کو آسان اور سہل بتلانا مقصود ہو۔ اور یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ کہ رفع عزت کوئی دشوار اور نادر امر نہیں۔ بخلاف رفع جسمانی کے۔

اور سورہ مائدہ پارہ سات میں ہے اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا

لَا اُعَذِّبُہٗ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۔ بعض لوگ کہتے ہیں
کہ صرف وعدہ ہوا تھا ایفائے وعدہ نہ ہوا تھا۔ یہ بات
بالکل لغو ہے۔ خوب غور سے حضور علیہ السلام کا فرمان
سنو۔ اخرج الترمذی عن عمار بن یاسر مرفوعًا
قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انزلت
المائدۃ من السماء خبزًا ولحمًا وامروان لا
یخونوا ولا یدخروا لغد فخانوا وادخروا و
رفعوا لغد فمسخوا قردۃ وخنازیر وایضا عن
عمار من غیر طریق موقوفا وھو الاصح
احمدیو! جب دسترخوان آسمان سے اُترا اور
اس پر روٹی وگوشت جسکے جسد عنصری ہونے میں
کوئی شبہ نہیں تو جسد عنصری کا آسمان پر جانا
کیوں محال ہوگا۔ ۱۲ فافہم وتدبر۔

السوال من الاحمدی بل رفعہ اللہ الیہ
میں صنعت استخدام ہے اور عربی زبان میں جائز ہے

کہ ایک چیز کیطرف ضمیر اور معنون کے لحاظ سے اور دوسری ضمیر دوسرے معنوں کے لحاظ سے پھیر دیجائے۔ چنانچہ مختصر معانی میں اسکی مثال فسقی الغضا والساکنیہ وانھم شبوہ بین جوانحی وضلوعی ہے۔

الجواب چونکہ یہہ علم بدیع کا قاعدہ ہے اسلیئے ہم سب سے پہلے آپ کو علم بدیع کی تعریف بتلاتے ہیں۔ علم بدیع ایک علم ہے جس سے طرق تحسین و تزیین کلام کے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ان طریقوں کا استعمال اسوقت اچھا ہوتا ہے۔ جب کلام میں اول قواعد علم معانی اور بیان کی رعایت کیگئی ہو۔ ورنہ ایسا بدنما ہوگا۔ جیسا بدصورت آدمی کو زیور و لباس زیبا پہنا دیں۔ تفصیل اسکی یہہ ہے کہ علم معانی و بیان شاہد کلام کے حسن و خوبی کے واسطے بمنزلہ تناسب اعضاء کے ہیں کہ حسن بے انکے پایا ہی

نہیں جاتا۔ اور علم بدیع بمنزلہ لباس مکلف وزیور کے
ہے۔ پس اگر خوب صورت کو زیور نہ پہناویں
تو اسکے لیئے حسن خداداد ہی کافی ہوگا۔ ہاں
اگر علاوہ حسن صورت کے آرائش ظاہری بھی عمل میں
آویگی تو مراتب دلربائی اپنے کمال کو پہونچ جاوینگے۔
دیکھو مطول میں لکھا ہے ہو علم یعرف بہ وجوہ تحسین
الکلام بعد رعایۃ المطابقۃ ووضوح الدلالۃ۔ پس معلوم
ہوا کہ صنعت استخدام میں ضروری ہے کہ وہ مقتضائے
حال اور وضوح دلالت کے منافی نہ ہو۔ اور نیز ایک
معنے مراد لینے کو وہاں قرائن متعدد ثابت کریں۔ جیسا
کہ فسقے الغضاء والساکنیہ وان ہم ؛ شبوہ بین جوانح
وضلوع ؛
دیکھو اس شعر میں ضمیر مجرور جو الساکنیہ میں ہے
اور ضمیر منصوب جو شبوہ میں ہے دونوں کا مرجع
الغضا ہے۔ پہلے ضمیر سے بقرینہ الساکنیہ الغضا سے

مراد مکان ہے اور دوسری ضمیر سے بقرینہ شبوہ
بمعنے اوقدہ الغضا سے مراد آگ ہے اور یہاں صنعت
استخدام کو اختیار کرنا نہ تو قواعد معانی کے منافی ہے اور نہ ہی قواعد بیان
کے مخالف ہے اور یہاں ایسے قرائن موجود ہیں جو ایک معنے مراد لینے سے مانع
ہیں اور کا قتلوہ وما صلبوہ وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ
میں ہر چہار ضمائر منصوبہ متصل سے ایک معنے یعنے جیسے زندہ بجسدہ العنصری
مراد لینے کو کوئی قرینہ مانع نہیں بلکہ بل ابطالیہ اور قصر قلب قطعاً اس امر
کے مثبت ہیں کہ ہر چہار ضمیروں سے مراد ایک ہی بعینہ ذات واحد
زندہ بجسدہ العنصری مراد ہیں ۱۲ فافہم فرع اعترض القادیانی

الاعتراض من الاحمدی

لفظ صلب کے
معنے سولی چڑھانا ہی نہیں۔ بلکہ سولی پر مار دینا ہے دیکھو
خدا فرماتا ہے واُصلبنکم اجمعین کیا سولی
پر چڑھانا مراد تھا یا سولی پر مار دینا مراد تھا ظاہر ہے
کہ سولی پر مارنا مراد تھا۔

الجواب) اجی جناب احمدی صاحبان! آپ پر
فرض ہے کہ پہلے قرآن وحدیث سے حضرت مسیح کا صلیب

پر چڑھنا ثابت کرو۔ پیچھے آپ کی تقریر قابل غور ہوگی، اگر تمہارے ہی معنے لئے جاویں تو ہمیں کچھ مضر نہو. جبتک آپ قرآن وحدیث سے حضرت مسیح کا صلیب پر چڑھنا ثابت نہ کرلو مگر تم نہیں ثابت کرسکتے وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا

الاعتراض من الاحمدی حضرت مسیح علیہ السلام کی شبیہ دوسرے پر ڈالکر پھر اسکو صلیب پر کیوں چڑھایا اور اسمیں کیا حکمت تھی اور اسکا ثبوت سوا اقوال مفسرین کے قرآن کریم سے بھی ہوتا ہے یا نہیں۔

(الجواب) دشمنوں میں سے ایک پر مسیح کی شباہت ڈالنا اور پھر اسکو یہودیوں کا قتل کرنا انکی ذلت و ناکامی کا مستلزم ہے۔ اور اقوال مفسرین وَلٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ کی تفسیر ہیں۔ اور قرآن کریم کی آیت سورہ توبہ رکوع ۲ کی وَاِن نَّكَثُوْا اَيْمَانَهُمْ مِّن بَعْدِ

عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْکُفْرِ اسکی موید ہے دیکھو اس آیت میں خدا فرماتا ہے کہ عہد کرنے کے پیچھے اگر وہ اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو تم کفر کے سرداروں کو قتل کرو اور حضرت مسیح کی شباہت جبپر ڈالی گئی تھی وہ بھی ائمة الکفر میں سے تھا۔ اور اسنے اپنی قسم کو توڑا تھا پس مفسرین کی تفسیر قرآن کے مخالف نہیں فافہم۔

السوال من الاحمدی غیر احمدیوں کے معنے کہ بل شُبِّہَ ان کے لیئے غیر کو ہمشکل یا شبیہ بنایا گیا۔ کئی وجوہ سے غلط ہے۔ اور پہلے بزرگوں نے بھی القاء شبہ کے خیال کو رد کیا ہے۔ اور نحو کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ ضمیر غائب کے لیئے مرجع کا پہلے مذکور ہونا ضروری ہے خواہ لفظاً ہو یا معنےً ہو یا حکماً ہو مگر غیر احمدیوں کے معنے کے رو سے شبہ کی ضمیر مستتر غائب ہے۔ اسکا مرجع کوئی نہیں بنتا۔ کیونکہ وہ شخص جس کی شبیہ

بنایا گیا۔ اسکا ذکر پہلی آیات میں نہ لفظاً نہ معنےً اور نہ حکماً ہی ہے۔ پس استدلال غلط ہے۔

الجواب) وحیل بینہم وبین ما یشتہون ص۲۲ سورہ سبا کا اخیر اور حدیث میں ہے وقد حیل بین الشیاطین وبین خبر السماء مسند امام احمد ج۱ ص۲۵۲ دیکھو ضمیر غائب کا مرجع پہلے مذکور نہیں ہے۔ اور اسکا تحقیقی جواب یہ ہے کہ لما قال ابن ھشام معز یًا الی ابن مالک انہ لکن غیر عاطفۃ والواو عاطفۃ لجملۃ حذف بعضہا علی جملۃ صرح بجمیعہا قال فالتقدیر فی نحو ما قام زید ولکن عمرو ولکن قام عمرو وفی ولکن رسول اللہ ولکن کان رسول اللہ یعنے ابن ہشام نحوی نے ابن مالک نحوی کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا ہے ولکن میں لکن عاطفہ نہیں۔ اور واو ایسے جملہ کو جسمیں سے کچھ حذف کیا گیا ہو

ایسے جملے پر جو پورا تصریح کیا گیا ہے عطف کرتی ہے
پس مثال ما قام زید ولکن عمرو میں تقدیر ہے۔
ولکن قام عمرو اور ولکن رسول اللہ میں کان مقدر
ہے یعنے ولکن کان رسول اللہ جیسے ما قام زید
ولکن عمرو میں قام اور ولکن رسول اللہ وخاتم
النبیین میں کان محذوف ہے اور کان اور قام
وہی افعال ہیں جنکا پہلے جملوں میں بطور نفی ذکر
کیا گیا ہے۔ اسیطرح مَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ
شُبِّہَ لَھُمْ میں تقدیر عبارت مفسرین نے اسطرح
بیان کی ہے ولکن صلبُوا وقتلوا من شبّہ
لھم یعنے انہوں نے اس شخص کو سولی دی اور قتل
کیا جو ان کے لیئے مسیح ابن مریم کے مشابہ بنایا گیا تھا
دیکھو تفسیر کشاف ومدارک میں لکھا ہے ولکن
شُبِّہَ لَھُمْ من قتلوہ لیکن انکے واسطے وہ شخص
شبیہ بنایا گیا جسکو انہوں نے قتل کیا۔ اور تفسیر رحمانی

میں ہے ولکن قتلوا وصلبوا من القی علیہ شبہہ کہ
لیکن اُنہوں نے اُسکو صلیب دیا اور قتل کیا جسپر
مسیح ابن مریم کی شباہت ڈالی گئی تھی۔

الاعتراض من الاحمدی خداوند کریم اپنے دوستوں
کے ہمشکلوں کی توہین نہیں کراتا۔

(الجواب) ہم شکلوں کی ذلت کجا آپ تو خود حضرت
مسیح ابن مریم کو سولی چڑھاتے ہو اور کانٹوں کا تاج
اور ہاتھ پاؤں میں میخیں لگنے کا عقیدہ رکھتے ہو۔

الاعتراض من الاحمدی اعلام یعنے ناموں کا انحصار
ومدار تشخصات پر ہی ہے۔ اندرونی اعضاء کے تفاوت
وتطابق کو کوئی نہیں دیکھتا۔ پس اگر حضرت مسیح علیہ السلام
کا حلیہ کسی اور شخص کو دیا گیا تو لفظ مسیح عیسٰے غیر
کا اطلاق اسپر ہو گیا۔ پس اپنے دعوے اِنّا قتلنا
المسیح عیسے ابن مریم رسول اللہ میں سچے ہوئے
ور بموجب مذکورہ مسلمہ قاعدہ کے خدا تعالےٰ کا رد کرنا

صحیح نہ ہوا۔ اندرونی اعضاء کو کون دیکھتا ہے۔ خط و شکل پر ہی ناموں کا مدار ہوتا ہے۔

الجواب) میرے احمدی بھائیو! مشابہت صوری سے تو اتحاد معنوی لازم نہیں آتا۔ دیکھو حضرت مریم علیہا السلام کے پاس فرشتہ انسانی شکل میں متمثل ہو کر آیا تو کون کہہ سکتا ہے کہ اس سے حقیقت ملکیت منتزع ہو گئی تھی۔

اب ایسے حوالے مرزا صاحب کی کتاب ازالہ اوہام سے لکھتا ہوں جنکا جاننا ازحد ضروری ہے۔

(۱) جناب مرزا صاحب ازالہ اوہام طبع اول ص۲۶۶ پر تحریر فرماتے ہیں۔ "رَافِعُكَ اِلَيَّ کے یہی معنے ہیں کہ جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو چکے تو اونکی روح آسمان کیطرف اُٹھائی گئی"۔ اور ص۲۶۶ پر لکھتے ہیں "کہ حضرت عیسےٰ کے فوت ہونے کے بعد انکی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی"۔

ان عبارات کا فائدہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک بھی رفع الی اللہ سے مراد آسمان پر اُٹھائے جانا ہے اب تنازع صرف اس بات میں باقی رہ جاتا ہے کہ آیا آپ کی روح آسمان پر اُٹھائی گئی۔ یا آپکا جسد عنصری

(۲) اور ازالہ اوہام حاشیہ طبع اول پر فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم کی حدیث میں یہ لفظ موجود ہے کہ جب حضرت مسیح آسمان سے اُتریں گے تو ان کا لباس زرد رنگ کا ہوگا۔"

حیات عیسیٰ علیہ السلام پر دوسری دلیل

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝ پ ۶ سورہ نساء نباشد ہیچکس از اہل کتاب الا البتہ ایمان آورد بعیسےٰ پیش از مردن عیسےٰ و در روز قیامت باشد عیسےٰ گواہ بر ایشاں (قرآن مجید مترجم مولینا شا

ولی اللہ صاحب) حاشیہ پر فائدہ لکھتے ہیں۔ مترجم گوید
یعنے یہودی حاضر شوند نزول عیسے علیہ السلام بجسم یہودی
زندہ ہونگے وہ آپ کے عدم قتل کا یقین کرلینگے۔
اسکی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ جارج پنجم
کے آنے پر تمام باشندگان ہندوستان ایڈریس
پیش فرماوینگے تو ہر صاحب ذوق یہی سمجھیگا کہ
اسکی تشریف آوری پر جو زندہ ہونگے وہی ایڈریس
پیش کرینگے نہ کہ مردگان۔

اور خوب یاد رکھو کہ اس آیت میں لَیُؤْمِنَنَّ
بِہٖ سے یا تو ایمان اصطلاحی مراد ہے یا لغوی۔ اگر
ایمان سے ایمان لغوی بمعنے ایقان مراد ہے تو بھی درست
ہے۔ حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب اسکا ترجمہ
اسطرح فرماتے ہیں۔ اور جو فرقہ ہے کتاب والوں سے
سو اسپر یقین لاوینگے اسکی موت سے پہلے اور قیامت
کے دن ہوگا ان کا بتلانے والا۔ اور حاشیہ پر مولینا

موصوف لکھتے ہیں"۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں۔ جب یہودیں دجال پیدا ہوگا۔ تب اس جہاں میں آکر اسکو مارینگے۔ اور یہود و نصارٰے سب اوپر ایمان لاوینگے کہ یہ مرے نہ تھے۔ الفاظ خط کشیدہ سے یہ فائدہ ظاہر ہوا کہ یہود و نصارٰے کو عیسیٰ علیہ السلام کی عدم موت کا یقین ہوجائے گا۔ اور قرآن کریم کا سیاق و سباق انہیں معنوں کا مقتضی ہے کیونکہ یہود کا دعوٰے ہے ہمنے مسیح کو قتل کردیا خداوند کریم انکے دعوے کی تردید فرماتا ہے۔ کہ انہوں نے اسکو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسکو اپنی طرف اُٹھا لیا۔ اور ساتھ ہی کَانَ اللّٰہُ عَزِیْزاً حَکِیْماً۔ کہکر احمدیوں کے تمام اوہام باطل فرمادیا۔ پھر اسکے ساتھ ہی فرمایا کہ تمام یہودی جو وقت نزول مسیح موجود ہونگے وہ سب حضرت عیسیٰ کے عدم قتل اور عدم موت کا یقین کرینگے۔

اور لیؤمنن بہ لام قسم اور نون تاکید ثقیلہ اس بات پر زبردست دلیل ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم آئندہ زمانہ میں بعینہ نزول فرمائینگے۔ کیونکہ یہ جملہ خبریہ استقبالیہ ہے۔ اسی لیے علامہ طبری فرماتے ہیں۔ وما من احد من اھل الکتاب ادرک ذلک الوقت الا امن بعیسیٰ علیہ السلام عند نزولہ من السماء اور نیز ناصر الشریعۃ اپنی تفسیر خازن میں فرماتے ہیں والمراد من العموم فی ھذہ الاٰیۃ عموم الذین یشاھدون ذلک الوقت ویدرکون نزولہ فیؤمنون بہ اس سے معلوم ہوا کہ جو یہودی وقت نزول جیسے موجود ہونگے وہ آپ کے عدم قتل کا یقین کرلینگے کیونکہ سیاق کلام اسی کو چاہتا ہے کہ ضمیر بہ اور ضمیر موتہ کا مرجع وہی مسیح ابن مریم ہے نہ کوئی اور نیز حدیث میں ہے عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل

فیکم ابن مریم حکماً عدلاً ینکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتے لایقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیر من الدنیا وما فیہا ثم یقول ابو ہریرہ فاقرؤا ان شئتم وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ (متفق علیہ مشکوۃ باب نزول عیسٰے۔) ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم ہے اللہ عزوجل کی بہت جلد ابن مریم منصف حاکم ہو کر تم میں اُترینگے پھر وہ عیسائیوں کی صلیب کو توڑینگے اور خنزیروں کو قتل کرائینگے اور کافروں سے جو جزیہ لیا جاتا ہے اسکو موقوف کردینگے۔ اور بہت سا مال لوگوں کو دینگے یہانتک کہ اسکو کوئی قبول نہ کریگا۔ لوگ ایسے غنی ہوں گے کہ ایک سجدہ انکو ساری دنیا کے مال ومتاع سے اچھا معلوم ہوگا (حدیث کے یہہ الفاظ سناکر) حضرت ابو ہریرہ رض

فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تصدیق اگر تم قرآن سے
چاہتے ہو۔ تو یہ آیت پڑھ لو وان من اهل الکتاب الخ
دیکھو اس آیت میں قبل موتہ کی ضمیر کا مرجع مسیح ابن
مریم کو شخصی طور پر قرار دے کر حضرت مسیح ابن مریم
کا نزول ثابت کر رہے ہیں۔ اور اس تمام مجمع
میں کسی نے بھی نہ کہا کہ قبل موتہ کی ضمیر عیسے علیہ
السلام کی طرف نہیں پھرتی۔ اور نہ ہی آپ کے
استدلال کو کسی نے ضعیف ٹھیرایا۔

شاید یہاں پر کسیکو وسوسہ ہو کہ جو الفاظ حضرت
عیسے موعود کی بابت آئے ان سے ان کی حقیقت
مراد نہیں بلکہ مجاز مراد ہے اسکے جواب دو ہیں۔
پہلا جواب یہ ہے کہ جناب مرزا صاحب نے
اپنی کتاب حمامۃ البشرٰے ۲۱ پر اس امر کی تصریح
فرمائی ہے کہ رسول علیہ السلام جس امر پر قسم فرماویں
اسکی تاویل نہیں ہو سکتی ہم اس عبارت کو

بعینہ تحریر کر دیتے ہیں والقسم یدل علی ان الخبر محمول علی الظاہر لاتاویل فیہ ولا استثناء والا فای فائدۃ کانت فی ذکر القسم فتدبر کالمفتشین المحققین۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ فن بیان کا مسلمہ قانون ہے کہ مجاز وہاں لیجاتی ہے جہاں حقیقت متعذر ہو حالانکہ جناب مرزا صاحب ازالہ اوہام ص ۱۹۸ جلد اول میں فرماتے ہیں" بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔ کیونکہ یہہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا۔ درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے"

الاعتراض من الاحمدیہ	قبل موتہ کی ضمیر

کتابی کی طرف راجع ہے

الجواب) ہمارے مدعا کو مضر نہیں۔ ملاحظہ ہو

در منثور ص ۲۴۱ جلد ۲ اخرج عبد بن حمید وابن المنذر عن شہر بن حوشب فی قولہ تعالٰی وان من اہل الکتاب لیؤمنن بہ قبل موتہ عن محمد بن علی ابن ابیطالب ہو ابن الحنیفۃ قال لیس من اہل الکتاب احد الا اتتہ الملئکۃ یضربون وجہہ ودبرہ ثم قال یا عدو اللہ ان عیسٰی روح اللہ وکلمتہ کذبت علی اللہ وزعمت انہ اللہ ان عیسٰی لم یمت وانہ رُفع الی السماء وھو نازل قبل ان تقوم الساعۃ فلا یبقٰی یہودی ولا نصرانی الا امن بہ۔

الاعتراض من الاحمدی ان من الا لیؤمنن بہ سے ایک فرد بھی باہر نہیں رہنا چاہیے مگر احادیث سے ثابت ہے کہ دجال بھی یہود میں سے ہے اور نیز دجال کی متابعت ستر ہزار یہودی کرینگے۔ جنکو حضرت عیسٰی

قتل کرینگے پس وہ ایمان سے باہر رہ گئے۔
(الجواب) ایمان سے ایمان لغوی مراد ہے۔ لہذا کوئی نقض وارد نہیں ہوتا۔

الاعتراض من الاحمدی اگر کہو کہ اسوقت کے ساتھ مقید ہے یعنے بروقت نزول عیسے جو یہودی ہونگے وہ ایمان لائینگے تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ مطلق آیت کو کسیوقت سے مقید کرنا بھی گویا قرآن کریم کو منسوخ کرنے کا حکم ہے۔

(الجواب) حدیث مرفوع مخصص قرآن ہوسکتی ہے۔ ہاں ناسخ نہیں ہوسکتی۔

دلیل تیسری برحیات عیسے علیہ السلام

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ٥ پارہ ۳ آل عمران
اور حضرت مسیح ابن مریم کلام کریگا لوگوں سے گہوارے

میں اور کہولت کی عمر میں اور ہو گا صالحین سے۔
وجہ استدلال یوں ہے کہ خداوند کریم نے مسیح ابن مریم
کو تکلم فی المہد اور تکلم فی الکہولت کی صفت سے
موصوف کیا اور یہ دونوں از قبیل اعجاز ہیں جیسا
کہ پروردگار عالم سورہ مائدہ میں اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ
الْقُدُسِ تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَہْدِ وَکَہْلًا جیسے
مہد میں کلام کرنا معجزہ ہے ویسے ہی کہولت میں بھی
کلام کرنی معجزہ ہے۔ کیونکہ بظاہر کہولت میں کلام کرنی
کوئی عجیب امر معلوم نہیں ہوتا۔ کہولت میں تو سبھی
باتیں کرتے ہیں۔ تو معجزہ کی صورت یہی ہوگی کہ
اتنے عرصہ دراز تک جسم کا بغیر طعام و شراب زندہ
رہنا اور اسمیں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہونی امر خارق
عادت ہے ورنہ تخصیص کی کوئی وجہ معلوم نہیں
ہوتی اسلیئے ناصر الشریعۃ اپنی تفسیر خازن ص ۲۳۵
میں ارشاد فرماتے ہیں قال الحسن بن الفضل

وکھلا یعنے یکلم الناس کھلا بعد نزولہ من السماء
قال ناصر الشریعۃ فی قول الحسن بن الفضل
نص علے انہ سینزل من السماء الی الارض یعنے
حسن بن الفضل فرماتے ہیں کہ حضرت عیسے علیہ السلام
حالت کہولت میں آسمانوں سے نازل ہونے کے پیچھے
باتیں کہینگے۔ صاحب خازن اسکو نقل فرما کر لکھتے ہیں
کہ حسن کا قول حضرت عیسے علیہ السلام کے نزول
الی الارض من السما میں نص ہے۔

حضرات! حضرت مسیح کا آسمان کیطرف اُٹھایا جانا
مثبت بلا ارتیاب ہے حضرت ابن عباس ارشاد فرماتے
ہیں ان عیسے علیہ السلام استقبل رھطا
من الیھود فلما راوہ قالوا قد جاء الساحر ابن
الساحرۃ والفاعل ابن الفاعلۃ فقذفوہ وامہ
فلما سمع عیسی ذالک دعا علیہم ولعنھم
فمسخوا خنازیر فلما رای یھود اراس الیھود

وملکھم فزع لذلك وخاف دعوته فاجتمعت
کلمة الیھود علی قتل عیسیٰ وثاروا الیہ لیقتلوہ
فبعث اللہ عزوجل جبرائیل فادخلہ خوخة
فی سقفھا روزنة فرفعہ اللہ من تلك الروزنة
وامر یھودا ملك الیھود رجلا من اصحابہ
یقال لہ طیطانوس ان یدخل الخوخة فیقتلہ
فیھما فلما دخل لم یر عیسیٰ وابطأ علیھم
فظنوا انہ یقاتلہ فیھا والقی اللہ علیہ شبہ
عیسیٰ فلما خرج ظنوا انہ عیسیٰ فاخذوہ و
قتلوہ وصلبوہ (خازن جزء اول ص ۴۳۹)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
یہودیوں کے ایک گروہ کے پاس سے گذرے جب
انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو کہنے لگے
جادوگر جادوگرنی کا بیٹا۔ حرامزادہ زانیہ کا بیٹا
یعنی انہوں نے ایسی باتیں کہیں جس سے معلوم ہوتا ہے

تھا کہ وہ حضرت عیسے اور اسکی ماں کو زناہ کی تہمت لگا
رہے ہیں۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے انکے حق میں
بددعا کی اور لعنت کی اور سب یہودی جو اسوقت
تہمت لگانے میں شریک تھے۔ مسخ ہو کر سور ہوگئے
جب یہودیوں کے بادشاہ یہودا نامی نے دیکھا تو
حضرت مسیح سے بہت گھبرایا۔ تمام یہودی بالاتفاق
حضرت عیسٰے علیہ السلام کے قتل کے لیئے تعداد
کثیرہ میں تیار ہوئے۔ حضرت عیسے ایک مکان میں
اپنی جان انکے ظالموں کے ہاتھ سے بچانے کے لیئے داخل
ہوئے۔ اللہ عزوجل کے حکم سے جبرائیل نے مکاں کی
چھت کو پھاڑ دیا اور قادر مطلق نے حضرت عیسے
علیہ السلام کو اپنی طرف اُٹھا لیا۔ یہودیوں کے بادشاہ
یہودا نے حضرت عیسٰے کے حواری طیطانوس کو اس
مکان میں تحقیق حال کے لیئے بھیجا۔ جب اسکے نکلنے
میں قدرے دیر ہوئی تو انہوں نے گمان کیا کہ اسنے مسیح کو قتل

ہو گا۔ تب اللہ عزوجل قادر مطلق نے طیطانوس کو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ہمشکل و مشابہ کیا۔ جب وہ مکان سے باہر نکلا تو انہوں نے اسیکو مسیح علیہ السلام یقین کرتے ہوئے پکڑ کر مقتول و مصلوب کیا۔

الاعتراض من الاحمدی اللہ عزوجل فرماتا ہے قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔ احمدی صاحبان کہتے ہیں کہ بتاؤ اسوقت حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس کتاب کب تھی۔ چونکہ عیسےٰ علیہ السلام کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی۔ لہذا یہ معنے کہ اسنے شیر خوارگی کی حالت میں اپنی ماں کی بریت فرمائی کسی نہج سے درست نہیں ہو سکتا ورنہ بتلایا جائے کہ اسکے پاس بوقت تکلم فی المھد کونسی کتاب تھی۔ جب عیسے علیہ السلام نے شیر خوارگی کی حالت میں صاحب کتاب ہونے کا ادعا کیا تو کیا کوئی یہودی دریافت نہ کر سکتا کہ تیرے پاس تو کوئی کتاب ہمیں نظر نہیں آتی

توکیوں دروغگوئی سے ہمیں دھوکھا دیتا ہے۔ بلکہ یہی معنے درست ہو سکتے ہیں۔ کہ وہ بوقت تکلم فی المہد ایسا باسمجھ لڑکا تھا جو بخوبی مدلل باتیں کر سکتا تھا۔ اور اسوقت وہ صاحب کتاب بنی تھا۔

الجواب) حضرات الکتاب سے مراد تفسیر القرآن بالقرآن کے لحاظ سے کتابت مراد ہے بدلیل قولہ تعالےٰ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ پ ۷ع ۵ قال ناصر الشریعتہ فی تفسیرہ المعروف بالخازن یعنے الکتابۃ وھی الخط والحکمۃ الفھم والاطلاع علی اسرار العلوم۔ وَالتَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ای وعلمتك التوراۃ التی انزلتہا علی موسیٰ والانجیل الذی انزلتہ علیك ترجمہ ناصر الشریعۃ اس آیت کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد کتابت یعنے خط ہے اور حکمت کے معنے فہم و علوم کے اسرار پر اطلاع عطا فرمائی ہے

اور نیز میں نے اے عیسیٰ وہ کتاب بھی تجھے سکھلائی جسکا نزول موسیٰ پر ہوا یعنی
توراۃ اور نیز تجھے اس کتاب کی بھی تعلیم دی جسکا نزول میری طرف سے
تجھ پر ہوا یعنی انجیل اور علامہ نسفی بھی مدارک میں بھی فرماتے ہیں قارئین کرام
انجیل و توراۃ کی قید مجبور کر رہی ہے کہ کتاب سے مراد کتابت یعنی

خط مراد لیا جائے۔ ورنہ انجیل کی تصریح کا کوئی فائدہ
معرض ظہور میں نہیں آئے گا۔ فافہم ولا تعجل
اور جن مفسرین نے کتاب سے مراد انجیل لی تو انہوں نے
اسکے یعنی لینے بے حد تکلیف کیا ہے۔ ملاحظہ ہو انکی تحقیق
فرماتے ہیں ھذا اخبار عما کتب لہ فی اللوح
المحفوظ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بحکم قادر مطلق
اپنے پیغمبر ہونے کی اسطرح سے خبر دی ہے کہ میں لوح
محفوظ میں پیغمبر لکھا گیا ہوں۔ یعنی ہر پیغمبر ابتدائے
آفرینش سے پہلے ہی نبی لکھا گیا ہے کما قال للنبی
صلی اللہ علیہ وسلم متی کنت نبیا قال کنت
نبیا و آدم بین الروح والجسد یعنے جناب نبی کریم

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ آپ کب سے
نبی ہیں۔ حضور نے فرمایا میں اسوقت سے نبی ہوں کہ
آدم کا پتلا ابھی تیار نہ ہوا تھا وعن الحسن انہ
الھم التوراۃ وھو فی بطن امہ حضرت حسن فرماتے
ہ عیسے علیہ السلام کو ماں کے پیٹ میں توراۃ کا الہام
ہوا تھا۔ سچ ہے النبی نبی ولو کان فی بطن امہ
(تفسیر خازن)

حضرات اس آیت میں دو لفظ قابل غور ہیں
پہلا تو تکلم فی المھد ایک نعمت ہے نعماے الٰہی سے
اور دوسرا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا بحکم ایزدی
روح القدس کی تائید سے متکلم فی المھد ہونا۔ اگر حضرت
عیسےٰ علیہ السلام کا کلام کرنا اسوقت تھا کہ جو وقت
وہ خوب سمجھدار لڑکا ہو چکا تھا۔ تو نعمت و تائید
روح القدس کے دونوں لفظ بے معنے ہوے جاتے
ہیں۔ اکثر چھ سات سال کے بچے فصیح تقریر کر سکتے ہیں

یہ نہ تو نعمت خاصہ بحق عیسےٰ علیہ السلام ہو سکتی ہے اور
نہ ایّد تُک بروح القدس حضرت عیسےٰ علیہ السلام
کے متعلق فرمانے کی ضرورت تھی۔ اور اگر سات آٹھ
سال کا بچہ ماں کی بریت کے متعلق تقریر بھی کرے تو
یہی سمجھا جائیگا کہ ماں نے اسے سکھا دیا ہے۔ اس
سے تہمت زناہ دور نہیں ہو سکتی۔ بلکہ الٹا یہودی
ڈانٹتے کہ تجھے کیا معلوم کہ تیری پیدائش کسطرح
ہوئی۔ پھر سات آٹھ برس تک یہودیوں کا خاموش
رہنا بھی تو جائے تعجب ہے۔ ایسے معاملہ کا اتنے
سال تک خفیہ رہنا عادتاً محال ہے۔ کون باور کر سکتا
ہے کہ یہودیوں نے یہہ سوال اُسوقت اُٹھایا کہ جب حضرت
عیسےٰ باتیں کرنے کے قابل ہوئے۔

اور ناصر الشریعۃ تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۱۶ پر اسکا جواب
بہت ہی مختصر لفظوں میں تحریر فرماتے ہیں۔ "فان قلت
کیف یصح حصول العقل والفطنۃ حال الصبا

یعنے اگر تو اعتراض کرے کہ حالت صبیٰ میں حصول نبوت وفطانت و عقل کسطرح متصور ہو سکتی ہے عقلت لان اصل النبوۃ مبنی علی خرق العادۃ اذا ثبت ھذا فلا تمنع صیرورتہ الصبی نبیا - تو میں جواب میں کہونگا - کہ نبوت کی جڑ خرق عادات پر بنائی گئی ہے - جب یہ بات ثابت ہو چکی ہے تو صبی کے صاحب نبوت وعاقل وفطین ہونے پر جو استحالہ پیش کیا جاتا ہے مرتفع ہوا -

دلیل چہارم برحیات مسیح علیہ السلام

عن عبد اللہ بن عمرو رضی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ینزل عیسے ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت ویدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسے ابن مریم فی قبر واحد بین

ابی بکر و عمر (مشکوٰۃ باب نزول عیسٰی) یعنے حضرت عیسٰے زمین پر اتر ینگے پھر نکاح کرینگے - انکی اولاد ہوگی اور وہ پینتالیس برس (۴۵) زندہ رہینگے - پھر فوت ہونگے - اور میرے مقبرے میں میرے پاس دفن ہونگے - پھر قیامت کے روز میں اور عیسٰے ابن مریم ایک قبر سے اُٹھینگے اسطرح کہ حضرت ابوبکر و عمر کے درمیان ہونگے - اور یہ حدیث مرزا صاحب کی مصدقہ ہے ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۳ میں لکھتے ہیں اس پیشگوئی (یعنے میرے نکاح) کی تصدیق کے لئے حضور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے ایک پیشگوئی فرمائی ہے کہ یتزوج ویولد لہ یعنے وہ مسیح موعود بیوی کریگا - اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا - اب ظاہر ہے کہ تزوج اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے - اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے

مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہو گا۔ اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جکی نسبت اس عاجز کی پیشگوئی موجود ہے۔ گویا اسجگہہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان سیہ دل منکروں کو انکے شبہات کا جواب دے رہے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہونگی۔

الاعتراض من الاحمدیے کون بے غیرت مسلمان ہے جو حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا روضہ کھود کر آپ کی نعش مبارک کو ننگا کر کے دفن کرے گا۔

الجواب) حدیث میں آیا ہے کہ مومن کی قبر چالیس ہاتھ فراخ ہوتی ہے جد ہر ہی دفن کرینگے حضور ہی کی قبر ہو گی۔ مگر یہ کسی حدیث میں نہیں آیا۔ کہ قبر کی فراخی قادیاں تک پہنچ جاوے گی۔
اگر مخبر صادق سے کوئی دلیل ہے تو پیش کرو۔

الاعتراض من الاحمدیے حضرت عیسے علیہ السلام کا

حضور کے روضہ میں دفن ہونا حضرت عائشہ کے رؤیا کے
خلاف ہے۔ فرمایا رأیت ثلٰثۃ اقمار سقطن فی
حجرتی قالت فلما توفی رسول اللہ صلعم ودفن
فی بیتہا قال لہا ابو بکر ھذا احد اقمارک
مؤطا امام مالک باب دفن المیت۔
الجواب) اجی جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
بمنزلہ آفتاب ہیں۔ اور شیخین بمنزلہ چاند ہیں۔ اور حضرت
عائشہ کو تین چاند دکھلائی دیئے۔ اور وہ تیسرے
حضرت عیسےٰ ہیں۔ جب حضور کے جائے دفن میں جھگڑا
شروع ہوا تو حضرت ابو بکر نے فرمایا۔ کہ انبیا جہاں فوت
ہوتے ہیں وہیں دفن ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا
کہ تین چاندوں میں حضور شامل نہیں ورنہ حضرت
ابو بکر کو یہ حدیث پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

دلیل پنجم بر حیات مسیح علیہ السلام

عن عبد اللہ ابن مسعود قال لما کان لیلۃ اسری
برسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لقی ابراھیم وموسے
وعیسٰے فتذاکروا الساعۃ فبدأوا بابراھیم فسالوا
عنھا فلم یکن عندہ منھا علم ثم سألوا موسے
فلم یکن عندہ منھا علم فرد الحدیث الی عیسٰے
ابن مریم فقال قد عھد الی فیما دون وجبتھا
فاما وجبتھا لا یعلمھا الا اللہ فذکر خروج
الدجال فانزل فاقتلہ الخ (ابن ماجہ)

دلیل چھٹی بر حیات مسیح علیہ السلام

روی البیھقی فی کتاب الأسماء والصفات بسندہٖ
عن ابی ھریرۃ انہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم و امامکم منکم

دلیل ساتویں بر حیات مسیح علیہ السلام

اخرج ابن عساکر عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فعند ذالک ینزل اخی عیسی ابن مریم من السماء (کنز العمال)

دلیل آٹھویں بر حیات عیسے علیہ السلام

فاستفتح جبریل علیہ السلام السماء الثانیۃ کما فعل فی الاولے و قال قیل لہ فلما دخل اذا بعیسی علیہ السلام بجسدہ عینہ فانہ لم یمت الی الآن بل رفعہ اللہ الی ہذہ السماء واسکنہ فیہا وحکمہ فیہا (کتاب الیواقیت والجواہر)

دلیل نویں برحیات مسیح علیہ السلام

عن جابرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتزال طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق ظاہرین الی یوم القیامۃ قال فینزل عیسی ابن مریم فیقول امیرھم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللہ ھذہ الامۃ رواہ مسلم مشکوٰۃ شریف صفحہ

دلیل دسویں برحیات مسیح علیہ السلام

عن عبد اللہ بن سلام قال مکتوب فی التوراۃ صفۃ محمد و عیسی بن مریم یدفن معہ قال ابو مودود وقد بقی فی البیت موضع قبر رواہ الترمذی مشکوٰۃ کتاب الفتن فی فضائل النبی

دلیل گیارہویں بر حیات مسیح علیہ السلام

و نقل اہل السیر عن سعید ابن المسیب قال بقی فی البیت موضع قبر فی السہوۃ الشرقیۃ یدفن فیہ عیسے ابن مریم علیہ السلام۔

دلیل بارہویں بر حیات مسیح علیہ السلام

اخرج ابن عساکر عن عایشۃ قالت قلت یا رسول اللہ انی اری انی اعیش بعدک فتاذن ان ادفن الی جنبک فقال وانی لی بذلک الموضع ما فیہ الا موضع قبری و قبر ابی بکر و عمر و عیسیٰ ابن مریم (کنز العمال علی ہامش المسند للامام احمد ج ۱ ص ۔۔۔)

دلیل تیرہویں بر حیات مسیح علیہ السلام

ذکر الحافظ ابو القاسم ابن عساکر فی ترجمۃ عیسے

ابن مریم من تلا بحر عن بعض السلف انه یدفن
معا النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی حجرتہ (ابن کثیر
جلد ثالث تحت قولہ تعالی وان من اھل الکتاب)

دلیل چودھویں بر حیات مسیح علیہ السلام

صحیح مسلم باب جواز التمتع فی الحج والقران
میں ہے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذی
نفسی بیدہ لیھلن ابن مریم بفج الروحاء
حاجا او معتمرا او لیثنیہما یعنے مسیح علیہ السلام
فج الروحا سے حج کا احرام باندھینگے۔

دلیل پندرھویں بر حیات مسیح علیہ السلام

حدثنا ابن حمید قال حدثنا مسلمۃ عن ابن اسحاق
عن الحسن بن دینار عن قتادۃ عن عبد الرحمن
بنی ادم عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ

رسول الله صلی الله علیہ وسلم الانبیاء اخوۃ لعلات امھاتھم شتی ودینھم واحد وانا اولی الناس بعیسی ابن مریم لانہ لم یکن بینی وبینہ وانہ خلیفتی علی امتی وانہ نازل فاذا رایتموہ فاعرفوہ فانہ رجل مربوع الخلق الی الحمرۃ والبیاض سبط الشعر کان شعرہ یقطر وان لم یصبہ بلل بین ممصرتین یدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویفیض المال۔ ویقاتل الناس علی الاسلام حتی یھلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا ویھلک اللہ فی زمانہ مسیح الضلالۃ الکذاب الدجال و تقع فی الارض الامنۃ حتی ترتع الاسود مع الابل والنمر مع البقر والذیاب مع الغنم وتلعب الغلمان بالحیات لایضر بعضھم بعضا فیثبت فی الارض اربعین سنۃ ثم یتوفی ویصلی المسلمون علیہ ویدفنونہ۔ ابن جریر جزء ۳ صفحہ ۱۸۴

ختم النبوۃ فی القرآن

(۱) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ
ن رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (سورہ احزاب)
موس اور اسکی شرح تاج العروس میں ہے۔" والخاتم
ر القوم کالخاتم ومنہ قولہ تعالیٰ وخاتم النبیین
اٰخرھم"۔ خاتم النبیین پر الف لام استغراقی
یقی ہے۔ کیونکہ لام تعریف کی چند قسمیں ہیں
ں جنسی جیسے قول اللہ تعالیٰ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ
شَيْءٍ حَيٍّ اس سے مراد جنس ما ہے اسکے نہ
افراد مراد ہیں اور نہ ہی بعض۔ دوسرا استغراقی
جیسے قولہ تعالیٰ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
کل الغیب والشہادہ پھر اسکی دو قسمیں ہیں
) استغراقی حقیقی جسکی مثال مذکور ہو چکی ہے

دوسرا استغراقی عرفی اس سے مراد یہ ہے کہ باعتبار
تفاہم عرف اسکے تمام افراد مراد لیے جائیں جیسے
جمع الامیر الصاغۃ عرف میں اسکے معنے بھی لیے جاتے
ہیں۔ کہ اپنے شہر کے تمام سناروں کو جمع کیا نہ کہ
تمام جہان کے (فائدہ) استغراقی عرفی مجاز ہے کیونکہ
مجاز وہاں لیا جاتا ہے جہاں حقیقت متعذر ہو۔
تیسرا الف لام عہدی ہے۔ اور اسکی تین قسمیں ہیں
(۱) عہد خارجی جیسے اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا
فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ۔ رسول سے مراد وہی
رسول ہے جسکا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ (۲) عہد ذہنی
جیسے قولہ تعالےٰ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اس سے وہ خاص
غارات مراد ہیں اور قرآن اور کلام میں انکا ذکر نہیں
(۳) عہد حضوری جسکے مدخول کے بعض افراد ہوں اور
وہ بعض حاضر ہوں جیسے یاایھا الرجل
(۱) اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ ع

[illegible]عُمَيْ (٢) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ
جَمِيْعًا (٣) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ
بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (٤) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً
لِّلْعٰلَمِيْنَ (٥) تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ
عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (سورۂ فرقان
[illegible]) وَلَقَدْ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا (سورۂ
نساء) (٧) وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ
[illegible]ٖ وَمَنْۢ بَلَغَ (سورہ انعام رکوع ١) (٨) وَمَنْ
يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ۔ فان
[illegible]راد من الاحزاب جماعات الناس کلھم الی
[illegible]م القیٰمۃ (٩) قُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ
[illegible]مِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا
اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ (١٠) اِتَّبِعُوْا
اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ
[illegible]لِيَآءَ (سورۂ اعراف کا ابتدا)

(۱۱) وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا (سورہ نسا کا آخر ہے) (۱۲) ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (سورہ واقعہ) قلیل من الآخرین سے مراد امت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیونکہ یہی آخرون ہیں۔

(۱۳) ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ سورہ واقعہ ۲۷) روی ابن مسعود فی اخر حدیث طویل قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انی لارجو الشطر یعنی من اھل الجنۃ فکبرنا ثم تلا ھذہ الایۃ ثلۃ من الاولین ثلۃ من الآخرین (ابن جریر ص۹۸ ج۲۷ وعن قتادۃ مثلہ)

(۱۴) اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ مراد قرب ساعت سے یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اور قیامت کے

درمیان کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا جو آپکے بعد پیدا ہو۔ بخاری
ور مسلم میں ابو حازم سلمہ بن دینار سے روایت ہے
ہ مینے حضور علیہ السلام سے سنا فرماتے تھے۔ میری
ثت اور قیامت ایسے ہیں جیسے سبابہ اور وسطےٰ
۵) اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمۡ وَهُمۡ فِیۡ
غَفۡلَةٍ مُّعۡرِضُوۡنَ (۱۶) اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰهِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡهُ
ہ دونو آیتیں اقتراب ساعت پر نص ہیں۔ اقتراب
یامت سے مراد یہ ہے کہ قیامت اس امت پر قائم
گی حضور علیہ السلام کے پیچھے کوئی نبی نہیں اور نہ
آپ کی امت کے بعد کوئی امت ہے۔
۱۷) هٰذَا یَوۡمُ الۡفَصۡلِ جَمَعۡنٰكُمۡ وَالۡاَوَّلِیۡنَ
سورہ مرسلات) اس امت کو خداوند کریم نے
لین کے مقابلہ پر یاد فرمایا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ امت
ی آخرین ہیں۔ خوب پڑھو۔
نُهۡلِكِ الۡاَوَّلِیۡنَ ثُمَّ نُتۡبِعُهُمُ الۡاٰخِرِیۡنَ

(۱۸) ثُمَّ جَعَلْنٰکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ لِنَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ (سورہ یونس ۱۱)

(۱۹) ھُوَالَّذِیْ جَعَلَکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ (سورہ انعام)

تفسیر خازن جلد ۲ میں ہے وذٰلک اَنَّ محمد اصلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خاتم النبیین فامتہ قد خلفت سائر الامم۔

(۲۰) ھُوَالَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ (سورہ فاطر) (۲۱) ھُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ (سورہ فتح) (۲۲) قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ (سورہ اٰل عمران)

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے اگر حضور علیہ السلام کے بعد بھی کوئی نبی آنے والا ہوتا تو امت محمدی کے لئے بھی اسپر ایمان لانا واجب ہوتا۔ جیسے پہلی امتوں کے لئے ضروری تھا کہ وہ پہلے اور پچھلے نبیوں پر ایمان لائیں۔ حالانکہ اللہ عزوجل نے اس آیت میں امت محمدی کو محض پہلے نبیوں پر ایمان لانے کا حکم دیا۔

(۲۱) وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ۔ (سورہ بقر) یہ آیت بتلا رہی ہے کہ حضور علیہ السلام کے پیچھے وحی نبوت کا کبھی نزول نہ ہوگا۔ اسلئے کہ جب اللہ عزوجل نے اس آیت میں وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ فرمایا تو ہمیں معلوم ہوا کہ آپ کے بعد وحی نبوت منقطع ہے۔

(۲۲) لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (سورہ نساء)

(۲۳) لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ

وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (سورۂ نسا)

(۲۳) یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالْکِتَابِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَالْکِتَابِ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ (سورۂ نساء)

(۲۴) اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (۲۵) هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّا اِلَّا اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَاَنَّ اَکْثَرَکُمْ لَفَاسِقُوْنَ (۲۶) وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا اِنَّهُمْ لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ الخ (سورہ فرقان) ۱۸

(۲۷) مَا یُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ (سورہ حم السجدہ) ۲۴

(۲۸) وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ (سورۂ زمر) ۲۴

(۲۹) کَذٰلِكَ یُوْحِیْ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ

فِی قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْھَا الخ یہ بیس
قرآن کریم کی تیس آیتیں ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں انمیں سے بعض تو ابسا
میں نصوص صریحہ کا حکم رکھتی ہیں اور بعض سے ختم نبوت اور انقطاع
وحی نبوت کے معنے استنباط ہوتے ہیں ففکروا آیات اللّٰہ۔

ختم النبوۃ من الاحادیث

(۱) عن ابی ھریرۃ رض ان رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ
علیہ وسلم قال ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلہ
کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ واجملہ
الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس
یطوفون ویعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت
ھذہ اللبنۃ وانا خاتم النبیین (رواہ البخاری)
فی کتاب الانبیاء ومسلم فی فضائل واحمد فی
مسندہ ص ۲۹۸/جلد۲ والنسائی والترمذی۔

(۲) وفی مسلم عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجدا وطہورا وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون (مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی ص۵۱۲)

(۳) وفی البخاری والمسلم عن جبیر بن مطعم قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا ماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی (مشکوٰۃ ص۵۱۵ مجتبائی)

(۴) عن ابی ہریرۃ رضی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کنت اول النبیین فی الخلق واخرہم

فی البعث (اخرجہ البغوی باسناد الثعلبی
خازن جلد ۳ ص۵۳۵)

(۵) فی البخاری والمسلم عن ابی ہریرۃ رض قال کانت
بنو اسرائیل تسوسہم الانبیاء کلما ھلک نبی
خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی - وسیکون خلفاء -

(۶) وفی الصحیحین عن سعد ابن وقاص فقال
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لعلی اما ترضٰی
یا علی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ
الا انہ لا نبوۃ بعدی (مشکوۃ ص۵۶۳)

(۷) عن ثوبان رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم اذا وضع السیف فی امتی لم ترتفع
عنہا الی یوم القیامۃ ولا تقوم الساعۃ حتی
تلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتیٰ
تعبد قبائل من امتی الاوثان وانہ سیکون
فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعمون انہ

بنی اللہ وانا خاتم النبیین لانبی بعدی (ابوداؤد والترمذی) مشکوۃ ص۴۵۷

(۸) وفی الترمذی عن عقبۃ ابن عامر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوکان بعدی نبی لکان عمر ابن الخطاب (مشکوۃ ص۵۵۸)

(۹) فی الصحیحین عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یک فی امتی احد فانہ عمر مشکوۃ ص۵۵۳

(۱۰) قال قال رسول اللہ ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث صحیح)

(۱۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات (ابن ماجہ عن ام کرز)

(۱۲) قال علیہ السلام قال آدم لجبریل من محمد

قال آخر ولد لک من الانبیاء (اخرجہ فی الکنز عن ابن عساکر ص۱۱۲ ج ۶

(۱۳) عن عائشۃ رض قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا خاتم الانبیاء و مسجدی خاتم مساجد الانبیاء ع ذکرہ فی الکنز عن الدیلمی و ابن النجار والبزار

باب ازالۃ الشبہات

شبہ اول) اگر تمہاری تفسیر کی بنا پر حضور علیہ السلام خاتم النبیین تسلیم کر لیئے جائیں تو آپکے بعد عیسٰی علیہ السلام کا نزول ممتنع ہو گا۔ کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام یقینی نبی ہیں۔

الجواب) نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے مراد یہ ہے کہ آپکے مابعد کوئی نبی پیدا نہ ہو گا

اسکا یہ مطلب نہیں کہ انبیاء سابقین سے کوئی نبی آپکے
پیچھے باقی نہیں رہے گا۔ اور خاتم النبیین کا مدلول
لغوی یہی ہے۔ اگر کہا جائے فلان اخرالاولاد
توکوئی اہل عقل اسکا یہ مطلب نہیں سمجھیگا کہ پہلی تمام
اولاد مرچکی ہے اور انمیں سے کوئی باقی نہیں رہا
اور حضور علیہ السلام نے اس معنے کی خود تصریح فرمادی
ہے خوب غور سے اسحدیث کو پڑھو روی عن سہل
ابن الساعدی قال استاذن العباس النبی صلے
اللہ علیہ وسلم فی الھجرۃ فکتب الیہ یا عم اقم
مکانک انت بہ فان اللہ قد ختم بک الھجرۃ
کما ختم بی النبیون (کنز العمال نقلا عن
الطبرانی وابو نعیم وابی یعلے وابن عساکر
وابن النجار) کیا کوئی انسان کہہ سکتا ہے کہ مہاجرین
سب مرگئے تھے انمیں سے کوئی بھی باقی نہیں رہا تھا
حضور علیہ السلام نے اس تشبیہ سے اس امر کی تصریح

فرما دی کہ مراد ختم حدوث نبوت ہے نہ کچھ اور کیونکہ اکثر
مہاجر زندہ موجود تھے۔ اور اسپر دوسری شہادت
یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے قصر نبوت کی مثال
دیتے ہوئے فرمایا ختم بی البنیان وختم بی
الرسل اور ہر عاقل جانتا ہے کہ ختم بنیان سے یہ
مراد نہیں کہ بنیان سابق معدوم اور گم ہو چکی ہے
اور اسمیں سے کچھ باقی نہیں رہا۔

شبہ ثانیہ جناب مرزا صاحب اور انکے اصحاب
فرماتے ہیں کہ اس آیت میں خاتم سے مراد مہر ہے یعنی
حضور علیہ السلام نبیوں کی مہر ہیں۔ آپکے مابعد جو نبی
آئے گا وہ حضور ہی کے فیضان سے ہوگا۔ یعنے جسکے
نبی ہونے پر حضور مہر لگا دینگے وہ آپکے بعد نبی ہوگا
بدون وساطت محمد رسول نبی کا آنا ممتنع ہے۔

الجواب احمدیوں کا ایسا فرمانا کئی وجوہ سے تحریف
قرآن ہے (پہلی وجہ) لغت عرب اور اسکے قواعد کے

مخالف ہے۔ دیکھو اگر کہا جائے فلاں خاتم القوم ہو گیا
اس سے کوئی سمجھ سکتا ہے کہ حصولیت قوم کر لوگوں
کی ہجرت کا نفاذ اسکے مہر لگانے کیوجہ سے ہے۔ ہر گز نہیں
بلکہ یہہ احمدی صاحبان کا بہتان عظیم ہے۔

(دوسری وجہ) ہمنے جن نصوص قطعیہ و احادیث
کا پہلے ذکر کیا ہے۔ انکے مخالف ہے۔

(تیسری وجہ) صحابہ کی تفسیر کے مخالف ہے۔

(چوتھی وجہ) ائمہ مفسرین جو کہ اس دریا کے غواص
ہیں۔ اور نیز تابعین کے تفاسیر کے معارض ہیں۔

(شبہ ثالثہ) النبیین میں الف لام استغراقی
حقیقی نہیں بلکہ عرفی ہے اور نبیین سے مراد
تشریعی نبی ہیں جو کہ شریعت جدیدہ لائیں یعنے
شریعت جدیدہ لانے والے نبی نہیں آینگے۔ جیسا کہ
قولہ تعالےٰ ویقتلون النبیین اس سے بعض انبیا
کا قتل مراد ہے نہ کہ سب کا۔

الجواب(۱) تخصیص کی وجہ کتاب و سنت اور آثار صحابہ اور لغت عرب اور اسکے قواعد کی رو سے ہونی چاہیئے۔ استغراق عرفی تو یہاں متعذر ہے اور لفظ عام کی جبتک تخصیص نہ پائی جاوے عام اپنے عام پر رہیگا۔ اور یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ یہاں مخصص قطعی کا وجود نہیں اور کتاب کے عام کے لیئے مخصص قطعی کا ہونا ضروری ہے۔ بالفرض والمحال اگر مخصص قطعی کا وجود آپ کو مل بھی جاوے تو بھی آپ کے لئے مفید نہیں کیونکہ جناب مرزا صاحب نے علے الاعلان صاحب تشریعی نبی ہونے کا دعوے کیا ہے۔ جیسا کہ اربعین ۴ صحیفہ ۶ میں فرماتے ہیں ماسوا اسکے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جسنے اپنے وحی کے ذریعہ چند امر اور نہی بیان کیئے اور اپنی امت کے لیئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف

ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی مثلاً یہہ الہام قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ ذٰلِکَ اَزْکٰی لَھُمْ براہین احمدیہ میں درج ہے۔ اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تیئیس برس کی مدت بھی گذر گئی۔ اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔ اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی یعنے قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے اور اگر یہہ کہو کہ شریعت تو وہ ہے جسمیں باستیفاء امر اور نہی کا ذکر ہو تو یہہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ اگر توریت یا قرآن شریف میں باستیفاء احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی۔

اور نیز یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ سے استشہاد پیش کرنا

قطعاً باطل ہے۔ اسلئے کہ اسکی تخصیص کا قرآن کریم نے
اعلان فرما دیا ہے۔ جیسے کہ فرمایا کہ فَفَرِیْقًا کَذَّبْتُمْ
وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ۔ اگر یقتلون النبیین کو بعض نبیین
پر محمول نہ کیا جائے تو کلام محض کذب ہو جائے گی
اور خاتم النبیین غیر مخصص ہے اسکا مخصص قطعی پیش
کرنا بھی آپکے لئے ضروری ہے۔ آپ کی ہوائی باتیں
ہم کیسے مان لیں۔

شبہ رابعہ النبیین میں الف ولام عہد کے
لئے ہے اور معہود وہ نبی ہیں جو کہ شریعت جدیدہ لائے۔

الجواب) اجی جناب احمدی صاحبان! آپکا یہ
دعوے بلا دلیل ہے اگر خواہ مخواہ آپ کا دعوے
بلا دلیل تسلیم کر لیا جائے تو معہود کا ماقبل میں مذکور
ہونا ضروری ہے۔ اور وہ قولہ تعالے اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ
رِسٰلٰتِ اللّٰہِ ہے۔ اور تبلیغ رسالت تمام انبیاء میں
برابر ہے چاہے تشریعی ہوں اور چاہے غیر تشریعی

اور محض تشریعی نبیوں کو معہود قرار دینا کتاب اور سنت اور آثار اور اجماع صحابہ کی تردید کرنی ہے۔

شبہ خامسہ) خاتم سے مراد زینت ہے اور خاتم النبیین کے معنے ہوئے زینت الانبیاء

الجواب) یہ معنے از قبیل تسمیۃ للسبب باسم المسبب ہیں اور یہ مجاز ہے۔ اور مجاز وہاں پر لیا جاتا ہے جہاں حقیقت متعذر ہو اور یہ بات واضح ہے کہ یہاں حقیقت متعذر نہیں۔ اگر احتمال لغوی معنے کا بھی ہو تو بھی قرآن وحدیث اور تفسیر صحابہ پر پیش کیا جائے گا اگر موافقت ثابت ہوئی تو بہتر ورنہ اوٹھاکر دیوار سے مار دینگے اور یہ معنے آیات واحادیث واقوال صحابہ واجماع امت کی مخالف ہے لہذا نہیں مانے جائینگے۔

شبہ سادسہ) جناب مرزا صاحب اپنی بہت سی تصانیف میں فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم کا

بروز ہوں اور ظل ہوں۔ لہذا ختم نبوت کے معنے
میں کسی قسم کا قدح واقع نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ
آپ ایک غلطی کے ازالہ میں فرماتے ہیں"۔ لیکن اگر
کوئی شخص اس خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث
نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو
اور صاف آئینہ کیطرح محمدی چہرہ کا انعکاس ہوگیا ہو
تو وہ بغیر مہر (ختم نبوت) توڑنے کے نبی کہلائے گا۔
کیونکہ وہ محمد ہے گو وہ ظلی طور پر پس باوجود اس شخص
کے دعوے نبوت کے جسکا نام ظلی طور پر محمدؐ اور احمدؐ
رکھا گیا ہے۔ پھر بھی سیدنا محمد خاتم النبیین ہی رہا کیونکہ
یہ محمد ثانی اسی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور اسی
کا نام ہے۔

(الجواب) اجی ظلی اور بروزی کا ثبوت قرآن
اور حدیث میں نہیں ہے۔ اگر ہے تو پیش فرماؤ۔ کیا حضور
علیہ السلام نے کہیں فرمایا ہے۔ کہ میرے بعد کوئی نبی

بروزی پیدا ہوگا۔ ہاں مسلم کی حدیث سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ میرے بعد تیس کذاب دجال ہونگے۔ انمیں کا ہر ایک دعوےٰ کریگا کہ میں اللہ کا نبی ہوں۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ولانبی بعدی ہوں۔ خلاصہ یہہ ہے کہ اس بروزظلی کا ثبوت قرآن وحدیث میں نہیں۔

ومن ادعے فعلیہ البیان

اجرائے نبوت پر احمدیوں کے دلائل

(۱) وَمَنْ یُطِعِ اللّٰہ وَالرسول فَاُولٰئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہ عَلَیْہِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِیْقًا۔ (نساء ۱۵)

الجواب) عن عائشۃ رضی اللہ عنہ قالت سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ما من نبی یمرض الاخیر بین الدنیا والاخرۃ وکان فی شکوٰۃ الذی

قبض لخذتہ بحۃ شدیدۃ فسمعتہ یقول
مع الذین انعمت علیہم من النبیین والصدیقین
والشہداء والصالحین فعلمت انہ خیر ابخاری
مسلم) حضرت عائشہ فرماتے ہیں کہ مینے حضور علیہ
السلام سنا کہ ہر نبی کو اسکی مرض الموت میں اختیار
دیا جاتا ہے کہ وہ اگر دنیا میں رہنا چاہتا ہے تو رہے
اور اگر آخرت میں رہنا چاہتا ہے تو بھی اسکی مرضی
حضور علیہ السلام کو جب اپنی مرض الموت میں کھانسی
شروع ہوئی۔ تو مینے سنا کہ آپ فرماتے ہیں مع الذین
انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء
والصالحین الخ پس مجھے معلوم ہوا کہ آپ دنیا و آخرت میں
اختیار دیئے گئے ہیں۔ دیکھو اسکا یہ مطلب نہیں کہ
حضور علیہ السلام نے حصول نبوت کی دعا فرمائی
تھی۔ کیونکہ حضور علیہ السلام تو پہلے ہی نبی تھے۔
کسی کی معیت و رفاقت اتحاد درجہ کو مستلزم نہیں

ورنہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ
میں آپکو کہنا پڑے گا کہ جسقدر صحابہ آپکی فرمانبرداری
میں اکمل ہیں وہ محمد رسول اللہ کا درجہ حاصل
کرلیں مگر آپ کا ایسا فرمانا مردود سمجھا جائے گا
کیونکہ فاضل و مفضول برابر نہیں ہوسکتے۔
بیہقی میں حضرت انس سے روایت ہے کہ کسی آدمی
نے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا
کہ قیامت کب آئے گی حضور نے فرمایا تونے قیامت
کے متعلق کونسی تیاری کی ہے۔ اسنے عرض کی حضور
میں نے قیامت کے متعلق تو کوئی تیاری نہیں کی مگر
اللہ و رسول سے محبت ضرور رکھتا ہوں۔ حضور نے
فرمایا۔ المرء مع من احب یعنے توجسکو محبت رکھتا ہے
اسیکے ساتھ ہوگا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ جتنی
خوشی ہمکو حضور کے فرمان المرء مع من احب سے ہوئی
سے ہوئی اتنی خوشی کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اور میں اسی

محبت کیوجہ سے امید واثق رکھتا ہوں کہ میرا حشر
آپ ہی کے ساتھ ہوگا۔ اگرچہ آپ جیسے کام مجھ سے ظہور
میں نہ آئیں (خازن جزء اول) صفحہ ۳۶۲
اسی حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ درجہ نسبت اضافی
کے لحاظ سے ہے نہ من کل الوجوہ فاندفع ما اعترض
(۲) یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ
یَقُصُّوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِیۡ ۙ فَمَنِ اتَّقٰی وَ اَصۡلَحَ
فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ۝ ۳۵/۸
الجواب اس سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ رسول
مطاع ہوتا ہے مطیع نہیں ہوتا بدلیل قولہ تعالیٰ
وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ
اللّٰہِ ؕ رسول کے تین معنے مرزا صاحب بیان فرماتے
ہیں۔ رسول۔ و نبی و محدث۔ دیکھو آئینہ کمالات
اسلام صفحہ ۳۲۱ و فیصلہ شملہ صفحہ ۱۳ جبتک احمدی صاحبان
یہ نہ ثابت کریں کہ اس پیش کردہ آیت سے مراد

ویسے ہی نبی ہیں جیسے کہ محمد رسول اللہ سے پہلے پیغمبر گذرے تھے استدلال صحیح نہیں ہو سکتا۔ اگر مجدد مراد لیا جائے تو کیا حرج ہے کیونکہ مجدد کا کام بھی آیات الٰہی کا بیان کرنا ہے اور رسول کا لفظ تو اپنے معنے کے لحاظ سے بہت وسیع ہے فرشتوں پر بھی اسکا اطلاق آتا ہے اور پیغام رساں کو بھی کہتے ہیں۔ دیکھو سورہ یوسف میں آیا ہے فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُولُ۔ ہمارا ایمان ہے کہ رسول بمعنے مجدد آئینگے مگر رسول بمعنے نبی نہیں آئیگا فمن ادعیٰ فعلیہ البیان۔

(۳) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ (سورہ نور)

خدا تعالےٰ نے امت محمدیہ سے وعدہ کیا ہے کہ گذشتہ امتوں کے خلفاء کیطرح اس امت میں بھی

خلفاء بنائیگا وہ خلفاء روحانی وجسمانی دونو قسم کے
تھے جیسے اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (سورہ بقر)
یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ
(ص) پس دونو قسم کی خلافت اب بھی جاری
ہوگی ورنہ خداوند کریم کے دعوے میں تخلف ماننا پڑیگا
وھو المحال

(الجواب) اجی احمدی صاحبان۔ حدیث لکھے دیتا
ہوں آپ ضد کو خدا کے لئے جانے دو۔ عن ابی ھریرۃ
رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء
کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لانبی بعدی
وسیکون خلفاء (بخاری ومسلم) یعنے بنی اسرائیل
کی سیاست ملکی انبیا کے ہاتھ میں تھی۔ جب ایک نبی فوت
ہو جاتا تو خداوند کریم اسکے مابعد دوسرے نبی کو مبعوث
فرما دیتا۔ چونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ لہذا سیاست ملکی

کے منتظم عنقریب خلفاء ہونگے۔ میرے بھائیو اس سے نبوت
کا اجرا کیسے ثابت ہوا فافہم وتدبر ولاتکن من الجاہلین
الہالکین۔

(۴) اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ
النَّاسِ (سورہ حج) اجی اس آیت میں رسول بمعنے
نبی نہیں۔ اگر رسول بمعنے نبی تسلیم کیا جائے تو بھی کچھ
حرج نہیں معنے حال کے کرو۔ مستقبل کے نہ کرو۔

(۵) اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ
یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ
بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ (صف)

(الجواب) مرزا صاحب کا نام غلام احمد ہے اور رسول
صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد ہے جبیر بن مطعم ؓ سے
کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ
فرماتے تھے کہ میرے بہت سے نام ہیں انا محمد و
احمد وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر

انا الحاشر الذی یحشر الناس علیٰ قدمی وانا العاقب الذی لیس بعدہ نبی (بخاری مسلم)
یعنی میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں کیونکہ اللہ عزوجل میری وجہ سے کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں کیونکہ قیامت کو لوگ میرے قدموں پر جمع ہونگے اور میں عاقب ہوں۔ کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

(۳) ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (سورہ جمعہ ۲۸) اور تقدیر عبارت یہ ہے۔ بَعَثَ فِی الْاٰخَرِیْنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ۔

جواب) اجی احمدی صاحبان! تقدیر عبارت اس طرح نہیں جیسا کہ آپ فرما رہے ہیں بلکہ لفظ آخرین

مفعول کے محل پر واقع ہے اسے یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُ الْاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ یعنے محمد رسول اللہ موجودہ لوگوں کے بھی معلم و مزکی ہیں اور انکے بھی جو آپکے بعد تا قیامت آپکے (۷) وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (سورہ بنی اسرائیل) عظیم الشان عذاب بجز کسی رسول کی بعثت اور مخالفوں کے انکار شدید کے نہیں آتا۔

(الجواب) اجی جناب رسول تو رحمت ہوا کرتے ہیں عذاب نہیں ہوا کرتے۔ ہاں جو نبی کی مخالفت کرے اسپر عذاب آیا کرتا ہے اور دلایل حسب ذیل ہیں انا قد اوحی الینا اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۱۶ (۲) فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۲۶ (۳) فَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ اور جس شہر کے لوگ مصلح ہونگے۔ اپر عذاب الٰہی نہیں آئے گا

بدلیل قولہ تعالےٰ وَمَا رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ. ۱۲/۱۱ ۹ چونکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت عامہ تامہ ہے بدلیل قولہ تعالےٰ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ۱۹/۲۵ ۴ وبدلیل قولہ تعالےٰ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا تو جو کوئی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو جھٹلائے گا۔ عذاب میں مبتلا ہوگا۔ مسلمان کیوں عذاب میں مبتلا ہوں جبکہ حضور علیہ السلام کی تعلیم کی توہین کرتے ہیں

اجرائے نبوت پر احمدیوں کے دلائل حدیث سے

(۱) حضور علیہ السلام نے اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پر فرمایا وَلَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (ابن ماجہ

اس سے معلوم ہوا کہ ابراہیم کی نبوت میں صرف انکی موت مانع ہوئی۔ نہ کہ آیت۔

الجواب) یہ تعلیق بالمحال ہے مثل حتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ۸ چونکہ نبوت کا دروازہ بند ہے اسلیئے حضرت ابراہیم زندہ نہ رہے دیکھو خداوند کریم فرماتا ہے۔ کافر اسوقت تک جنت میں داخل نہ ہونگے جبتک اونٹ سوئی کے ناکے سے نہ نکلے۔ اگر آپ فرماویں کہ اونٹ اگر سوئی کے ناکے سے نکل سکتا ہے۔ تبھی تو فرمایا ورنہ کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ تو ہمارا یہی جواب ہوگا کہ آپ علم پڑھو مفت کی سردردی میں کیا فائدہ۔ دیکھو خدا فرماتا ہے لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ ۲۴/۳۶ تو کون مسلمان اس آیت کو سنکر کہیگا کہ حضور سے شرک متصور ہے۔ بلکہ از قبیل محال بالمحال ہے یعنے نہ حضور علیہ السلام

سے شرک ہو سکیگا اور نہ عمل آپ کے باطل ہونگے چونکہ شرک کا صدور آپ سے محال ہے۔ اسلیئے آپکے اعمال کی بربادی بھی محال ہے۔ خداوند کریم فرماتا ہے۔ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا پ۱۷ ع۲ چونکہ چند معبودوں کا ہونا محال ہے اسلیئے آسمانوں اور زمینوں کے انتظام کا بگڑنا بھی محال ہے۔

(۳) حضرت عائشہ صدیقہ کا ارشاد ہے قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ (تکملہ مجمع البحار ص ۸۵)

الجواب) حضرت عائشہ صدیقہ کا مطلب یہہ ہے کہ نبی ایک کلی ہے جسکے افراد تین ہیں۔ خارجی۔ ذہنی فرضی۔ حضور علیہ السلام کو فقط افراد خارجی کے لحاظ سے خاتم سمجھنا حضور کے لیئے باعث فضیلت نہیں بلکہ حضور علیہ السلام ان نبیوں کے بھی خاتم ہیں۔ جو تمہارے ذہن میں آئیں اور نیز ان نبیوں

کے بھی خاتم ہیں جنکو تم فرض کے طور پر مان لو۔ یعنے فقط
تاخر زمانی کو باعث فضیلت گردانتا حضور کے لیئے
باعث فضیلت نہیں بلکہ خود زمانے کو حضور علیہ السلام
کی وجہ سے فضیلت ملی ہے فافہم وتدبر۔

بحث عقائد جناب مرزا صاحب

(۱) جناب مرزا صاحب نفخ صور و حشر اجساد و
بعث من القبور و زلزلۃ الساعۃ میزان پلصراط
و دیگر اجزاء قیامت کے منکر ہیں۔ ازالہ کلاں صفحہ
کی عبارت ہم بعینہ نقل کر دیتے ہیں و ہو ہذا۔ ماسوا
اسکے حضرت مسیح ابن مریم جسکی روح اٹھائی گئی بر طبق
آیہ کریمہ یَآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی
رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي
وَادْخُلِي جَنَّتِي بہشت میں داخل ہو چکے اب کیونکر
پھر اس غمکدہ میں آجائیں۔ گو اسکو ہمنے مانا کہ وہ کا

درجہ دخول بہشت جو جسمانی و روحانی طور پر ہوگا وہ حشر اجساد کے بعد ہر ایک مستحق کو عطا کیا جاویگا۔ مگر اب بھی جسقدر بہشت کی لذت عطا ہو چکی ہے۔ ان سے مقرب لوگ باہر نہیں کیئے جاتے اور قیامت کے دن میں بحضور رب العالمین انکا حاضر ہونا انکو بہشت سے نہیں نکالتا۔ کیونکہ یہ تو نہیں کہ بہشت سے باہر نہیں کیئے جاتے اور قیامت کے دن میں بحضور رب العلمین ان کا حاضر ہونا۔ انکو بہشت سے نہیں نکالتا کیونکہ یہ تو نہیں کہ بہشت سے باہر کوئی لکڑی یا لوہے یا چاندی کا تختہ بچھایا جاوے گا۔ اور خدا تعالےٰ مجازی حکام اور سلاطین کی طرح اسپر بیٹھے گا اور کسی قدر مسافت طے کر کے اس کے حضور میں حاضر ہونا ہوگا۔ تا یہ اعتراض

لازم آوے کہ اگر بہشتی لوگ بہشت میں داخل شدہ تجویز کیے جاویں تو طلبی کے وقت انہیں بہشت سے نکلنا پڑے گا۔ اور اس لق و دق جنگل میں جہاں تخت رب العالمین بچھایا گیا ہے حاضر ہونا پڑے گا۔ ایسا خیال تو سراسر جسمانی اور یہودیت کی سرشت سے نکلا ہوا ہے۔ اور حق یہی ہے کہ ہم عدالت کے دن پر ایمان تو لاتے ہیں۔ اور تخت رب العالمین کے قائل لیکن جسمانی طور پر اس کا نقشہ نہیں کھینچتے۔ اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں جو کچھ اللہ اور رسول نے فرمایا وہ سب کچھ ہوگا۔ لیکن ایسے پاک طور پر کہ جو خدا تعالیٰ کے تقدس اور تنزہ اور اسکی صفات کاملہ کے منافی اور مغائر نہو۔ بہشت تجلی گاہ حق ہے۔ کیونکر کہہ سکیں کہ اسدن خدا تعالیٰ ایک مجسم شخص کیطرح بہشت سے باہر اپنا خیمہ یا یوں کہو کہ اپنا تخت

ہیں ہونگے دوزخی دوزخ میں لیکن رحم الٰہی کی تجلی عظمے استیاز دل پر اور ایماندار و نیز ہر ایک جدید طور سے لذت کاملہ کی بارش کر گئے اور تمام سامان بہشتی زندگی کا حسی اور جسمانی طور پر انکو دکھلا کر اسی نئے طور کے دارالسلام میں انکو داخل کر دینگے۔ ایسا ہی خدا تعالےٰ کے قہری تجلی جہنم کو بھی بعد از حساب اور الزام صریح کے نئے رنگ دکھلا کر گویا جہنمی لوگوں کو نئے سرے سے جہنم میں داخل کر دینگے روحانی طور پر بہشتیوں کا بلا توقف بعد موت بہشت میں داخل ہو جانا اور دوزخیوں کا دوزخ میں گرایا جانا متواتر قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہاں تک ہم اس رسالہ کو طول دیتے جائیں۔ اے خداوند قادر اس قوم پر رحم کر کلام الٰہی پڑھتے ہیں۔ لیکن وہ پاک کلام انکے حلق سے آگے نہیں گذرتا۔ ازالہ صفحہ ۱۴۴ اور صفحہ ۱۴۸ پر فرماتے ہیں۔ ہاں دوسری طرف یہ بھی

ثابت ہے کہ قبروں سے مردے اُٹھینگے اور ہر ایک شخص
حکم کے سننے کے لیئے خدا کی حضور میں کھڑا ہوگا۔ اور
ہر ایک شخص کے عمل اور ایمان کا اندازہ ایسی ترازو سے
اسپر ظاہر کیا جائیگا۔ تب جو لوگ بہشت کے لائق ہیں
بہشت میں داخل کیئے جائینگے اور جو دوزخ میں جلنے کی سزاوار ہیں وہ دوزخ میں
ڈالدیئے جائینگے۔ ناظرین دیکھو لفظی اقرار اور حقیقی
انکار کے سوا کچھہ برامد نہیں ہوتا۔ پھر صفحہ ۱۲۸
پر فرماتے ہیں۔ اب حاصل کلام یہہ ہے کہ ان تینوں
مدارج میں انسان ایک قسم کی بہشت یا ایک قسم
کی دوزخ میں ہوتا ہے۔ اور جنکے یہہ حال ہوں تو
اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ ان مدارج میں
سے کسی درجہ پر ہونے کی حالت میں انسان بہشت
یا دوزخ میں سے نکالا نہیں جاتا۔ جب اس درجہ کے
ترقی کرتا ہے تو اس درجہ سے اعلے درجہ میں آجاتا ہے۔
دیکھو حشر اجساد مردوں کا قبروں سے اُٹھنا وغیرہ

وغیرہ کا بالکل انکار فرمارہے ہیں۔ جو شخص جناب مرزا صاحب پر ایمان لائے گا اسکے لیے اس امر پر ایمان لانا ضروری ہوا۔ پس جو شخص ایسا عقیدہ رکھیگا۔ اسکے کافر ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

(۳) جناب مرزا صاحب کا عقیدہ ہے کہ انبیا علیہم السلام کی وحی میں بھی کبھی دخل شیطانی ہوجاتا ہے۔ ازالہ اوہام کلاں صفحہ ۲۲۹ پر اسکی تقریر یوں فرماتے ہیں "صرف اسقدر تحریر کرنا کافی ہے کہ الہام رحمانی بھی ہوتا ہے اور شیطانی بھی اور جب انسان اپنے نفس اور خیال کو دخل دیکر کسی بات کے استکشاف کے لیے بطور استخارہ و استخبار وغیرہ کے توجہ کرتا ہے۔ خاصکر اس حالت میں کہ جب اسکے دل میں یہ تمنا مخفی ہوتی ہے کہ میری مرضی کے موافق کسی کی نسبت کوئی برا یا بھلا کلمہ بطور الہام مجھے معلوم ہوجائے تو شیطان اسوقت اسکی

انکی آرزو میں دخل دیتا ہے اور کوئی کلمہ اوسکی زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور دراصل وہ شیطانی کلمہ ہوتا ہے۔ یہہ دخل کبھی انبیا اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے۔ مگر وہ بلاتوقف نکالا جاتا ہے۔ اسی کی طرف اللہ جلشانہ قرآن کریم میں اشارہ فرماتا ہے ۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَسُوْلٍ وَلَا نَبِیٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰی اَلْقَی الشَّیْطَانُ فِیْ اُمْنِیَّتِہٖ (سورہ حج) ایسا ہے انجیل میں لکھا ہے کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کے ساتھہ بدل کر بعض لوگوں کے پاس آجاتا ہے۔ دیکھو خط دوم قرنتیان باب ۱۱۔ آیت ۱۴۔ اور مجموعہ توریت میں سے سلاطین اول باب ۲۲ آیت انیس میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چارسو نبی نے اسکی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹی نکلی اور

ی وشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا۔
سکا سبب یہ تھا کہ در اصل وہ الہام ایک ناپاک
روح کی طرف سے تھا نوری فرشتہ کیطرف سے
نہیں تھا۔ اور نبیوں نے دھوکھا کھا کر ربانی سمجھ لیا
تھا۔ اب خیال کرنا چاہیئے کہ جس حالت میں قرآن کریم
کی رو سے الہام اور وحی میں دخل شیطان ممکن ہے
اور پہلی کتابیں توریت و انجیل اس دخل کی مصدق
ہیں ۔"

ناظرین کرام! جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ تمام
انبیا علیہم السلام کو القائے شیطانی ہوتا رہا
کیا وہ مقتدا بن سکتا ہے۔ حاشا و کلا۔ خوب یاد
رکھو۔ جو صاحب مرزا صاحب پر ایمان لاوے گا
اسکو اپنے ایمان کا یہ بڑہ ڈھیر اڑ اپڑیگا۔ تو نتیجہ یہی
ہو گا کہ جناب مرزا صاحب اور اسپر ایمان لانے
والے سب کافر ایسے کافر کہ جسمیں تاویل کو گنجایش

ہی نہیں۔ یہ نمونہ ہے اُن معارف قرآنیہ کا جنکا دروازہ جناب مرزا صاحب پر کھلا ہوا تھا " اب ہم آپکی صحیح عقیدہ کیطرف مختصر " راہنمائی کرتے ہیں شاید کوئی خدا کا بندہ ہدایت کی راہ اختیار کرلیوے۔

خوب یاد رکھو کہ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیا علیہم السلام کو القائے شیطانی نہیں ہوتا نہیں ہوتا۔ اور اسپر حسب ذیل دلائل ہیں۔

(۱) اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطٰنٌ ۱۲ خدا فرماتا ہے اے شیطان مردود تجھے میرے نیک بندوں پر غلبہ نہیں۔ (۲) اِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ سُلْطٰنٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۱۲ یعنے شیطان کو ایماندار پر غلبہ نہیں۔ (۳) مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۱۲ میرے حبیب اپنی خواہش سے باتیں نہیں فرماتے۔ بلکہ ہر معاملہ میں وحی کے منتظر رہتے ہیں (۴) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ

وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ ۱۴/۱ ، یعنے ہم ہی نے قرآن کو اتارا اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں۔ (۵) لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ ۲۴/۱۴ خداوند تعالےٰ منزل علے النبی کی صفت فرماتا ہے کہ اسکے نہ تو آگے باطل ہے اور نہ ہی پیچھے یعنے اسکے قریب کسی طرف سے بھی باطل نہیں آتا (۶) وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ لَاَخَذْنَا مِنْہُ بِالْیَمِیْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْہُ الْوَتِیْنَ فَمَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْہُ حَاجِزِیْنَ ۲۹/۲۸ ا یعنے اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہم پر بعض باتیں گھڑ لیتے اور پھر انکے منجانب اللہ ہونے کا دعوے کرتے تو از روی عقوبت اسکا سیدھا ہاتھ پکڑ کر اسکی رگ گردن سے کاٹ دیتے۔ اے مسلمانو! پھر تم میں سے اس وقت ہمارے اور اسکے درمیان کوئی منع کرنیوالا نہ ہوتا۔ بلکہ وہ تو برحق ہادی اور صادق راہبر ہیں۔ جنکو

جنکو ہمنے صرف تبلیغ احکام کے لیئے مقرر کیا ہے۔ جنکی معجزات بینات و دلالات قاطعات سے تائید فرمادی ہے (۲) عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ○ ۹/۲ سورہ جن۔

السوال من الاحمدی پھر جناب مرزا صاحب کی پیش کردہ تینوں دلیلوں کا کیا مطلب ہوا

(الجواب) قرآنی آیت کا مرزا صاحب نے مطلب غلط سمجھا ہے۔ صحیح مطلب یہہ ہے خداوند کریم فرماتا ہے۔ اے میرے رسول آپ سے پہلے کوئی نبی اور کوئی رسول ایسا نبی نہیں بھیجا مگر جب اسنے کوئی خواہش کی تو شیطان نے لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالکر اس پیغمبر کی خواہش کو پورا ہونے نہ دیا اسکا یہہ مطلب نہیں کہ رسول کے دل میں شیطان نے القا کیا۔ دیکھو

تفسیر مولوی محمد علی ایم۔ اے امیر جماعت احمدیہ لاہور کی اور جناب مرزا صاحب نے جو خط دوم قرنتیان باب ۱۱ آیت ۱۴ کا حوالہ دیا ہے اسکی عبارت لکھنے میں خیانت سے کام لیا گیا ہے۔ ہم اسکی عبارت بعینہ لکھے دیتے ہیں۔ "کیونکہ شیطان بھی اپنے آپ کو نورانی فرشتے کا ہمشکل بنا لیتا ہے۔ پس اگر اسکے خادم بھی راستبازی کے خادموں کے ہم شکل بن جائیں تو کچھ بڑی بات نہیں۔ لیکن انکا انجام انکے کاموں کے موافق ہوگا اس عبارت کا صرف اتنا ہی مطلب ہے کہ جیسے شیطان نوری فرشتے کی شکل بن جاتا ہے۔ ویسا ہی شیطان کے مرید انبیا اور اولیا کی ہمسری کا دعوے کرنے لگتے ہیں۔ جیسا کرینگے ویسا بھرینگے۔ اب خیال فرماؤ کہ مرزا صاحب کی عبارت پیش کردہ۔" ایسا ہی انجیل میں بھی لکھا ہے کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کے ساتھ بدل کر بعض لوگوں کے پاس آجاتا ہے۔"

خودساختہ ہے یا نہیں۔ اور پھر بھی دعوےٰ اور دلیل
میں تقریب تام نہیں۔

اور جناب مرزا صاحب نے جو توراۃ کا حوالہ
دیا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت چار سو نبی نے اسکے
فتح کے بارہ میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹی نکلی الخ
تو یہ بعل بت کے جھوٹے پجاری کاہن ہیں سچے
خدا کے نبی نہیں۔ اگر کوئی احمدی ثابت کر دکھائے
کہ یہ وحدہ لا شریک لہ کے سچے نبی تھے۔ تو ہم اسکو
ایک ہزار روپیہ بطور انعام دینگے۔ کیا اس انعام لینے
کی کسی احمدی میں طاقت ہے۔ ہرگز نہیں۔

ہم مجموعہ توراۃ سلاطین اول کی نقل کر دیتے ہیں
ناظرین خود ہی اندازہ لگالیں۔ وہو ہذا۔ اور ایسا
ہوا کہ جب اخی اب نے ایلیاہ کو دیکھا تو اخی
اب نے اسے کہا کیا تو بنی اسرائیل کا ایذا دینے
والا ہے؟ وہ بولا میں اسرائیل کا ایذا دینے والا نہیں

بلکہ تو اور تیرے باپ کا گھرانا ہے کہ تمنے خداوند کے
حکموں کو ترک کیا اور بعلیم کے پیرو ہوئے ۔
اب تو لوگ بھیج اور سارے اسرائیل کو اور بعل
کے ساڑھے چار سو نبیوں کو اور گھنے باغوں کے چار
سو نبیوں کو جو ایزبل کے دسترخوان پر کھاتے ہیں
کوہ کرمل پر میرے پاس اکٹھا کر۔ چنانچہ اخی اب
نے سارے بنی اسرائیل کو طلب کیا۔ اور نبیوں
کو کوہ کرمل پر اکٹھا کیا۔ اور ایلیاہ نے لوگوں کے
درمیان آکر کہا کہ تم کب تک دو فکروں میں لٹکے
رہوگے، اگر خداوند خدا ہے تو اسکے پیرو ہو۔ اور
اگر بعل ہے تو اسکے پیرو ہو۔ مگر لوگوں نے اسکے
جواب میں ایک بات نہ کہی۔ تب ایلیاہ نے
ان لوگوں کو کہا کہ خداوند کے نبیوں میں سے میں ہی
اکیلا باقی ہوں۔ پر بعل کے نبی چار سو پچاس آدمی
ہیں۔ سو وہ اب ہمکو دو بیل دیں۔ اور وہ اپنے لیے

ایک بیل کو پسند کرلیں - اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کرلیں
اور لکڑیوں پر دھریں اور آگ نہ دیں اور میں دوسرا بیل
تیار کرونگا اور اوسے لکڑیوں پر دھرونگا اور آگ نہ دونگا
تب تم اپنے خداؤں کا نام لو اور میں یہوواہ کا نام لونگا
اور وہ خدا جو آگ سے جواب بھیجے سو وہی خدا ٹھیرے
اور سب لوگوں نے جواب دیا اور کہا کیا خوب کلام ہے
الخ۔"

حضرات معلوم ہوتا ہے کہ جناب مرزا صاحب کے پاس
بجز دہو کھادہی کے کچھ نہیں۔ قرآن کریم کی آیہ کا مطلب
بیان فرمایا تو غلط انجیل کا حوالہ دیا تو بے سوچے سمجھے۔
اور تورات کا حوالہ دینے میں تو آنجہانی نے بہت ہی
مجددیت سے کام لیا ہے۔ گرہمیں مکتب است ہمیں ملاںؒ
کار طفلاں تمام خواہد شد۔

الاعتراض من الاحمدیے ابھی جناب مرزا صاحب نے
تو فی الفور کی قید لگادی ہے۔

الجواب۔ فی الفور کی قید سے کچھ فائدہ معرض ظہور میں نہ آیا۔ کیونکہ جب اس بادشاہ نے ہزیمت حاصل کی اور وہ تادم آخر یہی کہتے رہے کہ تیری فتح ہو گی مگر فتح نہ ہوئی تو بتلاؤ کیوں انکے دل سے خداوحدہ لاشریک نے فی الفور القائے شیطانی کو دور نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ فی الفور کی قید غیر مفید ہے اور توراۃ کو مصدق کہنا کتنا بڑا مغالطہ ہے۔ اجی پہلے قرآن و حدیث سے اسکا ثبوت تو دے لو۔ پیچھے توراۃ کو مصدق فرمانا۔

عقیدہ نمبر ۳) جناب مرزا صاحب مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یورپ کے لوگوں کو جسقدر شراب نے نقصان پہونچایا ہے اسکا سبب تو یہ تھا کہ عیسےٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔ مگر اے مسلمانو! تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم تو ہر ایک نشہ سے پاک اور معصوم تھے۔ جیسا کہ وہ فی الحقیقت معصوم

سوم تم مسلمان کہلا کر کسکی پیروی کرتے ہو۔ قرآن انجیل کی
طرح شراب کو حلال نہیں ٹھیراتا پھر تم کس دستاویز سے شراب کو حلال ٹھیراتے ہو کیا
تم حضرت مرزا صاحب جناب کہ غور کرو اور پڑھو عبارت خط کشیدہ (کشتی نوح ص ۶۵) دیکھو مزا نہیں

عقیدہ نمبر (۴) جناب مرزا صاحب کا عقیدہ ہے
کہ حضرت عیسے علیہ السلام کا باپ یوسف نجار ہے
ہم مرزا صاحب کی عبارت بعینہ نقل کر دیتے ہیں
آپ خوب غور سے پڑھ کر خوب غور سے پڑھ کر خود
ہی نتیجہ نکال لو وہو ہذا۔" اور مفسد اور مفتری
ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی
عزت نہیں کرتا بلکہ مسیح تو مسیح میں تو اسکے چاروں
بھائیوں کی بھی عزت کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں
کے بیٹے ہیں نہ اسقدر بلکہ میں تو حضرت مسیح کی دونو
حقیقی ہمشیروں کو بھی مقدس سمجھتا ہوں کیونکہ یہہ
سب بزرگ مریم بتول کے پیٹ سے ہیں۔ اور
مریم کی وہ شان ہے جسنے ایک مدت تک اپنے تیں

نکاح سے روکا۔ پھر بزرگانِ قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ
حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں
کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا
اور بتول ہونے کے عہد کو کیونکر ناحق توڑا گیا۔ اور تعدد
ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔ یعنے باوجود یوسف نجار
کی پہلی بیوی ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی۔
کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے۔ مگر میں کہتا ہوں
کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں۔ اس صورت
میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض۔
(کشتی نوح ص۱۶ اور حاشیہ کشتی نوح ص۱۷ پر لکھے
ہیں۔ یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں
یعنے سب یوسف اور مریم کی اولاد تھی"۔

عقیدہ نمبر ۵) جناب مرزا صاحب کے نزدیک
حضرت عیسےٰ علیہ السلام شعبدہ باز تھے۔ دیکھو ازالہ
کلاں ص۱۲۵ پر یوں ارشاد فرماتے ہیں"۔ اب جاننا

کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت مسیح کا معجزہ حضرت
سلیمان کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت
ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کیطرف لوگوں کے خیالات
جھکے ہوئے تھے جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور
در اصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔
اور پھر اسی صفحہ پر ارشاد فرماتے ہیں۔ سو کچھ تعجب
کی جگہہ نہیں کہ خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے
ایسے طریقے پر اطلاع دیدی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا
کسی کل کے دبانے سے یا پھونک مارنے کے طور پر ایسا
پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے۔ یا اگر پرواز
نہیں تو پیروں سے چلتا ہو۔
عقیدہ نمبر ۶ قرآن کریم کی آیت لم یمسسنی
بشر کے منافی دیکھو ازالہ کلاں ط ۱۲۵ پر فرماتے ہیں۔"
کیونکہ حضرت مسیح اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس
برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں۔

عقیدہ نمبر ۷) حضرت عیسٰے علیہ السلام کا دادا بھی مانتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ازالہ کلاں ص ۱۲۵، پس اس سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیئے کہ حضرت مسیحؑ نے اپنے دادا سلیمان کیطرح اسوقت کے مخالفین کو یہہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو اور ایسا معجزہ دکھلانا عقل سے بعید بھی نہیں۔ کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں اور ہلتی بھی ہیں اور دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعے سے پرواز بھی کرتی ہیں۔ بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں اور یورپ اور امریکہ کے ملکوں سے بکثرت آتے ہیں۔

عقیدہ نمبر ۸ جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم مسمریزم جاننے کی وجہ سے بطور لہو و لعب معجزے دکھاتے تھے ملاحظہ ہو ازالہ کلاں

صفحہ ۱۲ وہو ہذا ۔ سوا اسکے بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنے مسمریزمی طریق سے بطور لہو و لعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں۔

عقیدہ نمبر ۹) جناب مرزا صاحب کے نزدیک حضرت عیسےٰ علیہ السلام حضرت الیسع النبی سے کم مسمریزم جانتے تھے اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ مسیح مصلوب ہو چکے ہیں حالانکہ قرآن فرماتا ہے وما صلبوہ دیکھو ازالہ کلاں صفحہ ۱۲۷ یہ فرماتے ہیں اور اب یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن و حکم الٰہی الیسع النبی کیطرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے گو الیسع کے درجہ کاملہ سے کم رہے ہوئے تھے۔ کیونکہ الیسع کی لاش نے بھی وہ معجزہ دکھلایا کہ اسکی ہڈیوں کے لگنے سے ایک مردہ زندہ ہو گیا۔ مگر چوروں کی لاشیں مسیح کے جسم کے ساتھ لگنے سے ہرگز زندہ نہ ہو سکیں یعنے وہ دو چور

جو مسیح کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے"

عقیدہ نمبر ۱۰) جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ مسمریزم کے عمل کو میں مکروہ اور قابل نفرت سمجھتا ہوں ملاحظہ ہو حاشیہ ازالہ کلاں ص ۱۲۷ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اسکو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالےٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم نہ رہتا۔"

عقیدہ نمبر ۱۱) جناب مرزا صاحب کے نزدیک حضرت عیسےٰ علیہ السلام اپنے مقصد نبوت میں ناکام رہ چکے تھے۔ دیکھو ازالہ کلاں ص ۱۲۸ کا حاشیہ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح جسمانی بیماروں کو اس عمل کے ذریعہ اچھا کرتے رہے مگر ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کی کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے

بارے میں اونکی کارروائی کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام رہے "۔

عقیدہ نمبر ۱۲) جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں مسیح کے معجزات تو اس تالاب کی وجہ سے بے رونق اور بے قدر تھے جو مسیح کی ولادت سے بھی پہلے دینی مظہر عجائبات تھا۔ جسمیں ہر قسم کے بیمار اور تمام مجذوم مفلوج مبروص وغیرہ ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہوجاتے تھے لیکن بعد کے زمانوں میں جو لوگوں نے اس قسم کے خوارق دکھلائے اسوقت تو کوئی تالاب بھی موجود نہ تھا۔ حاشیہ ازالہ کلان صـ ۱۳۲

عقیدہ نمبر ۱۳) جناب مرزا صاحب ازالہ کلان صـ ۱۳۲ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔ غرض یہہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح صرف مٹی کے پرندے بناکر اور انمیں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنادیتا تھیں بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح

جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔

عقیدہ نمبر ۱۴) حاشیہ ازالہ کلاں ص ۱۳۳ پر فرماتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا۔ جسمیں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ ناظرین کرام دیکھو تالاب میں تو روح القدس کی تاثیر تسلیم فرماتے ہیں اور اس سے کوئی شرک لازم نہیں آتا۔ مگر عیسے علیہ السلام سے اگر وہی فعل بطریق معجزہ صادر ہو تو شرک کہتے ہیں۔

عقیدہ نمبر ۱۵ ہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم میں سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ حاشیہ ازالہ کلاں ص ۱۳۳

مسلمانو! کیا ان عقیدوں میں عیسےٰ علیہ السلام کی توہین نہیں کیا قرآن مجید کی توہین نہیں۔ مرزا صاحب کے عقیدوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیوں کی شان انکے

نزدیک لوطی گری یعنے مداری کا کھیل کرنیوالوں کے برابر ہے۔

عقیدہ نمبر (۱۶) جناب مرزا صاحب حضرت عیسٰے علیہ السلام کی توہین کرتے ہیں۔ اور انبیا کی توہین کفر ہے پس سمجھنے والے سمجھ لیں کہ جناب مرزا صاحب کیسے آدمی ہیں۔ ہم چند حوالے مع قیود صفحات درج کرتے ہیں اور فیصلہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔

حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صک پر لکھتے ہیں "آپکا خاندان بھی نہایت پاک و مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار کسبی عورتیں تھیں۔ جنکے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا" اور نیز اسی صفحہ کے حاشیہ پر یہ بھی تحریر فرماتے ہیں "آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہے کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا۔

کہ وہ اُسکے سر پر ناپاک ہاتھ لگا دے اور زناکاری کی
کمائی کا پلید عطر اُسکے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اسکے
پیروں پر ملے۔ اور پھر اسی صفحہ پر یوں گویا ہوتے
ہیں "کہ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن
کا آدمی ہو سکتا ہے" حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۔
اور اسی کتاب کے اسی صفحہ پر یہ بھی لکھتے ہیں "کہ
آپ کی بد قسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود
تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔
خیال ہو سکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال
کرتے ہونگے" پھر فرماتے ہیں اسی تالاب سے آپکی
معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی
تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ
بھی ظاہر ہوا ہو تو معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اسی تالاب
کا معجزہ ہے اور آپ کے ہاتھ میں سوا مکر و فریب کے اور کچھ
نہیں تھا" حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۔

(الاعتراض من الاحمدی) جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ عیسیٰ اور ہیں اور یسوع اور ہیں اور یہ گالیاں یسوع کو دیگئی ہیں نہ کہ عیسیٰ کو۔

(الجواب) جناب مرزا صاحب توضیح مرام ص۳ پر فرماتے ہیں "کہ دوسرے مسیح ابن مریم جسکو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس کشتی نوح ص۱۶ پر تحریر کرتے ہیں کہ مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا مسیح تو مسیح میں تو اسکے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں۔ پھر اسکے حاشیہ پر لکھتے ہیں "یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور بہنیں تھیں اے احمدی صاحبان آپ یہ بھی تو خیال فرمائیں کہ پادری لوگ جسکو خدا کہتے ہیں وہ مسیح ابن مریم ہی تو ہے کوئی علیحدہ شخص نہیں۔ اگر کوئی علیحدہ شخص ہے تو اسکے باپ و دادا کا نام بتلانا بھی تو تمہارے

ذمہ ہے۔ بتلاؤ یسوع کے باپ دادا کا کیا نام تھا۔ حضرت مسیح ابن مریم کی نبوت قطعی یقینی ہے۔ انکو گالیاں دینی مناسب نہ تھیں بلکہ یوں فرمادیتے کہ یہ باتیں انکی طرف غلط طور پر منسوب ہیں اور یہ الزامی جواب بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جناب مرزا صاحب حاشیہ صفحہ ۲ ضمیمہ انجام آتھم میں لکھتے ہیں کہ عیسائیوں نے آپکے بہت سے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔"

عقیدہ نمبر ۱۷ | جناب مرزا صاحب علمائے اسلام اور زاہدوں کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں "اے نفسانی مولویو اور خشک زاہدو۔ تم پر افسوس الخ پھر چند سطروں میں خوب کوسنے کے بعد فرماتے ہیں کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا۔ اور پیشگوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ ابتر ہے کیا یہ بھی کچھ پیشگوئیاں ہیں کہ زلزلے آئینگے۔

مری پڑے گی۔ لڑائیاں ہونگی قحط پڑینگے اور اس سے
زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جسقدر مسیح کی
پیشگوئیاں غلط نکلیں اسقدر صحیح نکل نہیں سکیں
ازالہ کلاں ص ۳ اور اعجاز احمدی ص ۱۳ و ۱۴ پر فرماتے
ہیں۔ ہائے کسکے آگے یہ ماتم لیجائیں کہ حضرت عیسے
علیہ السلام کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر جھوٹی
نکلیں اور آج کون زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کرسکے
حضرات ناظرین اسکے ساتھ کشتی نوح ص ۵ کی عبارت
اور ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشگوئیاں ٹل جائیں
ملا لیجئے۔ تو اب نتیجہ صاف ہے کہ حضرت عیسے نبی نہیں
کیونکہ انکی پیشگوئیاں غلط نکلیں اور نبی کی پیشگوئی
کا غلط ہونا غیر ممکن لہذا عیسے علیہ السلام کا نبی ہونا
بھی غیر ممکن۔

عقیدہ نمبر (۱۸) جناب مرزا صاحب ختم نبوت کے
منکر اور نبوت حقیقیہ کے مدعی ہیں۔ دیکھو حقیقۃ الوحی

ص۱ا میں لکھتے ہیں کہ مجھے الہام ہوا اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاہِدًا عَلَیْکُمْ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۔ ترجمہ ہمنے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہی اس رسول کی مانند جو فرعون کیطرف بھیجا گیا تھا اور یہ ظاہر ہے کہ فرعون کیطرف موسے علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اور وہ حقیقی تشریعی نبی ہیں جب مرزا صاحب بھی ویسے ہی ہوئے توانکے نبی حقیقی تشریعی کے ادعامیں کون سی کسر رہی

عقیدہ ۱۹ جناب مرزا صاحب خدائے قدوس کے لیئے اولاد بھی تجویز فرماتے ہیں۔ دیکھو اربعین نمبر۴ ص۲۳ پر لکھتے ہیں اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ اَوْلَادِیْ

اے میرزا تو میرے نزدیک بمنزلہ اولاد کے ہے)

اے احمدیو! کیا خداوند کریم کے لیئے اولاد ٹھیرانی کفر نہیں۔ پڑھو لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ اور پڑھو قَالَتِ الْیَہُوْدُ عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰہِ ۔

عقیدہ ۲۰: جناب مرزا صاحب کو خواب آتی ہے کہ میں عین اللہ ہوں اور مجھے یقین ہو گیا کہ میں اللہ ہی ہوں دیکھو آئینہ کمالات اسلام طبع اول ص ۵۶۴ میں رقم طراز ہیں

ورأیتنی فی المنام عین الله وتیقنت انّنی هو یعنی میں نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا کہ عین اللہ ہوں اور میں نے یقین کر لیا کہ میں اللہ ہی ہوں۔" پھر چند سطر بعد لکھتے ہیں۔" وبینما انا فی هٰذه الحالة کنت اقول انا نرید نظامًا جدیدًا سماءً جدیدًا وارضًا جدیدة فخلقت السمٰوٰت والارض اولًا بصورة اجمالیة لا تفریق فیها ولا ترتیب ثم فرقتها ورتبتها بوضع هو مراد الحق و کنت اجد نفسی علی خلقها کالقادرین ثم خلقت السماء الدنیا وقلت انا زینا السماء الدنیا بمصابیح ثم قلت الاٰن نخلق الانسان

من سلالة من طين - ثم انحدرت من الکشف الی الالہام - فجرے علی لسانی اردت ان استخلف فخلقت آدم - ترجمہ میں نے خواب میں دیکھا کہ بعینہ اللہ ہوں میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں - پھر فرماتے ہیں اسی حال میں (جبکہ میں بعینہ خدا تھا) میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہم کوئی نیا نظام دنیا کا بنادیں یعنے نیا آسمان اور نئی زمین بناویں پس میں نے پہلے آسمان اور زمین اجمالی شکل میں بنائی جس میں کوئی تفریق اور ترتیب نہ تھی - پھر میں نے انہیں جدائی کر دی اور جو ترتیب درست تھی اسکے موافق انکو مرتب کیا اور میں اسوقت اپنے آپ کو ایسا پاتا تھا - گویا میں ایسا کرنے پر قادر ہوں - پھر میں نے ورلا (یعنے ادہر والا) آسمان بنایا اور میں نے کہا انا زینا السماء الدنیا بمصابیح - پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی سے بناتے ہیں "۔

عقیدہ ۲۱ جناب مرزا صاحب حقیقت الوحی ص۱۶۳
میں تحریر فرماتے ہیں " جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا رسول
کو بھی نہیں مانتا۔ کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی
پیشنگوئی موجود ہے۔ یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے خبر دی تھی۔ کہ آخری زمانہ میں میری امت میں سے
ہی مسیح موعود آئیگا اور خدا نے میری سچی گواہی
کے لیئے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کیئے
اب جو شخص خدا و رسول کے بیان کو نہیں مانتا۔ اور
قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عمداً خدا تعالےٰ کی نشانیوں
کو رد کرتا ہے تو وہ مومن کیونکر ہو سکتا ہے۔
عقیدہ نمبر ۲۲ لیکچر سیالکوٹ ص۳۳ پر فرماتے ہیں
میں مسلمانوں کے لیئے مسیح موعود ہوں اور ہندوؤں
کے لیئے کرشن (کاہن) ہوں "۔
عقیدہ نمبر ۲۳ در ثمین ص۱۰۱ میں لکھتے ہیں کہ میں کبھی
آدم کبھی موسےٰ کبھی یعقوب ہوں ۔ نیز ابراہیم ہوں

نسلیں ہیں میری بے شمار۔ ؛

عقیدہ نمبر ۲۴ تریاق القلوب ص ۳ میں لکھتے ہیں

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا ؛ منم محمد و احمد منم کہ مجتبے باشد

عقیدہ نمبر ۲۵ در ثمین ص ۲۸۷ میں لکھتے ہیں۔

کربلا ئیست سیر ہر آنم ؛ صد حسین است در گریبانم

آدمم نیز احمد مختارم ؛ در برم جامۂ ہمہ ابرار

آنچہ داده است ہر نبی را جام ؛ داد آں جام را مرا بتمام

آنچہ من بشنوم ز وحی خدا ؛ بخدا پاک دانمش ز خطا

ہمچو قرآں منزہ اش دانم ؛ از خطاہا ہمیں است ایمانم

انبیا گرچہ بوده اند بسے ؛ من بعرفاں نہ کمترم ز کسے

عقیدہ نمبر ۲۶ دافع البلاء ص ۱۳ میں ارشاد فرماتے ہیں

"میں امام حسین سے افضل ہوں"۔

عقیدہ نمبر ۲۷ اربعین نمبر ۲ ص ۶ "یا احمد یتم اسمک ولا یتم اسمی"۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں "خدا نے مجھے کہا ہے کہ اے مرزا تیرا نام پورا ہو جائیگا میرا نام پورا

پورا نہیں ہو گا۔

عقیدہ نمبر ۲۸ اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳ میں کہتے ہیں کہ میں خدا کی مانند ہوں۔ اور دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے۔ اور عبرانی میں لفظی معنے میکائیل کے خدا کی مانند ہے۔

عقیدہ نمبر ۲۹ ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶ میں مرزا صاحب الہام لکھتے ہیں انما امرک اذا اردت شیئًا ان تقول له کن فیکون۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ خدا نے مجھے فرمایا کہ اے مرزا حکم بس آپ ہی کا ہے جو وقت تم کسی چیز کے ہونے کا ارادہ کرنا چاہو۔ تو اسکو کہہ دیجیے ہو جا پس فوراً ہو جائے گی۔

عقیدہ نمبر ۳۰ براہین احمدیہ صفحہ ۴۸۲ یتم امرک ولا یتم امری۔ یعنے تیرا حکم پورا ہو جائے گا اور میرا حکم پورا نہیں ہو گا۔

عقیدہ نمبر ۳۱ ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۵ یا نبی اللہ کنت

لا اعرفک خداوند کریم مرزا صاحب کو فرماتا ہے کہ اے نبی اللہ آگئے میں آپ کو پہلے نہیں پہچانتا تھا۔

عقیدہ نمبر ۳۲ حقیقۃ الوحی ص۷۵ الارض و السماء معک کما ھو معی زمین اور آسمان ساتھ تیرے ہیں جیسا کہ وہ ساتھ میرے ہیں۔

عقیدہ نمبر ۳۳ یا شمس یا قمر انت منی وانا منک (حقیقۃ الوحی ص۸۰) اے چاند و سورج تو مجھ سے ظاہر ہوا ہے اور میں تجھ سے

عقیدہ نمبر ۳۴ تحفہ گولڑویہ ص۱۸ پس یاد رکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر یا مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو گا

عقیدہ نمبر ۳۵ فتاوے احمدیہ جلد اول ص۸۲ سوال ہوا کہ اگر کسی جگہ امام نماز حضور کے حالات سے

واقف نہیں تو اسکے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں فرمایا پہلے تمہارا فرض ہے کہ اسے واقف کرو پھر اگر تصدیق کرے تو بہتر ورنہ اسکے پیچھے اپنی نماز ضائع نہ کرو اگر خاموش رہے نہ تصدیق کرے نہ تکذیب تو وہ بھی منافق ہے اُسکے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

عقیدہ نمبر ۳۶ ضمیمہ حقیقۃ النبوت ایک غلطی کا ازالہ ص ۳ و ط ۲ پھر اس کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہہ وحی الٰہیہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی الخ

عقیدہ نمبر ۳۷ حقیقۃ الوحی ص ۳۴۸ مَنْ فَرَّ مِنِّیْ فَرَّ مِنْ رَبِّ الْوَرٰی یعنے جو مجھسے بھاگا وہ مخلوقات کے رب سے بھاگا۔

عقیدہ نمبر ۳۸ جناب مرزا صاحب فرماتے کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن کریم میں درج کیا گیا ہے۔

مکہ اور مدینہ اور قادیان دیکھو ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۳۲
حاشیہ صفحہ ۳۴ ہم اس عبارت کو بعینہ لکھے دیتے ہیں
اسجگہہ مجھکو یاد آیا ہے کہ جسروز وہ الہام مذکورہ بالا
جسمیں قادیان میں نازل ہونیکا ذکر ہے ہوا تھا۔ اسروز
کشفی طور پر مینے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم
میرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھکر باآواز بلند قرآن
شریف پڑہ رہے ہیں۔ اور پڑہتے پڑہتے انہوں نے
ان فقرات کو پڑہا کہ انا انزلناہ قریبا من القادیان
تو مینے سنکر بہت تعجب کیا۔ کہ کیا قادیاں کا نام بھی
قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے ؟ تب انہوں نے
کہا کہ یہہ دیکھو لکھا ہوا ہے۔ تب میں نے نظر ڈالکر جو دیکھا
تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں
صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی
عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔ تب مینے اپنے دل
میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیاں کا نام قرآن شریف

میں درج ہے اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے۔ مکہ مدینہ اور قادیاں۔

عقیدہ ۳۹ سرمہ چشم آریہ حاشیہ ص ۱۰۱ و ص ۱۰۲

ایک مرتبہ مجھے یاد ہے کہ میں نے عالم کشف میں دیکھا کہ بعض احکام قضا و قدر میں نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہیں کہ آیندہ زمانے میں ایسا ہوگا اور پھر اسکو دستخط کرانے کے لئے خداوند قادر مطلق جلشانہ کے سامنے پیش کیا ہے اور اسنے جو ایک حاکم کی شکل پر متمثل تھا اپنے قلم کو سرخی کی دوات میں ڈبو کر اول سرخی کو اس عاجز کیطرف چھڑکا اور بقیہ سرخی کا قلم کے منہ میں رہ گیا۔ اس سے اس کتاب پر دستخط کیے اور ساتھ ہی وہ حالت کشفیہ دور ہوگئی اور آنکھ کھولکر جب خارج میں دیکھا تو کئی قطرے تازہ بتازہ کپڑوں پر پڑے چنانچہ ایک صاحب عبداللہ نام جو سنور ریاست پٹیالہ کے

رہنے والے تھے اور اُسوقت اس عاجز کے نزدیک ہو کر بیٹھے ہوئے تھے دو یا تین قطرے سرخی کے ان کی ٹوپی پر پڑے پس وہ سرخی جو ایک امر کشفی تھا وجود خارجی پکڑ کر نظر آگئی۔

عقیدہ نمبر ۴۰ جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ فوت شدہ لوگ پھر دنیا میں نہیں آتے ازالہ کلاں طبع اول ص ۹۴۲ پر حسب ذیل دلائل بیان فرماتے ہیں (۱) وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿پ۱۷ سورہ الانبیاء﴾

(۲) حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَ مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (سورہ مومنون پ۱۸) (۳) فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰى عَلَیْهَا الْمَوْتَ (۴) وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا كَذٰلِكَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ

أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنَ
النَّارِ (۵) ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ
(۶) لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا (۷) وَمَا هُمْ مِنْهَا
بِمُخْرَجِيْنَ (۸) يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ
وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ
(۹) فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَا اِلٰى اَهْلِهِمْ
يَرْجِعُوْنَ (۱۰) اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا
خٰلِدُوْنَ ۵ (۱۱) وَعَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ
لَقِيَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلم فقال يا
جابر مالی اراك منكسرا قلت استشهد ابي
وترك عيالا ودينا قال ابشرك لما لقيني الله به اباك
قلت بلى يا رسول الله قال ما كلم الله احد قط
الا من وراء حجاب واحيي اباك فكلمه كفاحا
قال يا عبدی تمن علی اعطك تحيينى فاقتل فيك
ثانية قال الرب تبارك وتعالى انه قد سبق منى

اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ رواه الترمذی مشکوۃ جامع المناقب ۵۷۹ مجتبائی

الجواب نمبرا سورہ انبیا کی پوری آیت یوں ہے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ۝ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ اس آیت کے کئی معنے ہیں (۱) یعنے جو شخص نیک کام کرے اور ایمان بھی رکھتا ہو تو اسکی کوشش اکارت ہونے والی نہیں اور ہمارے نیک اعمال لکھتے جاتے ہیں اور جن بستیوں کو ہمنے ہلاک کردیا تو ممکن نہیں کہ وہ لوگ قیامت کو ہمارے حضوری میں نہ لوٹ کر آئیں یعنے اعمال صالحہ ہم کسی کے ضائع نہیں کرینگے۔ انکے اعمال ہم لکھ رکھتے ہیں۔ اگر وہ مر بھی جائیں تو ہمارے پاس انکا آنا ضروری ہے اس روز ان کو اعمال کا بدلہ دیا جائیگا (۲) اگر پہلی آیت سے ربط اختیار نہ کرد

تو اسکے یہ معنے ہونگے کہ جس بستی کو ہمنے ہلاک کر دیا وہ
ہمارے قبضہ سے باہر نہیں جا سکتی۔ ممکن نہیں کہ وہ
ہماریطرف رجوع نہ کریں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی ہلاکی
رستگاری کا باعث نہیں ہمارے پاس وہ ضرور
آئینگے اور اپر حرام ہے کہ نہ آویں پھر انسے وزان کے
اعمال کی سزا دی جائے گی۔ اب دیکھیئے مطلب تو
یہ تھا کہ خدا کیطرف انکا رجوع نہ کرنا حرام اور محال
ہے اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہ دنیا کیطرف
رجوع نہیں کر سکتے۔ اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے
کہ لا یرجعون سے مراد دنیا کیطرف رجوع نہ کرنا
ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ دنیا کیطرف ان کا رجوع
نکرنا حرام اور محال ہے یعنے ضرور رجوع کرینگے۔
اس سے تو مرزا صاحب کا مقصود ہی فوت ہو گیا
اور بجائے نہ آنے کے آنا ضروری ٹھیرا۔ فافہم۔ اگر
خواہ مخواہ تسلیم کر لیا جائے کہ لا یرجعون سے مراد انکا

دنیا میں نہ آنا ہے تو اس سے بھی کوئی حرج نہیں اسلیئے
کہ یہ کسنے کہا کہ فوت شدہ دنیا میں آیا کرتے ہیں۔
ان میں یہ طاقت کہاں کہ پھر لوٹ کر آجائیں۔ البتہ
یہ ضرور ہے کہ خدا جسکو چاہے وہ دوبارہ دنیا میں
ضرور آئے گا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کے ارادے بغیر کوئی
چیز ظہور میں نہیں آسکتی اور دوسرا جواب یہہ ہے کہ
مرزا صاحب کی پیش کردہ آیتیں عام خص عنہ البعض
کے قبیل سے ہیں۔ کیونکہ جن آیتوں میں مردوں کا جی
اُٹھنا آیا ہے ان سے اس حکم عام کی تخصیص ہے
فافہم وتدبر۔
اور مرزا صاحب کا اِنَّکُم یَوْمَ الْقِیَامَةِ تُبْعَثُونَ کو
پیش فرمانا خدا جانے کیوں ہے اجی جناب مرزا صاحب
یہ تو کوئی نہیں کہتا کہ قیامت کو مردہ نہ اُٹھینگے۔
اور جابر کی حدیث کا جواب یہہ ہے کہ بیشک اللہ
تعالےٰ نے یہی قاعدہ اس عالم میں مقرر فرمایا ہے کہ کوئی

مردہ زندہ نہیں ہوتا اور یہی عادۃ اللہ اور سنت اللہ ہے
مگر آپ یہ تو فرماؤ کہ خدا تعالےٰ کا کسی مصلحت سے
عادت کو بدل دینا ممکن ہے یا نہیں۔ ہم کہتے ہیں بالکل
ممکن ہے۔ دیکھو خدا کی عادت ہے کہ آگ ہر چیز کو جلائے
مگر ابراہیم علیہ السلام پر سرد ہو گئی علےٰ ہذا القیاس
لاٹھی کا سانپ بنجانا۔ مچھلی کے پیٹ میں یونس علیہ
السلام کا زندہ رہنا ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم
کی انگلی کے اشارہ سے چاند کا شق ہونا تو آپ کو
بھی مسلم ہے۔ ان واقعات قرآنیہ مسلمہ سے معلوم
ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ کسی مصلحت سے عادت کے
خلاف بھی کرتا ہے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر کسی
کی درخواست پر عادت بدلا کرے چونکہ جابر بن
عبد اللہ کے باپ کے زندہ کرنے میں حکمت و مصلحت
الٰہی مقتضی نہ ہوئی لہذا وہ زندہ نہ ہوئے۔ لہذا اس
درخواست کے پورا نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا

کہ خدا تعالےٰ نے بطور خرق عادت کسیکو زندہ ہی نہیں کیا۔ خصوصاً ایسی حالت میں خود اپنی کلام پاک میں خبر دے رہا ہے کہ کئی مُردوں کو ہمنے زندہ کیا

مُردوں کے زندہ ہونے کی آیتیں

(۱) اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ۭ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۭ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ ۣ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۭ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (پ۳ سورہ بقر) رکوع ۲ = ۲۶۰ ۶۵

اور در منثور میں ہے اخرج ابن حمید و ابن المنذر وابن ابی حاتم والحاکم وصححه والبیهقی فی شعب

الایمان عن علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ فی قولہ
تعالےٰ اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ الی ان قال فَاَمَاتَہُ
اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ فاوّل ما خلق اللہ مِنْہُ
عَیْنَاہُ فجعل ینظر الی عظامہٖ الحدیث واخرج
اسحٰق بن بشر و ابن عساکر من طرق عن ابن عباسؓ
وکعب والحسن و وھب فقال انّیٰ یحیی ھٰذہ
اللہ بعد موتھا فلم یشك ان اللہ یحییھا ولکن
قالھا متعجبا فبعث اللہ ملك الموت فقبض
روحہ فاماتہ اللہ مائۃ عام الخ ماحصل ان
رو ایتوں کا یہہ ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ اور ابن عباسؓ
اور کعب اور حسن بن وہب رضی اللہ عنہم فرماتے
ہیں کہ وہ نبی حقیقۃً مر گئے تھے۔ جنکی روح ملک الموت
نے قبض کی اور پہلے ان کی آنکھوں میں جان آئی۔
جن سے وہ بوسیدہ ہڈیوں کو دیکھ رہے تھے۔ یہی
دو روائتیں مسلمانوں کے لیئے کافی ہیں۔

(۲) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ هُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ

یعنے کیا تمکو معلوم نہیں کہ ایکبار ہزاروں آدمی موتسے ڈر کر اپنے گھروں سے نکل گئے تھے۔ اللہ نے انکو کہا کہ تم سب مرجاؤ تو وہ مر گئے پھر ان کو زندہ کیا۔ اللہ کا لوگوں پر بڑا فضل ہے۔ لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

الاعتراض من الاحمدی ان دونو آیتوں میں موت بمعنے نیند و بیہوشی و غشی کے ہے جیسے کہ مرزا صاحب تصریح فرما چکے ہیں اور اماتت کے حقیقی معنے صرف مارنا اور موت دینا نہیں بلکہ سلانا اور بیہوش کرنا بھی اسمیں داخل ہے۔ دیکھو ازالہ اوہام ص ۹۴۳۔

(الجواب) ان دونو آیتوں سے موت حقیقی مراد ہے

جیسا کہ حضرت علی اور ابن عباس اکابر صحابہ نے تصریح کردی
ہے۔ اور درمنثور میں ہے عن ابن عباس رضؓ فی قولہ
الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف
حذر الموت قال کانوا اربعۃ الاف خرجوا
فرارا من الطاعون وقالوا ناتی ارضا لیس بھا
موت حتی اذا کانوا بموضع کذا وکذا قال لھم موتوا
فمر علیھم نبی من الانبیاء فدعا ان یحییھم حتی
یعبدوہ فاحیاھم یعنے ابن عباس فرماتے ہیں کہ
چار ہزار شخص طاعون سے اس غرض سے بھاگے تھے کہ
کسی مقام میں جا بسیں کہ جہاں موت نہو۔ راستہ
میں انکو حکم ہوا کہ مرجاؤ۔ اسکے بعد کسی نبی کا انپر گذر ہوا اور
انہوں نے دعا کی کہ وہ زندہ ہوں اور عبادت کریں۔ چنانچہ
حقتعالے نے ان کو زندہ کیا اور درمنثور میں یہہ بھی ہے
کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالے عنہ سے
روایت ہے کہ انہی زندہ شدہ لوگوں کو جہاد کا حکم ہوا تھا

اور جناب مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ اماتت کے حقیقی معنے صرف مارنا اور موت دینا نہیں بلکہ سلانا اور بیہوش کرنا بھی اسمیں داخل ہے (ازالہ ص ۹۴۳) اسکی تکذیب تو کتب لغت میں مصرح طور پر موجود ہے۔ دیکھو علامہ زمخشری نے اساس البلاغۃ میں موت کے حقیقی معنے وہی لکھے ہیں جو مشہور ہیں۔ اسکے بعد لکھا (ومن المجاز) احیا اللہ البلد المیت واخذتہ الموتۃ الغشی ومات فوق الرجل اذا استثقل فی نومہ اور لسان العرب میں لکھا ہے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔ سمی النوم موتا لانہ یزول منہ العقل والحرکۃ تمثیلا لا تحقیقا۔ ہاں اگر جناب مرزا صاحب فرماتے کہ موت بیہوشی وغشی و نیند کے معنوں میں آتا ہے تو بھی ایک بات تھی۔

(۳) وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ وَاَنْتُمْ

تَنظُرُونَ ہ ثُمَّ بَعَثْنٰکُم مِّن بَعْدِ مَوْتِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشکُرُونَ یعنے یاد کرو جب تم یعنے تمہارے بڑوں نے موسے علیہ السلام سے کہا تھا کہ اے موسے جبتک ہم خدا کو ظاہر میں نہ دیکھ لیں کسیطرح تمہاری بات کا یقین نہ کرینگے۔ اسپر تمکو یعنے تمہارے بڑوں کو بجلی نے آدبوچا اور تم دیکھا کیئے۔ پھر تمہارے مرے پیچھے ہمنے تمکو جلا اُٹھایا۔ تاکہ شاید تم شکر کرو۔ امام سیوطی درمنثور میں ایکے نیچے لکھتے ہیں۔

عن الربیع بن انسؓ قولہ واذ قلتم یا موسٰی لن نرے اللّٰہ جھرۃ قال ھم السبعون الذین اختارہم موسٰی فاخذتکم الصاعقۃ قال ماتوا ثم بعثنٰکم فبعثوا من بعد الموت لیستوفوا اٰجالھم یعنے ربیع بن انس سے روایت ہے کہ جن لوگوں پر بجلی گری تھی وہ ستر آدمی تھے۔ جنکو موسے علیہ السلام نے منتخب کیا تھا۔ وہ سب مرنے کے بعد زندہ ہوئے۔

اب ہم احادیث اور واقعات سے مردوں کے زندہ ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہیں

(۱) علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ جلد ۲ میں اور ملا علی قاری نے شرح شفائے قاضی عیاض ؒ میں دلائل بیہقی سے نقل کی ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا رجلا الی الاسلام فقال لا او من بک حتے تحیی لی ابنتی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارنی قبرھا فراہ ایاہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا فلانۃ فقالت لبیک وسعدیک فقال صلی اللہ علیہ وسلم اتحبین ان ترجعی فقالت لا واللہ یا رسول اللہ

انی وجدت اللہ خیرالی من ابوی و انی وجدت الاٰخرۃ خیر من الدنیا یعنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دعوت اسلام دی اُسنے کہا کہ جبتک میری لڑکی کو آپ زندہ نہ کروگے میں ایمان نہ لاؤنگا۔ آپنے فرمایا اُسکی قبر کہاں ہے اسنے قبر دکھلا دی حضرت نے اس لڑکی کا نام لیکر پکارا۔ اسنے جواب دیا حضرت نے فرمایا کہ کیا تو پسند کرتی ہے کہ پھر دنیا میں لوٹے اسنے قسم کھا کر کہا یا رسول اللہ میں یہ نہیں چاہتی میںنے خدا کو اپنے ماں باپ سے اور آخرت کو دنیا سے بہتر پایا۔

(۲) روی ابن عدی و ابن ابی الدنیا و البیہقی و ابو نعیم عن انس رضہ قال کنا فی الصفۃ عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاتتہ عجوز عمیاء مهاجرۃ معها ابن لها قد بلغ فلم یلبث ان اصابه وباء المدینۃ فمرض ایاما ثم قبض فغمض

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وامرہ ای انسا
بجہازۃ فلما اردنا ان نغسلہ قال یا انس ائت
امہ فاعلمہ فاعلمتہا فجاءت حتےٰ جلست
عند قدمیہ فاخذت بہا ثم قالت انی اسلمت
الیک طوعا وخلعت الاوثان زہدا وہاجرت
الیک زہدا وہاجرت الیک رغبۃ اللہم لاتشمت
عبدۃ الاوثان ولاتحملنی فی ہذہ المصیبۃ
مالاطاقۃ لی بحملہ فواللہ ما انقضے کلامہا
حتے حرک قدمیہ والقے الثوب عن وجہہ وطعم
وطعمنا معہ وعاش حتے قبض النبی صلے اللہ علیہ
وسلم وہلکت اُمُہٗ (ذکرہ الزرقانی فی
شرح المواہب اللدنیہ) یعنے انس رضی اللہ عنہ
لکھتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
حضور میں تھے کہ ایک نابینا بڑھیا ہجرت کرکے اپنے
ان فرزند کے ساتھ حاضر خدمت ہوئیں۔ تھوڑے

دن نہیں گذرے تھے کہ ان کا لڑکا وبا سے بیمار ہوا اور
چند روز میں انتقال کیا۔ حضرت نے اسکی آنکھیں
بند کرکے انس کو اسکی تجہیز و تکفین کا حکم دیا۔ جب
ہمنے اسکے غسل کا ارادہ کیا تو حضرت صلے اللہ علیہ
نے فرمایا کہ اسکی والدہ کو خبر کردو۔ چنانچہ سنتے ہی وہ
آئیں اور اپنے لڑکے کے پیروں کے پاس بیٹھکر اسکے
دونو قدم پکڑے اور کہنے لگی۔ یا اللہ میں خوشی سے
اسلام لائی تھی اور بے رغبتی سے بتوں کو چھوڑ دیا
اور بکمال رغبت سے تیری طرف ہجرت کی تھی یا اللہ
ایسا مت کر کہ بت پرست دشمن ہنسیں اور اس مصیبت
میں وہ بار مجھپر مت ڈال جسکے اٹھانے کی مجھہ میں طاقت
نہیں۔ انس کہتے ہیں کہ ہنوز یہہ کلام پورا نہیں
تھا کہ اس لڑکے نے پاؤں ہلائے اور کپڑا منہ سے ہٹا
اور ہمارے ساتھ اُسنے کھایا۔ اور حضرت کی وفات
بعد تک زندہ رہا اور اس اثنا میں اسکی ماں کا بھی انتقال

(۳) درمنثور میں امام سیوطی لکھتے ہیں واخرج ابن ابی الدنیا فی کتاب من عاش بعد الموت عن معاویہ بن قرہ سالت بنو اسرائیل عیسی فقالوا ان سام بن نوح دفن ھھنا قریبا فادع اللہ یبعثہ لنا فھتف فخرج اشمط یعنی بنی اسرائیل نے عیسی علیہ السلام سے درخواست کی کہ سام بن نوح کی قبر یہاں قریب ہے انکے زندہ ہونے کی دعا کیجئے آپنے اوسکو پکارا وہ قبر سے نکل آئے انکے اسکے بال کچھ سفید ہو گئے تھے یہاں ایک اور بات بھی معلوم ہوئی کہ ابن ابی الدنیا کی ایک کتاب بھی لکھی ہے جسمیں ان لوگوں کا ذکر ہے جو مرنے کے بعد زندہ ہوگئے۔

(۴) اور نیز درمنثور میں ہے واخرج اسحق ابن بشر و ابن عساکر من طرق عن ابن عباس قال کانت الیہود یجتمعون الی عیسی الی ان قال فمر ذات یوم بامراۃ قاعدۃ عند قبر وھی تبکی فسألھا فقالت ماتت ابنۃ لی ولم یکن لی ولد غیرھا فصلی عیسی رکعتین ثم نادی یا فلانۃ قومی باذن الرحمن فاخرجی فتحرک القبر ثم نادی الثانیۃ فانصدع القبر ثم نادی الثالثۃ فخرجت وھی تنفض راسھا من التراب الحدیث یعنے ابن عباس سے روایت ہے کہ ایکروز عیسی علیہ السلام کا گذر ایک عورت پر ہوا جو قبر کے پاس بیٹھی روتی تھی آپ نے حال دریافت فرمایا اسنے کہا کہ میری ایک لڑکی تھی جسکے سوا میری کوئی اولاد نہیں۔ وہ مر گئی آپنے دو رکعت نماز پڑھ کر اسکو پکارا کہ خدا کے حکم سے کھڑی ہو جا اور نکل آ تیسرے پکار کے ساتھ ہی

ساتھ ہی قبر کو حرکت ہوئی پھر دوسری بار پکارا کہ خدا کے حکم سے کھڑی ہو جا قبر شق ہوئی پھر تیسری بار کے پکارنے پر وہ لڑکی سر سے مٹی جھاڑتی ہوئی نکل آئی

(۵) اور نیز در منثور جلد ۲ صـ۳۶ میں ہے جسکی تخریج ابن جریر اور ابن عساکر نے ابن عباس سے کی ہے۔ یہ روایت بہت طولانی ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ ایک شاہزادہ مر گیا تھا کہ اسکے باپ نے عیسٰے علیہ السلام کو درخواست کی کہ وہ زندہ کیا جائے۔ آپنے دعا کی وہ زندہ ہوگیا۔

(۶) اور نیز یہ روایت بھی در منثور جلد ۲ صـ۳۵ میں ہے واخرج احمد فی الزھد عن خالد الحذاء قال کان عیسٰے بن مریم اذا سرح رسلہ یحیون الموتٰی یقول لھم قولوا کذا وکذا فاذا وجد تم قشعریرۃ ودمعۃ فادعوا عند ذالک عیسٰے علیہ السلام جب اپنے رسولوں کو بھیجتے تو ان کو مردوں کے زندہ کرنے

کی تدبیر بتلا دیتے کہ یہ کلمات کہا کرو اور جب جسم پر رونگٹے
کھڑے ہو جائیں اور اشک بہنے لگیں تو اسوقت دعا کرو
(۲) الدر المنثور جلد ۲ صـ۳۵ واخرج احمد فی الزهد
عن ثابت قال انطلق عیسیٰ علیه السلام یزور
اخاه فاستقبله انسان فقال ان اخاك قد مات
فرجع فسمعت بنات اخیه برجوعه عنهن فاتین
وقلن یارسول الله رجوعك اشد علینا من موت
ابینا قال فانطلقن فارینی قبره فانطلقن حتی
ارینه قبره قال فصوت به فخرج الخ عیسیٰ علیه السلام
اپنے کسی بھائی کی ملاقات کو گئے ایک شخص نے کہا کہ
انکا انتقال ہو گیا۔ آپ نے لوٹنا چاہا۔ آپ کے بھتیجیوں
کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو کہنے لگیں کہ آپ کا واپس
جانا ہمارے باپ کے انتقال سے زیادہ ہم پر شاق
ہے۔ فرمایا اپنے باپ کی قبر دکھلاؤ۔ وہ ساتھ ہوئیں
اور قبر کی نشان دہی کی آپنے صاحب قبر کو پکارا چنانچہ

وہ قبر سے نکل آیا۔

عقیدہ نمبر ۱۸ جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ امام مہدی اور عیسے علیہما السلام دو شخص نہیں بلکہ ایک ہی ہیں دیکھو ازالہ اوہام صا۰۱۵ میں حدیث کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کیا حال ہوگا جسدن ابن مریم تم میں نازل ہوگا اور تم جانتے ہو کہ ابن مریم کون ہے۔ وہ تمہارا ہی ایک امام ہوگا۔ اور تم ہی میں سے اے امتی لوگو پیدا ہوگا۔ یہانتک بخاری کی حدیث کا ترجمہ ہوچکا اور آپ لوگوں نے سمجھ لیا ہوگا کہ امام بخاری صاحب امامکم منکم کے لفظ سے کسطرف اشارہ کر گئے اما قل بتکفیر الاشارۃ۔

الجواب:۔ یہہ واو تفسیریہ نہیں بلکہ واو حالیہ ہے اگر واو تفسیریہ مان لی جائے تو حضور علیہ السلام کی تصریحات کے خلاف لازم آئیگا۔ دیکھو ابن ماجہ میں ہے عن ابی

امامة الباهلی رض قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فکان اکثر خطبتہ حدیثا حدثناہ عن الدجال -
قال وامامهم رجل صالح فبینما امامهم قد تقدم
یصلی لهم الصبح اذ نزل علیهم عیسی ابن مریم
الصبح فرجع ذلک الامام یمشی القهقری لیتقدم
عیسی یصلی فیضع عیسی یده بین کتفیه ثم یقول
له تقدم فصل فانما لک اقیمت فیصلی بهم
امامهم فاذا انصرف قال عیسی علیه السلام
افتحوا الباب فیفتح ووراءه الدجال معه سبعون
الف یهودی کلهم ذو سیف محلی وساج فاذا
نظر الیه دجال ذاب کما یذوب الملح فی الماء و
ینطلق هاربا ویقول عیسی علیه السلام ان لی
فیک ضربة لن تسبقنی بها فیدرکه عند باب
اللد الشرقی فیقتله فیهزم الله الیهود فلا یبقی
شیء مما خلق الله یتواری به الیهود الا انطق الله

ذٰلک الشیٔ لاحجر ولا شجر ولا دابۃ الا الغرقد فانہا من شجرہم لاینطق الا قال یا عبد اللہ المسلم ہذا یہودی فتعال اقتلہ ۱۲ (ابن ماجہ)

ترجمہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اکثر دجال ہی کا حال بیان فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ دجال کے مقابل ہونگے ان کا امام ایک مرد صالح ہوگا۔ صبح کی نماز پڑھانے کے لیے وہ آگے بڑھیگا کہ عیسے ابن مریم اتر آئینگے امام پیچھے ہٹیگا۔ تاکہ عیسے علیہ السلام امامت کریں۔ مگر وہ کہینگے کہ تم ہی نماز پڑھاؤ۔ چنانچہ وہ نماز پڑھائیگا۔ بعد فراغ عیسے کہینگے دروازہ کھولدو اسوقت دجال ستر ہزار یہودساتھ وہاں موجود ہوگا۔ جب عیسے علیہ السلام کو دیکھیگا تو کمال اضمحلال کی حالت میں بھاگیگا عیسے علیہ السلام کہینگے تو مجھ سے بھاگ نہیں سکتا۔ ایک وار میرا تجھ میں ضرور ہوگا۔ چنانچہ اسکا پیچھا کرکے لد کے شرقی دروازہ کے پاس اسکو قتل کرینگے اور خدا تعالیٰ

یہودیوں کو ہزیمت دیگا اور کیفیت یہ ہوگی کہ جس چیز کے پیچھے کوئی یہودی چھپیگا خواہ وہ پتھر ہو یا جھاڑ یا دیوار یا جانور وہ چیز بلند آواز سے کہیگی کہ اے خدا کے بندے مسلمان یہودی چھپا ہے اگر اسکو قتل کر ڈال۔ صرف غرقد کا جھاڑ خبر نہ دیگا۔ کیونکہ وہ انہیں کا ہے۔"

الشبہۃ من الاحمدی مسلم شریف میں روایت ہے فاذا جاؤا الشام خرج فبینما ہم یعدون للقتال یسوون الصفوف اذا اقیمت الصلوٰۃ فنزل عیسی ابن مریم صلی اللہ فامہم فاذا راٰہ عدو اللہ ذاب کما یذوب الملح فی الماء۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسی علیہ السلام جب اترینگے تو امامت کرینگے۔

الجواب) خواہ مخواہ تعارض پیدا کرنا ٹھیک نہیں دیکھو لفظ امہم محض نماز ہی کی امامت کے واسطے موضوع نہیں بلکہ پیشروی کے معنے میں بھی مستعمل ہے

لسان العرب میں لکھا ہے والامام بمعنے المقدم و
فلان یؤم القوم یقدمهم و قال ابو بکر معنے قولهم
یؤم القوم ای یتقدمهم اخذ من الامام یقال فلان
امام القوم معناه هو المتقدم لهم و یکون الامام
رئیسا کقولك امام المسلمین اور منتهی الارب
میں لکھا ہے وامهم امامة وام بهم امام و پیشرو
ایشاں باشد۔

اسصورت میں حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ عیسے
علیہ السلام اُترینگے اور دجال کے مقابلے کے واسطے
پیشرو ہونگے۔ اور اسپر قرینہ یہ ہے کہ فاہم کے ساتھ
فاذا راہ عدو اللہ ذاب متصل ہے یعنے جب مسلمانو
کے ساتھ مقدمۃ الجیش میں سب سے آگے عیسے علیہ السلام
کو دجال اپنے مقابلہ میں دیکھیگا تو گل جائیگا۔ اس سے
ظاہر ہے ا۔ ان کو پیشرو لشکر دیکھیگا ورنہ مسجد میں
دیکھنے کا اسکو کوئی موقع نہیں۔ کیونکہ حدیث صحیحہ سے

ثابت ہے کہ مسجد کا دروازہ نماز کے وقت بند ہوگا۔ فافہم

عقیدہ نمبر ۲۲ جناب مرزا صاحب کا عقیدہ ہے کہ ہر مجدد کا مدعی مجددیت ہونا۔ اور علوم لدنیہ و آیات سماویہ کے ساتھ آنا ضروری ہے۔ انکی عبارت ہم بعینہ لکھے دیتے ہیں:۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ ہر ایک صدی پر مجدد کا آنا ضروری ہے۔ اب ہمارے علما جو بظاہر اتباع حدیث کا دم بھرتے ہیں انصاف سے بتلائیں کہ کس نے اس صدی کے سر پر خدا تعالےٰ سے الہام پا کر مجدد ہونیکا دعوٰے کیا ہے یوں تو ہمیشہ دین کی تجدید ہوتی رہی ہے مگر حدیث کا تو یہ منشاء ہے کہ وہ مجدد خدا تعالےٰ کیطرف سے آئیگا یعنی علوم لدنیہ و آیات سماویہ کے ساتھ اب بتلاؤ کہ اگر یہ عاجز حق پر نہیں ہے تو پھر وہ کون آیا جسنے اس چودہویں صدی کے سر پر مجدد ہونیکا ایسا دعوٰے کیا جیسا کہ اس عاجز نے کیا۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۴)

الجواب) احمدیو! اگر شیطان کسی سامنے ہو کر دعویٰ کرے کہ میں تیرا خدا ہوں مجھے سجدہ کر اور اسکی دلیل یہ بیان کرے کہ سوائے میرے کسی نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا تو کیا اسکی دلیل قابل تسلیم ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ جناب مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ ہر صدی پر ایک مجدد خدا کیطرف سے الہام پا کر مجدد ہونیکا دعوے کرتا ہے اور اسکے ساتھ علوم لدنیہ اور آیات سماویہ بھی ہوا کرتی ہیں۔ دعوے بلا دلیل ہے۔ حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں حدیث شریف ابوداود میں اسطرح ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا یعنے اللہ تعالے اس امت میں ہر صدی کے سرے پر ایک ایسا شخص پیدا کیا کریگا جو اسکے دین کی تجدید کرے۔

خطبہ الہامیہ صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں کہ یہ	عقیدہ نمبر ۴۳

یہ سچ بات ہے کہ کافروں کے ساتھ لڑنا مجھپر حرام کیا گیا
اور در ثمین میں فرماتے ہیں ؂

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لیئے حرام ہے اب جنگ و قتال
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
تم میں سے جسکو دین و دیانت سے ہے پیار
اب اسکا فرض ہے کہ وہ دل کرکے استوار
لوگوں کو یہ بتائے کہ وقت مسیح ہے
اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے

عقیدہ کا غیر۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونیکا دعوی کیا ہے جسکو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں یہ کوئی نیا دعوے نہیں جو آج ہی کیمرے منہ سے سنا گیا ہو۔ ازالہ اوہام ص ۱۹۰ طبع اول۔ احمدیو! آپ تو جناب مرزا صاحب کو مسیح موعود کہا کرتے ہو۔ مگر وہ فرماتے ہیں کہ جو مجھے مسیح موعود کہے وہ کم فہم ہے خبردار آئندہ مرزا صاحب کو مسیح موعود نہ کہنا ورنہ کم فہموں کی فہرست میں تمہارا نام درج ہو جائیگا۔

اب ہم دو حدیث پر اس مبحث کو ختم کردیتے ہیں

پہلی حدیث عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا وضع السیف فی امتی لم یرفع عنہا الی یوم القیامۃ ولا تقوم الساعۃ حتی تلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتی تعبد قبائل من امتی الاوثان وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلٰثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی ولا تزال طائفۃ من امتی علی الحق ظاھرین لا یضرھم من خالفھم حتی یاتی امر اللہ رواہ ابوداود والترمذی

(مشکوۃ صـ۴۶۵) حضرت ثوبان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وقت میری امت میں تلوار رکھی جاوے گی تو اسکا سلسلہ قیامت تک رہیگا۔ اور جبتک میری امت کے قبائل مشرکین سے ملحق نہ ہو نگے اور نیز جبتک بتوں کی پوجا شروع

اسوقت تک قیامت قائم نہ ہوگی۔ اور عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے ہونگے جنمیں کا ہر ایک گمان کریگا کہ میں اللہ کا نبی ہوں۔ حالانکہ میں خاتم النبیین لا نبی بعدی ہوں اور میری امت سے ایک گروہ ہمیشہ قیامت تک غالب رہیگا۔ اور کسی کی مخالفت انکو ضرر نہ پہنچا ئیگی ؎

(۲) دوسری حدیث عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یکون فی اخر الزمان دجالون کذابون یأتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اباءکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم (مسلم) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ آخر زمانے میں جھوٹے دجال ہونگے وہ تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائینگے کہ جو نہ تمنے اور تمہارے باپ دادا نے سنی ہوگی بس اے لوگو

اُن سے بچو۔ بچو کہیں ایسا ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کردیں اور
تمہیں کسی فتنہ میں ڈالدیں روایت کیا اسکو مسلم نے

| الشبہۃ من الاحمدی | یہ تیس جھوٹے دجال |

ہو گذرے ہیں مرزا صاحب انہیں سے انہیں میں۔
الجواب) تیس ہو نہیں گذرے بلکہ قیامت تک
ہوتے رہینگے۔ دیکھو ازالہ اوہام ص ۱۹۹ طبع اول
جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ دنیا کے اخیر تک
قریب تیس کے دجال پیدا ہونگے۔ اب ظاہر ہے کہ جب تیس دجال
کا آنا ضروری ہے تو بحکم لکل دجال عیسےٰ تیس مسیح بھی آنے چاہئیں

ضمیمہ

احمدی لوگ قرآن وحدیث کے مقابلے اپنے الہام
اور وحی پیش کرتے ہیں وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی
عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ

احمدی لوگ حسب ضرورت باتیں یہودیوں کیطرح بنا کر کہتے ہیں کہ یہ الہام اور وحی ہے حقتعالے فرماتا ہے فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ

احمدی لوگ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ہم قرآن کو مانتے ہیں۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مانتے ہیں۔ مگر مقصود بجز انکار کے اور کچھ نہیں ایسے لوگوں کے بارے میں خدا تعالے فرماتا ہے يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَمَا هُم مِّنكُمْ ان قسموں کے کھانے سے احمدیوں کی غرض لوگوں کی ناراضگی مٹانا ہے۔ ایسے منافقین کے متعلق خدا فرماتا ہے يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ ان کا کہنا کہ ہم بھی مسلمان ہیں بالکل فضول ہے۔ اگر پورے قرآن

وحدیث پر عمل ہوتا تو جھگڑا ہی کیا تھا اور نیا فرقہ بننے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ حقتعالے فرماتا ہے انما ذالکم الشیطٰن یخوف اولیاءہ فلا تخافوھم وخافون ان کنتم مومنین ہ

احمدی لوگ کبھی جھگڑے اور مناظرے کرکے مسلمانوں کو تنگ کرتے ہیں۔ حقتعالے فرماتا ہے الذین یجادلون فی ایات اللہ بغیر سلطٰن اتاھم کبر مقتا عند اللہ و عند الذین امنوا کذٰلک یطبع اللہ علی کل متکبر جبار ہ احمدی لوگ اولو کے عقاید صحیحہ کو متزلزل کرنے کے لیئے طرح طرح کے وسوسے ڈالتے ہیں۔ جیساکہ حقتعالے فرماتا ہے الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس

احمدی لوگ دعاوی کا ڈھیر پرستے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم مصلح قوم ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں حقتعالے فرماتا ہے واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض

قَالُوا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۔ اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ
وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ احمدی لوگ مسلمانوں کو دہوکھا
دیتے ہیں حقتعالے فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ
اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝
يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
احمدی لوگ جب خدا کو بھول چکے ہیں اس سے نہیں
ڈرتے جیسا کہ حقتعالے فرماتا ہے اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ
فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۔
جب کوئی گمراہی کے مقصد میں ترقی کرجاتا ہے تو
گمراہی اور زیادہ پھیل جاتی ہے حقتعالے فرماتا ہے
وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ
جو لوگ حسن ظن میں آکر ایسے لوگوں کو قبول کرلیتے
ہیں انکے حق میں ارشاد ہوتا ہے فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ
فَاَطَاعُوْهُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ وہلوگ
ایسے جھوٹے مدعی مخالف قرآن وحدیث کو مانتے

کے سامنے اگر قرآنی آیتیں پڑھی جائیں تو کچھ پرواہ نہیں کرتے بلکہ اپنی وحی اور الہاموں پر خوش اور نازاں ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق حقتعالے فرماتا ہے فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ

ایسے لوگوں کو خداوند کریم انجام کار رسوا کرتا ہے چنانچہ حقتعالے فرماتا ہے وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَابِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ٥ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہے کہ حق جل وعلا اس قسم کے لوگوں کی ترقیں بعض مسلمانوں کے ابتلا کے لیے فرما دیتا ہے فوری ترقی حقانیت کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ دیکھو حقتعالے فرماتا ہے كُلًّا نُمِدُّ هَٰؤُلَاءِ وَهَٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا

مسلمانوں کو مخالفین کی باتیں تشویش میں نہیں

ڈال سکتیں۔ حقتعالے فرماتا ہے هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْا اِیْمَانًا مَعَ اِیْمَانِهِمْ ه

تردید فرقہ چکڑالویہ
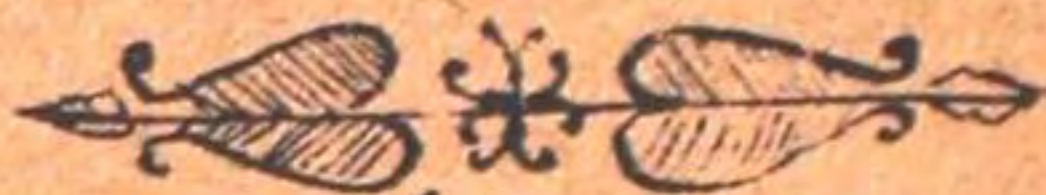
پانچوں نمازوں کا ثبوت قرآن سے

ظہر۔ عصر مغرب صبح کا ثبوت یہہ ہے فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ه وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ۔ ۲۱ سورہ روم رکوع ۴ اور مِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ سے نماز عشا کا ثبوت بالتصریح ملتا ہے۔ دیکھو سورہ نور۔

تسبیح بمعنے نماز کردن (غیاث اللغات) عشی بمعنے

سہ پہر یعنے عصر ؛ غیاث اللغات)

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ

غُرُوْبِهَا۔ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ

النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ۱۶

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ

۱۲ سورہ ہود اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى

غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ۱۵

غسق لیل کے معنے ظہور ظلمت ہے دلوک کے معنے مائل

ہونے کے ہیں والشمس علیل اذا زالت واذا

غربت۔

سوال نماز کی تکبیر تحریمہ کا کونسی آیت ماخذ ہے ؟	اہلسنت والجماعت کی نماز کا ثبوت قرآن سے

الجواب) وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ پارہ ۱۰

اکبر صفت ہے رضوان کی اور رضوان صفت ہے اللہ

ں - جو صفت صفات الٰہی سے موصوف ہوگی - وہ ذات

ے بدرجہ اولیٰ متصف ہوگی -

قاعدہ ۲ :- جہاں کہیں سوال میں صفت مذکور ہو تو

اب میں بسبب اقتران قرینہ سوال صفت کو حذف

یا جاتا ہے - جیسا کہ آیات حسب ذیل میں ہے :-

۱) قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ قُلِ اللّٰهُ - (۲) قُلْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

یَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (قاعدہ نمبر ۳) قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِیْدٌ

بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ نتیجہ نکلا وَلَذِکْرُ اللّٰهِ اَکْبَرُ اور یہی ہماری تکبیر ہے

فائدہ تکبیر عرف شرع میں جہاں کہیں وارد ہو

مراد اس سے اللہ اکبر کہنا ہے -

سوال) نماز کی ثناء کی کونسی آیت ماخذ ہے -

جواب) ثنا میں چار فقرے ہیں (۱) سُبْحَانَكَ

اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ (۲) فقرہ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ

(۳) فقرہ وَتَعَالٰی جَدُّكَ (۴) فقرہ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُكَ

ان چہار کلمات کا ماخذ معلوم ہو (۱) فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآئِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافِ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى پارہ (١٦) کا اخیر ر ٢) وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ (سورہ طور کا اخیر) نتیجہ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ کا استیجاب ہے۔

(٢) وَتَبَارَكَ اسْمُكَ کا ماخذ تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ہے ربع سورہ رحمان کا اخیر)

(٣) وَتَعَالٰى جَدُّكَ۔ اَنَّهٗ تَعَالٰى جَدُّ رَبِّنَا سے ماخوذ ہے (سورہ جن) (٤) وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ سے ماخوذ ہے (سورہ اعراف، ہود وغیرہ)

سوال اعوذ نماز کس آیت سے ثابت ہے۔

الجواب) فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ سورہ نحل رکوع ۱۳) سے ثابت ہے۔ (سوال) تسمیہ و فاتحہ کے وجوب کے کونسی آئت مثبت ہے جواب) فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ سورہ مزمل کے اخیر ثلث سے ثابت ہی سوال۔ نماز کی تسبیح سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ کی کونسی آیت مثبت ہے جواب فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ سورہ واقعہ کے اخیر دو جابہ اور سورہ الحاقہ کا اخیر بھی۔

سوال) سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کونسی آیت سے ماخوذ ہے۔ جواب أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ کے کلی مضمون سے مستفاد ہے۔ سوال رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کونسی آیت سے ماخوذ ہے جواب فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ سے ماخوذ ہے۔ مثال یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی حاکم کے آگے عرضی پیش کرتا ہے تو ناظر اسکو سنا دیتا ہے

سنا دیتا ہے کہ تیری عرضی منظور ہوگئی تو سائل خوشی میں بادشاہ کی تعریف کرتا ہے۔ ایسا ہی جب امام خدا تعالےٰ کیطرف سے اسمضمون کی خوشخبری کو سناتا ہے تو مقتدی ربنا لك الحمد شکریہ میں کہتے ہیں۔

سوال نماز کی تسبیح سبحان ربی الاعلیٰ کونسی آیت سے ماخوذ ہے۔ جواب) سبح اسم ربك الاعلیٰ سورہ اعلیٰ کے پہلے فقرہ سے۔ سوال التحیات کس آیت سے ثابت ہے جواب سورہ نمل رکوع ۵ وقل الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ءآللہ خیر اما یشرکون سے ماخوذ ہے الحمد للہ سے التحیات للہ والصلوات والطیبات۔ قل الحمد للہ کے جواب میں ہے۔ کیونکہ اسمیں تین کلمے ہیں حمد وشکر وعبادت قولی وفعلی مالی بدنی پر مشتمل ہیں السلام علیك الصالحین وسلام علی عبادہ الذین

مصطفیٰ کے حکم کی تعمیل ہے اور اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا
اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
ءَاللّٰهُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِکُوْنَ سے ماخوذ اور جواب ہی
سوال) درود شریف نماز کا کس آیت سے ثابت ہی
جواب) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ
یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا
تَسْلِیْمًا (سورہ احزاب کے حکم کی تعمیل ہے۔
سوال) تشہد کے اخیر میں دعا پڑھنی اور پھر وہ دعا کس
آیت سے ماخوذ ہے جواب) وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ
اَسْتَجِبْ لَکُمْ سے ماخوذ ہے۔ پارہ ۲۴ رکوع ۶
سوال قرأت قرآن قیام میں اور تسبیحات کو رکوع
اور سجدے میں پڑھنے کی کیا تخصیص ہے اور کس
آیت سے ماخوذ ہے
جواب قرأت قرآن کی تخصیص قیام کے ساتھ اس
آیت سے یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا

نِصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا پارہ ۲۹ سورہ مزمل)

سوال تسبیح کی تخصیص سجدے کے ساتھ کس آیت سے ثابت ہے جواب وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا (سورہ دہر)

چکڑالویوں کے فہم قرآنی کے چند نمونے

(۱) چکڑالوی فرماتے ہیں انبیا کی اتباع و اطاعت مت کرو۔ جواب چکڑالویوں کا فرمانا قرآن کے مخالف ہے۔ دلائل حسب ذیل ہیں سو (۱) وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْۤا اَمْرِيْ (۲) حضرت ابراہیم کا مقولہ ہے فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۱۶ مریم (۳) حضرت ابراہیم اعلان کرتے ہیں

مِن رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْم پارہ ۱۳ (۴) یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (۵) وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۰ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۰ پارہ ۱۹ سورہ شعرا کا آخری رکوع) (۶) اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ پارہ ۹ (۷) صحابہ کی پیروی کا بھی حکم ہے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۰ (سورہ توبہ)

چکڑالوی کہتے ہیں حدیث پر ایمان لانا قُلْ مَا

يَكُونُ لِيَ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاۤءِ نَفْسِيْ پ ۱۱ کے
خلاف ہے کیونکہ یہ تبدیل منہی عنہ ہوگی
جواب چکڑالویوں کا یہ فرمانا بے فہمی کی دلیل
ہے (اجی حدیث کا ادعیہ پڑھنا از قبیل استیجاب
لامر اللہ ہے۔ اسکو تبدیل و اختلاف نہیں کہتے
استیجاب لامر اللہ سب مسلمانوں پر فرض ہے
دیکھو آیت فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ وَ
لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ (سورہ بقر پارہ ۲)

چکڑالوی کہتے ہیں قرآن کریم تفصیلا لکل شیٔ
ہے اسلیئے حدیث کی ضرورت نہیں۔
جواب) قرآن شریف تورات کیطرح مفصل
ہے ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْ
اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً
لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاۤءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ تبلاؤ قرآن کریم
نے تورات کے احکام کو مفصل بیان کیا ہے یا مجمل اگر

مفصل بیان کیا ہے یا مجمل اگر مفصل بیان کیا ہے تو صرف اسی کے مسائل ہیں یا قدرے زیادہ۔ اگر زیادہ ہیں تو توراۃ تَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ کیسے ہوئی۔ تفصیل کی جگہ تفصیل نہیں ہوتی اور توراۃ کا نام بھی قرآن ہے۔ (دیکھو پارہ ۱۴)

چکڑالوی کہتے ہیں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم محض چٹھی رسان کا حکم رکھتے ہیں۔

جواب چکڑالویں کا یہ فرمانا قرآن کے خلاف ہے (۱) وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ه اس سے معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ مبین احکام الٰہی ہیں۔

(۲) كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ

(۳) وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ

چکڑالوی کہتے ہیں خدا فرماتا ہے وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ اس سے معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ کے مبین ہونے کی ضرورت

نہیں ہے جواب) قرآن کریم آسان ہے مگر محمد رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اسپر حسب ذیل
دلائل ہیں (۱) فَاِنَّمَا یَسَّرْنَاہُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ
یَتَذَكَّرُونَ پارہ ۲۵ سورہ دخان) (۲) فَاِنَّمَا
یَسَّرْنَاہُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ پارہ
سورہ دخان (۲) فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰہُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ
بِهِ الْمُتَّقِیْنَ پارہ ۱۶ سورہ مریم) (۳) قرآن کریم میں
تین طرح کے علوم ہیں (۱) وعظ و نصیحت جو بمنزلہ
اشتہار عام ہے ۔ جیسا تبشیر ۔ انذار ۔ وعدو وعید ۔
اخبار قیامت ۔ دلائل توحید و نبوت ۔ مناظرہ
با عدا دین ۔ اور انکو ملزم ٹھیرانا ۔ قصص امم ماضیہ
جنکے ساتھ عوام کو خداوند تعالےٰ نے ایمان کیطرف
دعوت فرمائی ہے ایسے مضامین کو اصطلاح شرع
میں ذکر و وعظ سے تعبیر کیا جاتا ہے سو ایسے مضامین
کا قرآن سے سمجھنا چنداں دشوار نہیں بشرطیکہ عربیت

لغت سے پورا واقف و ماہر ہو۔ لہٰذا خدا وند جل و علا
نے تیسیر کو بموجب ارشاد وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ
لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ کے ذکر سے خاص کیا
(۲) دوسری قسم کے علوم وہ ہیں جو ذات و صفات
الٰہیہ سے مختص ہوں یا شریعت کے احکام حلال
و حرام۔ عبادات معاملات کے متعلق ہیں۔ انکا سمجھنا
بغیر تعلیم رسول اللہ یا نائب رسول اللہ ایک ناممکن
امر ہے۔ یہ تعلیم محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ہی خدا نے
منحصر رکھی ہے جیسا کہ سورہ جمعہ میں ہے هُوَ الَّذِي
بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ
وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا
مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا
يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ قرآن کے احکام
و آیات اور اسکی احسن تفسیر آپ ہی کو عطا ہوئی ہے۔
ارشاد ہے وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ

بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا (پارہ ۱۹ سورہ فرقان رکو
احسن تفسیر ان احکام کا نام ہے جو قرآن کے علاوہ آ
عنایت ہوئے ہیں جیسا کہ سورہ رعد کے اخیر میں
ہے قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِ
عِلْمُ الْكِتٰبِ ط ایسا ہی سب اصحابوں کو ارشاد ہے
كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ط فَلَوْلَا نَ
كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ
قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْ
پارہ ۱۱ ربع ا سورہ توبہ کا اخیر۔
(۳) تیسری قسم علوم قرآن میں سے معارف و حق
اسرار الٰہیہ ہیں۔ انکا حصول بوسیلہ اہل اللہ ہوتا
دلائل حسب ذیل ہیں (۱) وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَ
لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا سورہ عنکبوت (۲) وَاذْ
رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۰ (سورہ مزمل)
چکڑالوی کہتا ہے۔ محمد رسول اللہ کو اہل کتاب

کا حکم ہے۔ بدلیل قولہ تعالےٰ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ۔
الجواب) چکڑالویوں کا ایسا فرمانا قرآن کے خلاف
ہے۔ دیکھو خدا تعالےٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا
اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ یَرُدُّوْکُمْ
بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ کٰفِرِیْنَ (پارہ ۴ رکوع ۱) چکڑالویوں
کا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بدلیل مذکورہ اہل کتاب کا
مقلد سمجھنا فحش غلطی ہے۔ ورنہ ماننا پڑیگا کہ قرآن
بدون اتباع اہل کتاب ناقص ہے۔

چکڑالوی فرماتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم
نماز پڑھنے میں کفارہ مکہ کے پیرو تھے۔ کیونکہ وہ
ملت ابراہیمی کے موافق نماز پڑھتے تھے

جواب انکا ایسا فرمانا قرآن کے مخالف ہے کافروں
کی نماز صرف سیٹی وتالی بجانا تھی۔ دیکھو پارہ ۹
وَمَا کَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَیْتِ اِلَّا مُکَآءً
وَّتَصْدِیَةً اور سورہ مدثر میں ہے قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ

اور سورہ مرسلات کے اخیر میں فرمایا ہے وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ ارْکَعُوْا لَا یَرْکَعُوْنَ اور سورہ توبہ میں فرمایا فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ - اگر مشرکین کی پیروی سے آپنے نماز پڑھی ہوتی تو حقتعالے فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَمَا عَلَّمَکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ کیوں فرماتا

چکڑالوی کا استدلال کہ نماز میں سوا قرآن کے اور کچھ پڑھنے کا حکم نہیں بدلیل قولہ تعالےٰ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ اللَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا

جواب جزو ذکر کر کے کل مراد لیا گیا ہے اور یہ قرآن کریم کا اکثر محاورہ ہے جیسے وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ اور فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ اور وَاسْجُدُوْا -

چکڑالوی کہتے ہیں اتباع صرف قرآن کا ہونا چاہیئے بدلیل قولہ تعالےٰ ھٰذَا کِتَابٌ اَنْزَلْنَاہُ مُبَارَکٌ

فَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ٥

جواب) ہمیں اسکا انکار نہیں ہے مگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی اتباع قرآن سے ثابت ہے بدلیل قولہ تعالے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ٥ اس سے معلوم ہوا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہادی ہیں، فافہم

چکڑالوی فرماتے ہیں کہ قرآن میں جہاں کہیں مومنین آئے ہیں اس سے مراد رسول ہیں۔ بدلیل قولہ تعالے كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنے نصرت الٰہی سوا رسولوں کے اور کسی پر نہیں ہوتی:

جواب چکڑالویوں کا فرمانا غلط ہے بدلیل قولہ تعالے وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وبدلیل قولہ تعالے لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ط كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُو

يَقْتُلُوْنَ ○ وبدليل قوله تعالىٰ وَلِيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ
بدليل قوله تعالىٰ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ پاره ۲۴
رکوع ۶ سوره مومن بدليل قوله تعالىٰ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ
وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ بدليل قوله تعالىٰ وَلَا
تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ○ سوره ال عمران وبدليل قوله تعالىٰ
يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

حدیث کا ثبوت قرآن مجید سے

(۱) فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ پاره ۱۸
سوره نور کا آخر۔

(۲) فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ
پاره ۲۹ سوره قیامه

(۳) لٰکِنِ اللّٰہُ یَشْھَدُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ اَنْزَلَہٗ بِعِلْمِہٖ
پارہ ۶ سورہ نسا بعلمہ کی ضمیر مَا اُنْزِلَ کیطرف راجع ہے
(۴) اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۰ وَعَلَّمَہُ
الْبَیَانَ ۰ پارہ ۲۷
(۵) وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَ
عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا
پارہ (۵) ربع (۳)
(۶) فَھَدَی اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ
مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِہٖ ۰ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی
صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۰ پارہ ۲ ربع (۳)
(۷) نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ
یَدَیْہِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰاۃَ وَالْاِنْجِیْلَ مِنْ قَبْلُ ھُدًی
لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ (سورہ آل عمران)۔
(۸) شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی
لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۰ سورہ آل عمران

(۸) شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانَ (سورہ بقر)

ثبوت اس امر کا کہ قرآن میں مجمل آیتیں بھی ہیں

اجمال کی تبیین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہوئی جیسے اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ کیفیت صلوٰۃ میں اگرچہ قوموا وارکعوا واسجدوا وارد ہے مگر مختلف مقاموں میں موجود ہے۔ اسکی پوری کیفیت کہ پہلے قیام پھر رکوع۔ پھر دو سجدے۔ پھر قیام۔ پھر رکوع پھر سجدے پھر قعدے۔ اور کون کون سی نماز دوگانہ اور کون سی چہارگانہ سہ گانہ۔ اسطرح کی تفصیل قرآن میں موجود نہیں۔ بس محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ دیکھنا پڑیگا۔ اور اصولاً اسی کے مطابق عمل کرنا ہوگا

دیکھو خدا نے فرمایا اٰتُوا الزَّکٰوۃَ لغت میں زکوٰۃ کے معنے
پاکی اور ستھرائی کے ہیں۔ اب فرماؤ اس لفظ زکوٰۃ
کو سننے والا اسپر کسطرح عمل کر سکتا ہے نہ تو اس سے
یہ معلوم کہ کس چیز سے پاکی حاصل کرے نجاست سے یا
گناہوں سے یا مال سے اگر مال سے ہے تو کسطرح یا کسقدر
مال نکالنے سے پاکی حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی معلوم
کہ کتنی مدت کے بعد زکوٰۃ نکالا کرے۔ اور نہ ہی یہ پتہ کہ کتنا
مال ہو تو زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ اب بتاؤ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ
کے حکم کی کسطرح تعمیل کیجائے۔ ایسی کونسی آیت ہے کہ
جسمیں ان سب امور کی تفصیل ہو۔ خواہ مخواہ محمد صلے اللہ
علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ دیکھنا پڑے گا۔

چکڑالوی فرماتے ہیں۔ حدیث کی دعاؤں کا نماز میں
پڑھنا شرک ہے بلکہ قرآنی دعائیں پڑھنی چاہئیں۔
بدلیل قولہ تعالےٰ وَاتَّبِعُوْا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ
مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ قَلِیْلًا

مَا تَذَكَّرُوْنَ ۔ سورہ زمر کا اخیر۔

جواب قرآن کریم میں جتنی دعائیں مذکور ہیں وہ سب اخباراً و نقلاً مذکور ہیں۔ جس سے مقصود محض رسول خدا اور امت کی تسکین و تسلی ہے نہ کچھ اور کفار ایذا پہنچاتے تھے اور یہ حضرات صبر سے کام لیکر حق تعالےٰ سے مناجات کیطرف رجوع کرتے تھے۔ جو دعائیں بطور اخبار و نقل مذکور ہیں وہ قرآنی دعائیں نہیں ہیں جنکے پڑھنے کا حقتعالےٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے اگر یہ دعائیں قرآنی ہوتیں تو انکے الفاظ مختلف نہوتے۔

اختلاف ادعیہ کا نقشہ یہ ہے

آدم علیہ السلام کی دعا۔ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا سے تا خاسرین پارہ ۸ سورہ اعراف

نوح علیہ السلام کی دعا فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۔ سورہ قمر۔

ایوب علیہ السلام کی دعا۔ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ

وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝

یونس علیہ السلام کی دعا وَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ سورہ انبیا

ابراہیم علیہ السلام کی دعا وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا سے تا یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝ سورہ ابراہیم

شعیب علیہ السلام کی دعا رَبَّنَا افْتَحْ سے فٰتِحِیْنَ

یوسف علیہ السلام کی دعا رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ سے صالحین تک

موسےٰ علیہ السلام کی دعا قَالَ مُوْسٰی رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَیْتَ فرعون سے تا عذاب الیم ۝ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ

عیسےٰ علیہ السلام کی دعا۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَةً سے تا رازقین ۝ سورہ مائدہ۔

زکریا علیہ السلام کی دعا ایک ہی مقصد کے لیے تین جگہوں پر مختلف الفاظ سے مذکور ہے جسکا نقشہ حسب ذیل ہے۔ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً

سورہ آل عمران رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا
یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ۥ وَاجْعَلْهُ رَبِّ
رَضِیًّا ۥ سورہ مریم۔ زَکَرِیَّا اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ رَبِّ لَا
تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ۥ

ناظرین جیسے انبیا پیشین کو دعاؤں میں کوئی
خاص پابندی نہ تھی۔ کہ وہ منزل من اللہ دعاؤں کے
سوا اور کچھ نہ پڑھیں ویسے ہی حنفیوں شافعیوں کے
ادعیہ ماثورہ میں لفظی اختلاف اگر واقع ہو گیا تو کچھ حرج
نہیں۔ یہ سب کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول
شدہ سے منقول ہے۔ حضور علیہ السلام نے بھی انبیاء
کیطرح کبھی کوئی دعا پڑھی اور کبھی کوئی۔ اور ہمارے
لیئے ضروری نہیں کہ ہم انبیا پیشین کی تمام فروعات
کی پیروی کریں۔ کیونکہ ہمیں عبادت میں احسن طریق عطا ہوا
ہے اور انبیا پیشین کو حسن طریق عطا ہوا تھا۔ دیکھو
علیہ السلام اپنی مناجات میں فرماتے ہیں وَاکْتُبْ لَنَا

فِی ھٰذِہِ الدُّنیا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً اِنَّا
ھُدْنَا اِلَیکَ اور حضرت ابراہیم کی شان میں ہے۔
وَاٰتَینٰہُ فِی الدُّنیا حَسَنَۃً وَاِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِین
نحل کا اخیر۔ احسن القول صرف محمد صلے اللہ علیہ سلم ہیں
بدلیل قولہ تعالےٰ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَی
اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِی مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ
پارہ ۲۴ اخیر اور احسن القول کی پیروی پر بہت بڑی بشارتیں
آئی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِیْنَ
یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ
ھَدٰاھُمُ اللّٰہُ وَاُولٰئِکَ ھُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ پس معلوم
ہوا اقوال انبیا سب حسن ہیں ان میں سے احسن القول محمد
رسول اللہ ہیں اور یہی مطلب صحیح ہے وَاتَّبِعُوْا اَحْسَنَ
مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖ
اَوْلِیَاءَ کا اور اولوا الالباب ہی قرآن سے فائدہ اٹھا
سکتے ہیں اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ جگرا الوبصا جان

ہمیں حسن اقوال کیطرف بلاتے ہیں مگر خدا ہمیں احسن القول کے اتباع کیطرف بلاتا ہے اور احسن القول ہی اسلام ہے فَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۔ پارہ (۳) کا اخیر۔ چکڑالویوں کا یہ فرمانا کہ بشری رسول کی اطاعت کفر ہے۔ یہ خود کفر ہے۔ کیونکہ ہود علیہ السلام کی قوم کفار کا یہی مقولہ تھا۔ خداوند کریم نے انکے مقولہ کو یوں منقول فرمایا ہے وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخَاسِرُوْنَ ۔ چکڑالوی کے منافق ہونے پر قرآن سے یہ دلیل ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ

يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا. اس سے آگے آتا ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط پارہ ۵ پاؤ ۲
اگر چکڑالویوں کو قرآن کی ہر دعا منقولہ کا پڑھنا مقصود ہے تو یہ دعائیں بھی پڑھ لیا کریں. جیسا شیطان نے کہا
رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○ اہل جہنم کی دعا ہے رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ○
کیا یہ قرآنی دعائیں نہیں چکڑالو یو خوب یاد رکھو. اگر کوئی اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کہے اور نیت حکایۃً عن کلام القرآن
نہو تو وہ جہنمی کافر ہوگا. اب ہم قرآن کریم کو سمجھنے کے طریق لکھکر اس مبحث کو بند کردیتے ہیں وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ
يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

(۱) اخبار رسول اللہ بدلیل قولہ تعالےٰ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔ بدلیل قولہ تعالےٰ مَا يَنْطِقُ عَنِ
الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ۔

(۲) اجتہاد و استنباط اولے الامر بدلیل قولہ تعالےٰ وَلَوْ

رَدُّوهُ اِلَى الرَّسُولِ وَاِلٰی اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ
یَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ
وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝

(۳) اتباع سبیل المومنین والتزام مذہب المسنت والجماعت
بدلیل قولہ تعالے۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا
تَفَرَّقُوْا

بحث عدم قراءت خلف الامام

(۱) اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ سورہ اعراف
اس آیت سے ثابت ہوا کہ مقتدی امام کے پیچھے

الحمد نہ پڑھے اور الحمد قرآن ہے دیکھو بخاری مجتبائی
ص ۶۴۲ کتاب التفسیر کا آغاز۔ حدثنا مسدد قال
حدثنا یحییٰ عن شعبۃ قال حدثنی خبیب بن
عبدالرحمٰن عن حفص بن عاصم بن سعید بن
المعلی قال کنت اصلی فی المسجد فدعانی رسول
الله صلی الله علیہ وسلم فلم اجبہ فقلت یا رسول
انی کنت اُصلی فقال الم یقل الله۔ استجیبوا لله
وللرسول اذا دعاکم ثم قال لی لاعلمنک سورۃ
ھی اعظم السور فی القرآن قبل ان تخرج من المسجد
ثم اخذ بیدی فلما اراد ان یخرج قلت لہ الم تقل
لاعلمنک سورۃ ھی اعظم السور من القرآن قال
الحمد لله رب العلمین ھے السبع المثانی والقرآن
العظیم الذی اوتیتہ۔
غیر مقلد فرماتے ہیں یہ آیت اسوقت آئی جب لوگوں
نے خطبے میں باتیں کرنی شروع کیں۔

جواب ہم آپ کی اس تحقیق کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر آپ بھی
اتنی بات تسلیم کرلیں کہ جب لوگوں نے حضور کے پیچھے
قرآن پڑھنا شروع کیا تب بھی اسکا نزول ہوا ہمارے اس
دعوے پر حسب ذیل دلائل ہیں۔ غور فرمالو (۱) اخرج
سعید بن منصور وابن ابی حاتم والبیھقی فی
القراءة عن محمد بن کعب القرظی قال کان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرء فی الصلوٰۃ اجابه
من ورائه اذا قال بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قالوا مثل
ذلک حتی تنقضی الفاتحة والسورة فلبث ما شاء اللہ
ان یلبث ثم اذا نزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا
له وانصتوا فقرأ وانصتوا" امام الکلام ص (۲) و
اخرج ابن مردویه والبیھقی فی القراءة عنہم قال صلے
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ قوم خلفه فخلطوا
علیه فنزلت فھذا فی المکتوبة" امام الکلام ص
(۳) اخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم و

ابو الشیخ والبیہقی عن ابن مسعود انہ صلّی باصحابہ فسمع ناسا یقرؤن خلفہ فلما انصرف قال اما آن لکم ان تفہموا ان تعقلوا واذا قری القرآن فاستمعوا له۔ امام الکلام ص۳ (۴) اخرج ابو الشیخ عن ابن عمر قال کانت بنو اسرائیل اذا قرأت ائمتہم جاوبوہم فکرہ اللہ ذلک لہذہ الامۃ فقال واذا قری القرآن الخ امام الکلام ص۷۹ (۵) اخرج ابن ابی حاتم و ابو الشیخ وابن مردویہ والبیہقی فی القراءۃ عن عبد اللہ بن مغفل انہ سئل اکل من سمع القرآن وجب علیہ الاستماع قال لا انما نزلت ہذہ الآیۃ فاستمعوا لہ وانصتوا فی قراءۃ الامام فاستمع لہ وانصت۔

سوال غیر مقلد فرماتے ہیں اگر استماع قرآن فرض ہے تو درس و تدریس کے موقع پر بھی بچوں کو بلند آواز سے کیوں پڑھنے دیتے ہو

جواب اذا قرئ القرآن الخ کا حکم باعتبار المحال والاوقات

ہے۔ اور اسپر دلیل یہ ہے اخرج البیہقی فی القرأۃ عن عطا قال سألت ابن عباس عن قولہ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ ھذا لکل قاری قال لا ولکن فی الصلوٰۃ۔ امام الکلام صلا (۲) اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ وَمَنْ بَلَغَ (انعام) یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ وَھُدًی وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (یونس) مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی اِلَّا تَذْکِرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی ط وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ (قمر) لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِھِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ (یوسف کا آخر) اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ (یوسف کا اول) وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَلَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ (نحل) مَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ ذِکْرٍ مِّنْ رَّبِّھِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْہُ وَھُمْ یَلْعَبُوْنَ ۙ لَاھِیَۃً قُلُوْبُھُمْ (انبیاء) قُلْ نَزَّلَہٗ

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ لِيُثَبِّتَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (نحل) وَقُرْاٰنًا
فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا
(اسرا) سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَا
اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (نور) وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ
بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا (فرقان) اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ
اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اِنَّ هٰذِهٖ
تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (دھر)
كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَ
لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ، وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ
رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا (فرقان) قال
البیضاوی والذین اذا ذکروا بالوعظ والقراءۃ
لم یخروا علیہا صما وعمیانا ای بل اکبوا
علیہا سامعین باذن۔ ان فی ذلک لذکرٰی لمن
کان لہ او قلب او القی السمع وھو شہید (ق) ولا

تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا (طٰهٰ) لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ (قيامة) ان سب آیاتؔ سے معلوم ہوا کہ تدبر قرآن ضروری امر ہے ۔ کیونکہ نزول قرآن کی غایت ہی تدبر و تفکر ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ قاری کی قرأت کے ساتھ ساتھ قرأت کرنی تدبر کو فوت کرتی ہے ۔ پس معلوم ہوا کہ سننے والے پر سکوت واجب ہے ۔

سوال غیر مقلد فرماتے ہیں ہم سورہ فاتحہ کو سکتات میں پڑھ لینگے لہذا تدبر قرآن و استماع قرآن پر ہمارا عمل ہوجائیگا ۔

جواب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بروایات معتبرہ تین ہی سکتے ثابت ہیں پہلے سکتے میں ثناؤ دعا کا ذکر ہے اور الحمد کے خاتمہ پر سکتہ آمین کے لیئے اور سورت کے مابعد سکتہ استراحت کے لیئے ہے امام ابن قیم کتاب الصلوٰۃ میں سکتات طویلہ

بحث کے بعد فرماتے ہیں جسکا حاصل یہ ہے لم ینقل عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم باسناد صحیح ولا ضعیف انہ
کان یسکت بعد قراءۃ الفاتحۃ حتی یقرءھا من
خلفہ ولوکان یسکت ھھنا سکتۃ طویلۃ یدرک
فیھا المامومر قراءۃ الفاتحۃ لما خفی ذلک علی
اصحابہ ولکان معرفتہم بہ ونقلہم لہ اھم من سکتۃ
الافتتاح۔ حاشیہ امام الکلام۔ صفحہ ۱۷۵
غیر مقلد فرماتے ہیں ہمارے پاس صحاح ستہ کی حسب ذیل
حدیثیں ہیں۔ ان کا جواب دو۔ (۱) عن عبادۃ ابن
الصامت قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب (۲) قال
قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ
لمن لم یقرأ بام القرآن (۳) وفی روایۃ لمسلم
لا صلوۃ لمن لم یقرء بام القرآن فصاعدا۔
(۴) ترمذی ابوداؤد نسائی میں ہے عن عبادۃ

ابن صامت قال کنا خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ

سلم فی صلوٰۃ الفجر فقرء رسول اللہ صلی اللہ علیہ

فثقلت علیہ القراءۃ فلما فرغ قال لعلکم تقرءون خلف

امامکم قلنا نعم قال لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب

فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بھا (د) وفی روایۃ لابی داؤد

وانی اقول مالی ینازعنی القراٰن فلا تقرؤا بشیء

من القراٰن اذا جھرت الا بام القراٰن۔

جواب یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ بعض قرائن موضوع

کے موجود ہیں۔ شرح نخبۃ الفکر فی بیان قرائن الوضع

میں ہے منہا ما یوجد من حال المروی کان یکون مناقضا

لنص القراٰن او السنۃ المتواترۃ او الاجماع القطعی

اوصریح العقل حیث لا یقبل شیء من التاویل اس حدیث

میں یہ سب باتیں موجود ہیں اما کونہ مناقضا لنص

القراٰن فلقولہ تعالیٰ اِذَا قُرِیَٔ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ

وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (اعراف کا اخیر) فاقرؤا

مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنَ (مزمل) واَمّا کوئہ منا قض السنۃ المتواترۃ فبیانہ ھٰذا (۱) عن ابی ہریرۃ رض تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اذا امن القاری فامنوا فان الملئکۃ یؤمنون فمن وافق تامینہ تامین الملئکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ (بخاری ومسلم) وفی روایۃ قال اذا قال الامام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا اٰمین فانہ من وافق قولہ قول الملئکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ (بخاری ومسلم)

ان احادیث میں امام کو باسم قاری تعبیر فرمایا، اگر قراءت امام ومقتدی میں مشترک ہوتی تو امام کو باسم قاری خاص نہ فرماتے فافہم

(۲) عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا جئتم الی الصلوٰۃ ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوہ شیئا ومن ادرک رکعۃ فقد ادرک الصلوٰۃ (ابوداؤد) وعن ابی ہریرۃ رض انہ کان یقول

من ادرك الركعة فقد ادرك السجدة ومن فاتته قراءة ام القرآن فقد فاته خير كثير (رواه مالك) (فائدہ) رکعت کے معنے رکوع کے ہیں کما فی حدیث البخاری عن رفاعة ابن نافع قال کنا نصلی وراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما رفع رأسه من الرکعة قال سمع اللہ لمن حمدہ الخ اطلاق رکعت کا رکوع پر حقیقۃً ہے اور تمام رکعت پر بطور مجاز ہے اطلاق الجزء علی الکل کے قبیل سے ہے کما فی قولہ تعالیٰ وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ حقیقۃً پر حمل کرنے سے بہتر ہے کیونکہ قرینہ صارفہ موجود نہیں اگر رکعت سے رکعت تامہ مراد لی جائے تو معنے من ادرك الرکعة التامة فقد ادرك السجدة ہوتے مگر ایسی کلام مطروح ہے کسی دانا کی زبان پر غیر مفیدہ کلمات کا آنا بعید از عقل ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت اوتیت جوامع الکلم ہے اگر سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کا حکم ہوتا تو مدرک للرکوع مدرک للرکعۃ نہ ہوتا۔ اور حضور علیہ السلام

کا قول من فاتتہ قراءۃ ام القرآن فقد فاتہ خیر کثیر ایجاب
قراءت پر دال نہیں بلکہ اسپر دال ہے کہ قرأت فاتحہ کا
ادراک یا قرأت فاتحہ کا سماع امام سے افضل ہے۔ اور نیز
مسلم کی حدیث بھی اسکی مؤید ہے عن ابی ہریرۃ رض قال
قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من صلے صلوۃ
لم یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج فہی خداج ثلاثا
غیر تمام فقیل لابی ہریرۃ انا نکون وراء الامام قال
اقرأ بہا فی نفسک فانی سمعت رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم یقول قال اللہ تعالی قسمت الصلوۃ
بینی وبین عبدی نصفین ولعبدی ما سأل فاذا
قال العبد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ قال اللہ تعالے حمدنی
عبدی واذا قال الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قال اللہ تعالے اثنی
علی عبدی واذا قال مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ قال مجدنی
عبدی واذا قال اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ
قال ھذا بینی وبین عبدی ولعبدی ما سأل

فاذا قال اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال ھذا لعبدی ولعبدی ما سال ۔

(۱) اس حدیث سے منفرد کی نماز مراد ہے (۲) ممکن ہے کہ مراد ابو ہریرہ کی اقرأ فی نفسک سے اخطار فی البال ہو نہ قرأت سریہ کما فی قولہ تعالیٰ واذکر ربک اذا نسیت کیونکہ نفس کا اطلاق عرف شرع میں قلب پر بہت آیا ہے لہذا قرأت قلبیہ کا امکان موجود ہے (۳) لفظ خداج اصل نماز کی نفی پر ہرگز دلالت نہیں کرتا .... بلکہ نفی کمال پر دلالت کرتا ہے اور نفی کمال مفید خصم نہیں اور اس پر دلیل یہ ہے اخرج الترمذی فی صحیحہ عن الفضل ابن عباس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ مثنیٰ مثنیٰ تشہد فی کل رکعتین و تخشع و تضرع و تمسکن ثم تقنع یدیک یقول

ترفعهما الی ربك ببطونهما وجهك وتقول یارب یارب
ومن لم یفعل ذالك فهو کذا وکذا او فی روایة فهو خداج
دیکھو اس خداج سے اصل نماز کی نفی مراد نہیں فافہم
(۳) انا ابو حنیفة حدثنا ابو الحسن موسیٰ بن ابی
عائشة عن عبد الله بن شداد . عن جابر عن النبی
صلی الله علیه وسلم من صلی خلف الامام فان قرأة
الامام له قرأة مؤطا امام محمد اسناده صحیح
علی شرط الشیخین اے البخاری والمسلم مسند
امام اعظم ص ۱۵ وکتاب الاٰثار للامام محمد ص ۲۳
(۴) قال محمد فی الاٰثار اخبرنا ابو حنیفة حدثنا ابو
الحسن موسیٰ ابن ابی عائشة عن عبد الله شداد
ابن الهاد عن جابر ابن عبد الله الانصاری قال صلی
رسول الله صلی الله علیه وسلم ورجل خلفه یقرأ فجعل
رجل من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم ینهاه عن
القرأة فی الصلوٰة فقال اتنهانی عن القرأة خلف

بنی اللہ صلے اللہ علیہ فتنا زعا حتے ذکرہ للنبی صلے
اللہ علیہ وسلم من صلے خلف الامام فان قراءۃ الامام
لہ قراءۃ قال محمد وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ
یہ حدیث بھی علے شرط الشیخین ہے سب راوی ثقہ ہیں
غیر مجروح ہیں ہم تقریب سے ان سب کی توثیق دکھلاتے
ہیں (۱) موسی ابن ابی عائشۃ الھمدانی بسکون
المیم مولاھم ابو الحسن الکوفی تقۃ عابد من
الخامسۃ (۲) عبداللہ ابن شداد بن الھاد اللیثی
ابو الولید المدنی ولد علے عہد النبی صلے اللہ علیہ
وذکرہ العجلی من کبار التابعین الثقات وکان
معدودا فی الفقہاء مات بالکوفۃ مقتولا سنۃ احدی
وثمانین وقیل بعدھا وجابر بن عبداللہ بن عمرو
ابن حرام بمہملہ وراء الانصاری ثم السلمی بفتحتین
صحابی ابن صحابی غزا تسعۃ عشر غزوۃ ومات بالمدینۃ
بعد السبعین وھو ابن اربع وتسعین ھکذا فی التقریب

(۵) و روی ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ حدثنا مالک ابن اسمٰعیل عن حسن ابن صالح عن ابی الزبیر عن جابر رضہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال کل من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ ،

(۶) قال احمد بن منیع فی مسندہ اخبرنا اسحٰق الازرق حدثنا سفیان وشریک عن موسی ابن ابی عائشۃ عن عبداللہ بن شداد عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ۔

(۷) حدثنا ابونعیم ثنا الحسن ابن صالح عن ابن الزبیر عن جابر عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم فذکرہ کما مرّ جابر کی پہلی حدیث صحیح علے شرط الشیخین ہے اور دوسری صحیح علے شرط مسلم ہے۔

(۸) اخرج ابوعبد اللہ الحاکم قال حدثنا عبد الصمد ابن الفضل البلخی ثنا مکی ابن ابراہیم عن

ابی حنیفۃ عن موسی ابن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن
شداد ابن الهاد عن جابر بن عبد اللہ ان النبی صلی
اللہ علیہ وسلم ورجل خلفہ یقرأ فجعل رجل من اصحاب
النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینہاہ عن القراءۃ فی الصلوۃ
فلما انصرف اقبل علیہ الرجل فقال اتنہانی عن القراءۃ
خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنازعا حتی
ذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلی
اللہ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام
لہ قراءۃ وفی روایۃ لابی حنیفۃ ان ذلک کان فی
الظہر وھکذا ان رجلا قرء خلف رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی الظہر والعصر فاومأ الیہ رجل فنہاہ
فلما انصرف قال اتنہانی الخ۔

اِس حدیث سے معلوم ہوا قراءت خلف الامام ممنوع ہے
سریہ اور جہریہ میں اور یہ حدیث معارض ہے مالی انازع
القرآن فان کان لابد فالفاتحۃ وکذا ما رواہ ابوداؤد

والترمذی عن عبادۃ ابن الصامت قال کنا خلف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الخ (قاعدہ) دو حدیثوں میں اگر تعارض ہو جائے تو منع کی حدیث مقدم ہوگی۔ علے الاطلاق۔ اور جسکی سند میں قوت ہوگی وہ مقدم اور منع کی حدیث من کان لہ امام اصح ہے فافہم اگر رفع تعارض کی صورت نہ نکالی جائے گی تو یقیناً حدیث موضوع ہوگی۔

الغرض ترک قرأت خلف الامام پر صحابہ کا اجماع ہے اور اجماع سے مراد اتفاق اکثر صحابہ کا ہے اور دلیل اسپر یہ حدیث ہے عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ انصرف من صلوۃ جھر فیھا بالقرءۃ فقال ھل قرء معی احد منکم انفا فقال رجل نعم یا رسول اللہ قال انی اقول مالی انازع القران قال فانتھی الناس عن القرءۃ مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فیما جھر فیہ بالقرءۃ من الصلوات حین سمعوا

ذلك من رسول الله صلے الله علیہ وسلم رواہ مالك
واحمد وابوداؤد وترمذی ونسائی۔ ابن ماجہ
پس الف لام عن القرءت میں جنس کے لیئے ہے یا استغراق
کے لیئے اسلیئے کہ عہد کے واسطے کوئی قرینہ نہیں تو منع ہر
فرد قرءت یا جنس قرءت سے ثابت ہوا اور منع عن الجنس
مستلزم ہے منع عن کل فرد کو ورنہ تحقق افراد
بدون جنس لازم آئے گا۔ وھو باطل کما ثبت فی موضعہ
غیر مقلد فرماتے ہیں کہ یہ کلام زہری کا ہے ابوہریرہ
کا نہیں۔ کیونکہ زہری نے اسکو کبھی مرسل روایت کیا ہے
کما روی الاوزاعی عن الزھری فاتعظ المسلمون
بذلك فلم یکونوا یقرءون فیما یجھر فیہ رسول اللہ
کما نقلہ الشیخ سلام اللہ فی المحلے اور ثقہ کبھی حدیث
مسند روایت کرتا ہے اور کبھی مرسلاً تو اُنہوں نے
ارسال سے گمان کرلیا۔ کہ یہ کلام زہری کا ہے۔ ہاں
اگر بخاری وذہبی وغیرہما بلا واسطہ زہری سے روایت

کرتے تو یہی ایک بات تھی۔ اور اوزاعی کا زہری سے مرسلا روایت کرنا زہری کی کلام ہونے پر دلیل نہیں۔ حالانکہ اسکی تائید اس سے بھی ہو رہی ہے بما روی ابن ابی کعب وھو من فقہاء الصحابۃ لما نزلت اٰیۃ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا ترکوا القرءۃ خلف الامام۔ اب ہم چند فتوے صحابہ کے ترک القرءۃ خلف الامام پر پیش کرتے ہیں۔

فتوائے عبد اللہ ابن عمر	عن نافع عن ابن عمر انہ کان لا یقرء خلف الامام (موطا مالک)

فتوائے جابر بن عبد اللہ وعبد اللہ بن عمر و زید بن ثابت	سئل عن عبد اللہ ابن عمر و زید ابن ثابت و جابر بن

عبد اللہ قالوا لا یقرء خلف الامام فی شی من الصلوات (طحاوی فی شرح الآثار)

فتوائے زید بن ثابت نسائی و مسلم سے	اخبرنا علی ابن حجر اخبرنا اسمٰعیل عن یزید ابن خصیفۃ

عن یزید بن عبد اللہ ابن اقسط عن عطاء ابن یسار انہ سئل زید بن ثابت عن القرءۃ مع الامام فقال لا قراءۃ مع الامام فی شیء (نسائی باب سجود القرآن وایضا رواہ مسلم بھذا اللفظ) جب نکرہ تحت نفی مذکور ہو تو فائدہ عموم و استغراق کا حاصل ہوتا ہے

فتوے جابر بن عبد اللہ مؤطا امام مالک سے	حدثنا وھب بن کیسان انہ قال سمع جابر بن عبد اللہ

یقول من صلی رکعۃ لم یقرء فیھا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام (مؤطا امام مالک)

فتوے جابر بن عبد اللہ جامع ترمذی سے	حدثنا اسحق بن موسی الانصاری قال انا معن قال ثنا مالک

عن ابی نعیم وھب ابن کیسان انہ سمع جابر ابن عبد اللہ یقول من صلی رکعۃ لم یقرء فیھا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام قال ابو عیسے ھذا حدیث حسن

صحیح (ترمذی) اس اثر کے سب رجال شرط مسلم پر ہیں

فتوے جابر ابن عبداللہ مصنف ابی شیبہ سے	حدثنا ابن ابی عیینۃ عن وھب ابن کیسان قال قال

جابر بن عبد اللہ من لم یقرء فی کل رکعۃ بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام

غیر مقلد فرماتے ہیں یہ احادیث موقوف ہیں اور موقوف ہمارے لئے حجت نہیں جواب ہم اسکے مرفوع حقیقی ہونے کا بھی ثبوت دیتے ہیں گو یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔

فتوے جابر بن عبداللہ طحاوی فی معانی الآثار سے	حدثنا بحر ابن نصر ثنا یحیی ابن سلام اخبرنا مالک عن وھب

ابن کیسان عن جابر بن عبد اللہ عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلے رکعۃ فلم یقرء فیہا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام

حدیث ابو الدرداء نسائی سے جو حقیقۃً مرفوع حدیث ہے	حدثنا ھارون

ابن عبد اللہ ثنا زید بن حباب ثنا معاویۃ بن صالح ثنا ابو الزاہریۃ حدثنی کثیر ابن مرۃ الحضرمی عن ابی الدرداء سمعتہ یقول سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افی کل صلوۃ قرءۃ قال نعم قال رجل من الانصار وجبت ھذہ فالتفت الی وکنت اقرب القوم منہ فقال ما اری ان ام القوم الا وقد کفاھم نسائی)

فتوے عبد اللہ بن عمر موطا امام محمد سے	اخبرنا عبید اللہ بن عمر ابن حفص ابن عاصم عن نافع

عن ابن عمر قال من صلے خلف الامام کفتہ قراءتہ وایضا اخبرنا عبد الرحمن ابن عبد اللہ المسعودی اخبرنی انس بن سیرین عن ابن عمر انہ سئل عن القرءۃ خلف الامام قال یکفیک قرءۃ الامام موطا امام محمد

فتوے عبد اللہ بن مسعود موطا امام محمد سے	اخبرنا سفیان ابن عیینۃ

عن منصور بن المعتمر عن ابی وائل قال سئل عبد اللہ بن مسعود عن القراءۃ خلف الامام قال انصت فان فی الصلوۃ شغلا سیکفیک ذالک الامام ۱۲ (موطا امام محمد)

فتوے سعد ابن ابی وقاص

اخرج عبد الرزاق فی مصنفہ عن داؤد ابن قیس عن محمد ابن بجاد عن موسٰی ابن سعد بن ابی وقاص قال ذکروا سعد ابن ابی وقاص قال وددت ان الذی یقرء خلف الامام فی فیہ جمر۔

فتوے عبد اللہ بن مسعود عینی شرح بخاری سے

قال ابن مسعود ملئی فوہ ترابا رواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ۔

فتوے عمر ابن الخطاب عینی شرح بخاری سے

قال عمر ابن الخطاب وددت ان الذی یقرء خلف الامام فی فیہ حجر (عینی)

قنوت حضرت علی کرم اللہ وجہہ	اخرج الطحاوی باسنادہ عن علی انہ قال من قرء خلف الامام

فلیس علی الفطرۃ اراد لیس علی شرائط الاسلام وقیل لیس علی السنۃ۔

واخرج ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ عن ابن ابی یعلی عن علی من قرء خلف الامام فقد اخطأ الفطرۃ وایضا اخرجہ الدارقطنی من طرق۔

قنوت محمد ابن عجلان منقول از علی کرم اللہ وجہہ	اخرج عبد الرزاق فی مصنفہ عن داود بن

قیس عن محمد بن عجلان قال قال علی من قرء مع الامام فلیس علی الفطرۃ

ستر بدریوں اصحابوں کا ثبوت کرمانی سے	وفی الکرمانی عن الشعبی ادرکت سبعین بدریا کلھم

علی انہ لا یقرء خلف الامام وکذا ذکرہ علی القاری فی المرقات۔

فتوے سعید ابن جبیر	اخرج ابن ابی شیبۃ فی مصنف

حدثنا معتمر عن ابی بشر عن سعید ابن جبیر
قال سألتہ عن القرأۃ خلف الامام قال لیس وراء
الامام قرأۃ ۱۲

فتوے علقمہ بن قیس	قال محمد فی کتاب الاثار

اخبرنا ابو حنیفۃ قال حدثنا حماد عن ابراھیم
قال ما قرء علقمۃ بن قیس قط فیما یجہر بہ ولا فیما
لا یجہر فیہ ولا فیما لا یجہر فیہ ولا فی الرکعتین
الاخریین ام القرآن ولا غیرھا خلف الامام (کتاب
الاثار)

علامہ عینی شارح صحیح بخاری کا فتوے	قال العینی وفی التمہید ثبت عن علی وسعد وزید بن ثابت انہ

قرأۃ مع الامام لا فیما اسر ولا فیما جہر

فتوے ولید بن قیس ابن ابی شیبہ سے	حدثنا الفضل عن الزبیر عن الولید بن قیس قال سألت

سوید ابن غفلۃ اقرءُ خلف الامام فی الظہر والعصر قال لا۔

ثبوت زید بن ثابت ابن ابی شیبہ سے

حدثنا وکیع عن الضحاک ابن عثمان عن عبد اللہ بن یزید عن ابن ثوبان عن زید بن ثابت قال لا تقرءُ خلف الامام لا ان جہر ولا ان خافت۔

سری نمازوں میں بھی قرأت خلف الامام نہیں ہونی چاہیے

اخبرنا اسرائیل عن موسیٰ ابن ابی عائشۃ عن عبد اللہ ابن شداد ابن الہاد قال امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العصر قال فقرء رجلہ فغمزہ الذی یلیہ فلما ان صلی قال لم غمزتنی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد امتک فکرھت ان تقرأ خلفہ فسمعہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال من کان لہ امام فان قرأۃ الامام لہ قرأۃ (موطا)

وروی اللیث ابن سعد عن ابی یوسف عن ابیحنیفۃ
عن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد
عن جابر بن عبد اللہ ان رجلا قرء خلف النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فی الظہر والعصر فاومأ الیہ رجل
فنہاہ فلما انصرف قال اتنہانی ان اقرء خلف النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فتذاکرا ذلک حتی سمع النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من صلی خلف الامام فان قرءۃ الامام لہ قراءۃ
ذکرہ المرتضی الحسینی فی شرح المسند وسندہ صحیح
و ایضا اشار الی ہذا الحدیث ابن الہمام فی فتح القدیر
حیث قال وفی روایۃ لابیحنیفۃ ان ذلک کان
فی الظہر والعصر فاومی الیہ رجل فنہاہ فلما انصرف
قال اتنہانی الخ

وقال العینی فی شرح البخاری اخرج الدارقطنی
عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یکفیک

قراءۃ الامام خافت او جہر

غیر مقلد فرماتے ہیں کہ امام مالک نے مؤطا میں حسب ذیل روایتیں بھی درج کی ہیں ان کا تمہارے پاس کیا جواب اور وہ روایتیں یہ ہیں۔ (۱) مالک عن هشام ابن عروۃ عن ابیه کان یقرأ خلف الامام فیما لا یجهر فیه الامام بالقراءۃ (۲) قال مالک عن یحیی ابن سعید وعن ربیعۃ ابن ربیعۃ ابن ابی ربیعۃ ابن ابی عبد الرحمٰن ان القاسم بن محمد کان یقرء خلف الامام فیما لا یجهر فیه الامام بالقراءۃ۔ (۳) قال مالک عن یزید بن رومان عن نافع ابن جبیر ابن مطعم کان یقرء خلف الامام فیما لا یجهر فیه الامام بالقراءۃ

جواب بتوفیق الله وعونه (۱) اس قسم کی مرویات التابعین کی بنیاد اذا قرء القرآن والی آیت پر ہے (۲) قسم تابعی مخالف نصوص قطعیہ و اخبار صحیحہ حجت نہیں ہو سکتا۔

(۳) امام مالک نے جو قاسم کا فعل روایت کیا ہے وہ معارض ہے ساتھ روایت کی جسکو امام محمد نے موطا میں روایت کیا ہے وہو ہذا حدثنا اسامۃ ابن زید المدنی حدثنا سالم ابن عبد اللہ ابن عمر قال کان ابن عمر لا یقرء خلف الامام قال اے اسامۃ فسالت القاسم ابن محمد عن ذلک فقال ان ترکتہ فقد ترکہ ناس ممن یقتدی بہ من الصحابۃ والتابعین وان قرءت فقد قرء ناس یقتدی بھم وکان القاسم ممن لا یقرء (موطا امام محمد)

(۴) محرم ناسخ مبیح ہے۔

غیر مقلد فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ کہ حضرت عبد اللہ بن عمر سے امام کے پیچھے پڑھنا بھی ثابت ہے لہذا معارضہ ثابت اور حدیث یہ ہے اخرج البیہقی من حدیث الجریری عن ابی الازہری سئل ابن عمر عن القرءۃ خلف الامام فقال انی استحیی من رب ہذہ البنیۃ

ان اصلی صلوٰۃ لا اقرء فیہا بام القراٰن ۱۲

جواب یہہ معارضہ باطل ہے کیونکہ اسکی اسناد منقطع ہے اور ابن عمر سے صحیح عدم وجوب قرأت خلف الامام ہے جیسا کہ امام مالک اپنی مؤطا میں اعلےٰ طریق اسناد سے روایت فرماتے ہیں۔ عن نافع ابن عمر قال اذا صلے احدکم خلف الامام فحسبہ قرأۃ الامام واذا صلے وحدہٗ فلیقرأ قال وکان ابن عمر لا یقرء خلف الامام اور دارقطنی نے اس حدیث کو عبداللہ بن عمر سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ غیر مقلد فرماتے ہیں اسکا رفع وہم ہے جواب یہہ ہے (۱) زیادتی ثقہ کی مقبول ہے اور رفع بھی زیادتی ہے اور ثقہ کبھی تو حدیث کو مرفوعاً روایت کرتا ہے۔ اور کبھی موقوفاً اور کبھی مرسلاً روایت کرتا ہے اور باعث اسکا اختلاف قرائن ومجالس وتبدل اغراض ہوتی ہے

(۲) صحابی کا قول خلاف قیاس مرفوع حکمی کا حکم رکھتا ہے

ان الصحابی اذا اخبر بامر لا مساغ للاجتہاد فیہ فلہ حکم الرفع۔

پس اس تمام تحقیق ماسبق سے روز روشن کیطرح واضح ہوا کہ عبادہ کی حدیث احادیث متواترہ کثیرہ مشہورہ کے مناقض ہے جو کہ تواتر معنوی کی حد کو پہونچ چکی ہیں اور اجماع کی بھی مناقض ہے۔

اور صریح عقل کے بھی مناقض ہے جسکا بیان یہ ہے کہ امام پر مقتدی کی قرادت جہریہ سے قرءت کا ثقیل ہونا اور اس سے منازعہ قرآن بالقرآن لازم آتا ہے اور وہ منہی عنہا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مالی انازع القرآن رواہ مالک والترمذی و غیرھما ایسا ہی مقتدی پر جہر قرادت بر تقدیر قرأت فاتحہ ثقل لازم آیگا۔ خصوصاً جبکہ مقتدی باستماع قرءۃ مع حضور القلب و الالتفات التام مامور ہے اور فرق تحکم محض ہے اور حدیث ناطق بالعبارۃ ہے کہ منع قرءۃ

کی علت ثقل قرأۃ و منازعہ قرآن بالقرآن ہے تو مقتدی
کی قرأت پڑھنے کی تمام صورتوں میں خواہ سرا ہو یا جہرا
علت موجود ہے۔ پس استثنا غیر صحیح ہے اور حدیث
مع الاستثناء موضوع ہے۔

دوسرا جواب عبادہ کی حدیث کا یہہ ہے کہ منع قرأۃ
میں تاخر زمانی ہے لہذا یہہ ناسخ ہے اور عبادہ کی حدیث
منسوخ ہے اور منع قرأت خلف الامام میں تاخر زمانی پر
دلیل یہہ ہے کہ ابی ابن کعب جو فقہائے صحابہ سے
ہیں ان سے مروی ہے لما نزلت ھذہ الآیۃ ترکوا
القراءۃ خلف الامام۔ اور دوسری دلیل حدیث ابو ہریرہ
جسکے اخیر میں آتا ہے فانتھی الناس عن القراءۃ مع
رسول اللہ صلی اللہ علیہ فیما جھر فیہ بالقرأۃ
من الصلوٰۃ حین سمعوا ذلک من رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم (مالک احمد ترمذی ابوداؤد
ابن ماجہ۔ فسائی)

(۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ محرم ناسخ مبیح ہے
(۴) عبادہ کی حدیث باعتبار سند کے ضعیف ہے
قابل احتجاج نہیں کیونکہ اسمیں محمد بن اسحاق ہے اور
وہ مدلس ہے اور شیعہ اور قدری کا اسکو طعن دیا
گیا ہے اور نافع بن محمود مستور الحال ہے ہکذا
فی التقریب۔

بیان رفع الیدین اذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع

دلیل اول از ابو داود	حدثنا عثمان ابن ابی شیبۃ نا

وکیع عن سفیان عن عاصم یعنی ابن کلیب عن
عبد الرحمن بن الاسود عن علقمۃ قال قال عبد اللہ
ابن مسعود رضی اللہ عنہ الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ
علیہ وسلم قال فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ واحدۃ

ایضا حدثنا الحسن بن علی نا معاویۃ و خالد بن عمر ابن سعید و ابو حذیفۃ قالوا حدثنا سفیان باسنادہ بھذا قال فرفع یدیہ فی اول مرۃ و قال بعضھم مرۃ واحدۃ

حدیث عبد اللہ ابن مسعود از ترمذی

ثنا ھناد نا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمۃ قال قال عبد اللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی ولم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ ثم قال الترمذی وفی الباب عن البراء بن عازب وحدیث ابن مسعود حدیث حسن وبہ یقول غیر واحد من اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وھو قول سفیان و اھل الکوفۃ

حدیث عبد اللہ بن مسعود از نسائی

نا محمود بن غیلان المروزی نا وکیع نا سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمۃ عن عبد اللہ

انہ قال الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ واحدۃ۔

حدیث عبد اللہ بن مسعود مصنف ابن ابی شیبہ سے	ثنا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود

عن علقمۃ عن عبد اللہ قال الا اریکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یرفع یدیہ الا مرۃ

حدیث عبد اللہ بن مسعود دار قطنی سے	قال ابو عثمان سعید ابن محمد بن احمد الخیاط وعبد الوہاب بن عیسیٰ بن

ابی حیۃ قال انا اسحٰق بن ابی اسرائیل نا محمد ابن جابر عن حماد عن ابراہیم عن علقمۃ عن عبد اللہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما فلم یرفعوا ایدیہما الا عند تکبیرۃ الاولیٰ فی افتتاح الصلوٰۃ۔

حدیث عبد اللہ بن مسعود از طحاوی	فاخرجہ فی شرح معانی الآثار ولفظہ ھکذا ثنا ابن داؤد ثنا

نعیم بن حماد ثنا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب
عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبد الله
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یرفع یدیہ فی
اول تکبیرة ثم لا یعود۔
حدثنا محمد بن نعمان ثنا یحیی بن یحیی ثنا وکیع عن
سفیان بن کر باسنادہ مثلہ۔ ثنا ابو بکرة ثنا سفیان
عن المغیرة قال قلت لابراہیم حدیث وائل انہ
رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا
افتتح الصلوة واذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع
فقال وائل راہ مرة یفعل ذلک فقد راہ خمسین
مرة لا یفعل ذلک۔ ثنا احمد بن داؤد ثنا مسدد
ثنا خالد بن عبد اللہ ثنا حصین عن عمرو بن مرة
قال دخلت مسجد حضرموت فاذا علقمة بن
وائل یحدث عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کان یرفع یدیہ قبل الرکوع وبعدہ فذکرت ذلک

لابراھیم فغضب قال راٰہ مرۃ ولم یرہ ابن مسعود ولا اصحابہ۔

حدیث عبد اللہ بن مسعود از اصح مسانید امام ابو حنیفہ

قال ابو حنیفۃ ثنا حماد عن ابراھیم عن علقمۃ والاسود عن عبد اللہ بن مسعود ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان لا یرفع یدیہ الا عند افتتاح الصلوۃ ثم لا یعود بشیء من ذالک رواہ ابو حنیفۃ وغیرھم فی مسانیدھم

یہ حدیث صحیح ہے اسکے تمام رجال غیر مجروح ہیں۔ وکیع اور سفیان تو تمام صحاح ستہ کے جامعین کا استاد ہے اور عاصم بن کلیب مسلم بن حجاج قشیری کا صحیح راوی ہے۔ ماسوا انکے اصحاب سنن اربعہ کا بھی راوی ہے اور امام بخاری نے اس سے تعلیقات روایت کی ہیں اور عبد الرحمن بن الاسود صحاح ستہ کا راوی ہے اور طبقہ ثالثہ سے ہی اور علقمہ بن قیس طبقہ ثانیہ سے ہے سوا ابن ماجہ کے سب کا راوی ہے اور عثمان بن ابی شیبہ سوا ترمذی کے سب صحاح

کا راوی ہے اور طبقہ ثالثہ سے ہے اور علقمہ بن قیس طبقہ ثانیہ سے ہے سوا ابن ماجہ کے سب کا راوی ہے اور عثمان ابن ابی شیبہ سوا ترمذی کے سب صحاح ستہ کا راوی ہے اور ہناد بن السری صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا راوی ہے اور محمود بن غیلان صحاح ستہ کا راوی ہے سوائے ابو داؤد کے الغرض حدیث عبد اللہ بن مسعود کے رجال سب ثقہ ہیں اور علے شرط الشیخین ہیں اور حماد بن سلیمان بھی صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا راوی ہے۔ مگر بخاری اپنی صحیح میں اس سے کوئی روایت نہیں لایا۔

غیر مقلد فرماتے ہیں عاصم بن کلیب کی طرف مرجیہ کی نسبت کیگئی ہے لہذا یہ حدیث صحیح نہیں۔

جواب قال صاحب التہذیب لم یثبت ارجاءہ ومن رماہ بہ فاخطأ عن حالہ۔ وقال ابن الھمام صاحب فتح القدیر قد اخرج حدیثہ مسلم فی الھدی یعنے اسکا مرجیہ ہونا ثابت نہیں اور جسنے اسکو مرجیہ ہونیکا طعن دیا

ہے وہ اسکے حال سے جاہل ہے۔ اور ابن ہمام صاحب
فتح القدیر نے کہا کہ مسلم نے عاصم کی حدیث میں ہدی میں
تخراج کی ہے۔
غیر مقلد فرماتے ہیں چونکہ اس حدیث کو ابوداود نے غیر صحیح
کہا ہے لہذا ہم اسکو صحیح نہیں کہتے۔
جواب ابوداؤد کا اسحدیث کو غیر صحیح کہنا کچھہ مضر نہین
جبکہ امام اعظم کے قول سے اسحدیث کی صحت معلوم ہو چکی
مجمع البحار میں محمد طاہر الفتنی نے اس باب میں فرمایا ہے
قال ابن حجر حسنہ الترمذی وصححہ غیرہ کہ
ابن حجر نے کہا کہ ترمذی نے اسحدیث کو حسن کہا ہے اور
ترمذی کے علاوہ دوسروں نے صحیح کہا ہے۔
اس شہادت کے بعد اس امر کا غیر مقلدین کو جاننا
ضروری ہے کہ ترمذی کے حسن کہنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا
کہ یہہ حدیث صحیح نہیں۔ کیونکہ ترمذی نے کتاب العلل
میں تصریح کی ہے وما قلنا حسنا فانما اردنا حسن

اسنادہ عندنا فکل حدیث یروی و لا یکون راویہ متہما
بالکذب و یروی من غیر وجہ نحو ذلک ولا یکون
شاذاً فہو عندنا حسن یعنے وہ جو ہمنے حسن کہا ہے۔
ارادہ ہمارا یہہ ہے کہ اسکا اسناد ہمارے نزدیک حسن ہو
پس ہر حدیث جو مروی ہو اور اسکا راوی متہم بالکذب
نہو اور دیگر طرق سے بھی اسیطرح مروی ہو اور
شاذ نہ ہو تو وہ ہمارے نزدیک حسن ہے۔ غیر مقلد فرماتے
ہیں کہ پھر ابو داؤد کا حدیث ابن مسعود کو غیر صحیح کہنے
کا منشا کیا ہے

جواب ابو داؤد کا منشا یہہ ہے کہ اس حدیث کو ہشیم
اور خالد اور ابن ادریس نے یزید ابن زیاد سے اسنے عبدالرحمن
ابن ابی لیلیٰ سے اور اسنے براء سے روایت کی ہے اور
سوائے شریک کے کسی نے کلمہ ثم لا یعود کو روایت
نہیں کیا۔ غیر مقلد فرماتے ہیں پھر ابو داؤد کے اس منشا
کا تمہارے پاس کیا جواب ہے۔

جواب ابوداؤد کا فرمانا کہ سوائے شریک کے اسکو کسی
نے ثم لا یعود کے ساتھ ذکر نہیں کیا یہ انکی اپنی معلومات
کی بنا پر ہے ورنہ سوائے شریک اور بھی ثم لا یعود کا لفظ
ذکر کرتے ہیں۔ ہم چند شہادتیں درج کردیتے ہیں

(۱) اخرج الاحمد فی مسنده ولفظ هكذا ثنا
هشيم عن يزيد بن ابی زياد عن عبد الرحمن ابن ابی
ليلیٰ عن البراء بن عازب قال كان رسول الله صلى
الله عليه وسلم اذا كبر رفع يديه حتى ترى ابهاميه
قريبا من اُذنيه ثم لا يعود فی تلك الصلوة۔

(۲) اخرج الطحاوی فی شرح معانی الآثار ولفظه
هكذا ثنا ابو بكرة ثنا سفيان ثنا يزيد بن ابی زياد عن
ابی ليلى عن البراء بن عازب قال كان رسول الله
صلى الله عليه وسلم اذا كبر رفع يديه حتى يرى ابهاميه
قريبا من اُذنيه ثم لا يعود فی تلك الصلوة۔

(۳) اخرج الطحاوی فی شرح معانی الآثار ولفظه

هكذا ثنا ابو بكرة ثنا سفيان ثنا يزيد ابن ابى زياد عن ابن ابى ليلى عن البراء ابن عازب قال كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا كبر لافتتاح الصلوة رفع يديه حتى يكون ابهاماه قريبا من شحمتى اذنيه ثم لا يعود

(۳) اخبرنا عبد الرزاق عن ابن عيينة عن يزيد عن عبد الرحمن عن ابن ابى ليلى عن البراء بن عازب قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كبر رفع يديه حتى نرى ابهاميه قريبا من اذنيه ثم لا يعود فيه اى فى تلك الصلوة -

پس ابو داؤد کا ھذا الحدیث لیس بصحیح کہنا المعنی فرمانا اسی بنا پر تھا کہ سوائے شریک کے کسی نے ثم لا یعود کو ذکر نہیں کیا۔ مگر ہماری تحقیق سے آپ کا فرمانا ساقط ہوا دیکھو طحاوی نے لکھا ہے رواہ ھشیم وشریک وجماعة معھما عن یزید باسنادہ -

غیر مقلد فرماتے ہیں چونکہ بخاری و مسلم نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا لہذا یہ حدیث ضعیف ہے

جواب احادیث صحیحہ صحیحین میں منحصر نہیں اور نہ ہی انہوں نے صحاح کا استیعاب کیا ہے۔

دیکھو شیخ عبدالحق مقدمہ مشکوۃ میں اور نووی شرح مسلم میں اور حاکم ابو عبداللہ نیشاپوری مستدرک میں فرماتے ہیں قال البخاری ما اوردت فی کتابی ھذا الا ما صح عندی ولقد ترکت کثیرا من الصحاح وایضا قال مسلم الذی اوردت فی ھذا المسند من صحیح الحدیث ولا اقول ان ما ترکتہ فھو ضعیف (مقدمہ مشکوۃ)

اور فاضل لکھنوی شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں "اجماع علی صحۃ جمیع ما فی کتابھما لان رواتھا منھم قدریون وغیرھم من اھل البدع مختلف فیہ فاین الاجماع علی صحۃ مرویات القدریۃ

والروافض غاية ما يلزم ان احاديثهما اصح من وجه يعني انهما مشتملة على الشروط المعتبرة عند الجمهور وهذا لا يفيد الا الظن القوي هو الحق المتبع

غیر مقلد فرماتے ہیں کہ صحیحین کی مرویات پر عمل میں غیر صحیحین کی مرویات پر مقدم ہیں دیکھو ابن صلاح اور اسکے اتباع فرماتے ہیں ان مرویات الائمة المتاخرين مرجوحة۔

جواب ابن الہمام نے اس باب میں بہت عمدہ تحقیق کی ہے انکی تحقیق یہ ہے ان قولهم بتقديم مرويات البخاري ومسلم على مرويات الائمة الأخرى قول لا يعتد به ولا يقتدى به بل هو من تحكماتهم الصرفة كيف لان الاصحية من تلقاء عدالة الرواة وقوة ضبطهم واذا كان رواة غيرهما عادلين ضابطين بمقابلة الشروط المعتبرة عند اهل العلم فيهما وغيرهما على السواء ولا سبيل للحكم بمزيتهما على غيرهما الا تحكما

والتحکم لا یلتفت الیہ فافہم ومن قال ان مرویات
الصحیحین راجحۃ علی مرویات الائمۃ الباقین
والتحکم لا یلتفت الیہ فافہم ومن قال ان مرویات
الصحیحین راجحۃ علی مرویات الائمۃ المتاخرین
مرجوحۃ لان کون ما فی الصحیحین راجحا علی غیرھما
تحکم محض وتعسف عن السداد کیف لا یکون تحکما
ولم یسلم کثیر من شیوخہما عن غوائل الجرح کما
لم یسلم شیوخ غیرھما سیما فی البخاری رجال
تکلم فیہم فکیف یکون المرویات عن ھذہ الرجال
المختلف فیہم شیوخہما مقدما علی مرویات غیرھا
من جہۃ الاتفاق وھل ھذا الا خبط وعجب منہ مسلم
الثبوت اور اسکی شرح فاضل لکھنوی کی دیکھو یہہ سب
کچھہ اسمیں موجود ہے۔

ترجمہ شیخ ابن الہمام نے فرمایا ہے کہ یہہ کہنا کہ مرویات
(بخا)ری ومسلم اور ائمہ کی مرویات پر مقدم ہیں قول اعتبار

قابل اعتبار نہیں اسکی تابعداری نہیں کی جاتی بلکہ یہ قول
انکا دعوے بلا دلیل ہے کسطرح ایسا نہو کیونکہ صحت حدیث کی
عدالت اور قوت ضبط کے سبب سے ہوتی ہے اور جبکہ اور
کتابوں کے راوی عادل وضابط ہیں انہیں شرطوں کے
مطابق جو اہل علم کے نزدیک معتبر ہیں تو ان دونو میں
اوران کے غیر میں کچھہ فرق نہیں سب برابر ہیں۔ اور انکے
مزیت و فضل کا حکم کرنا غیروں پر محض تحکم اور دعوے
بلا دلیل ہے اور تحکم قابل التفات نہیں فافہم۔
اور جسنے کہا کہ صحیحین کے مرویات باقی ائمہ کے مرویات
پر راجح ہیں پس ان کے قول پر نہ عقل مساعد ہے
نہ نقل اور بہت برا ہے وہ جو ابن اصلاح اور اسکے
اتباع نے کہا کہ ائمہ متاخرین کی مرویات مرجوح ہیں
کیونکہ راجح ہونا صحیحین کی حدیثوں کا غیر پر محض تحکم
اور راہ راست سے بھٹکنا ہے اور کسطرح تسلیم نہو کہ اکثر انکے
شیوخ غوائل جرح سے سالم نہیں جیسے اوروں کے مشائخ

سالم نہیں خصوصا بخاری ہیں وہ لوگ ہیں جنمیں گفتگو
ہے پس کسطرح مرویات ان کے ایسے آدمیوں سے کہ مختلف
فیہ ہیں اور اونکی مرویات پر مقدم ہوں گے بہ جہت
اتفاق نہیں مگر خبط ہے۔

اور امام شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی
بن حجر عسقلانی شرح نخبہ میں فرماتے ہیں فان رجحان
الحدیث یکون من حیث العدالۃ والضبط و
الرجال الذین تکلم فیھم من رجال مسلم اکثر عددا
من رجال الذین تکلم فیھم من رجال البخاری
قال العلوی یعنی الرجال الذی انفرد البخاری
بالاخراج لھم دون مسلم اربع مائۃ وخمسۃ و
ثلثون رجلا والمتکلم فیھم منھم بالضعف نحو
ثمانین رجلا والذی انفرد المسلم باخراج حدیثھم
دون البخاری ستمائۃ وعشرین رجلا والمتکلم
فیھم منھم مائۃ وستون رجلا علی الضعف

دوسری دلیل ترک رفع الیدین پر حدیث جابر بن سمرہ سے	مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں جابر بن

سمرہ سے حدیث لاتے ہیں جسکے لفظ یہ ہیں حدثنا ابو بکر ابن ابی شیبۃ و ابو کریب قالا حدثنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن المسیب بن ابی رافع عن تمیم ابن طرفۃ عن جابر بن سمرۃ قال خرج علینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانہا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوۃ قد وقع ھذا الحدیث فی باب الامر بالسکون فی الصلوۃ والنہی عن الاشارۃ (مسلم)

غیر مقلد فرماتے ہیں کہ یہ رفع الیدین تشہد میں تھی لان عبید اللہ بن القبطیۃ قال جابر ابن السمرۃ یقول کنا خلف النبی صلے اللہ علیہ وسلم قلنا السلام علیکم واشار بیدہ الی الجانبین فقال ما لھؤلاء یومؤن بایدیھم کانہا اذناب

قبیل شمس انما یکفی احدکم ان یضع یدہ علی
فخذہ ثم یسلم علی اخیہ من عن یمینہ ومن
عن شمالہ۔

جواب یہ دو حدیثیں جداگانہ ہیں۔ کئی وجوہ سے
وجہ اول یہ کہ حدیث پہلی میں ہے خرج علینا رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور دوسری حدیث میں
ہے کنا اذا صلینا خلف النبی صلے اللہ علیہ وسلم
وجہ دوسری یہ حدیث اول نہی رفع الیدین پر دلالت
کرتی ہے۔ وجہ تیسری یہ کہ حدیث اول دلالت کرتی
ہے اسپر کہ آنحضرت نے منع فرمایا اس رفع یدین کو جو
نماز کے درمیان تھا۔ اور حدیث دوسری اس امر
پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت نے اس اشارہ کو منع
فرمایا جو وقت سلام کے ہے اور سلام خارج از نماز
ہے۔ چونکہ ان دونوں حدیثوں میں کمال مباثنت ہے
لہذا اسپر عمل ایسے کیا جائے گا۔ جیسا کہ دو مختلف

حدیثوں پر عمل کیا کرتے ہیں پس سلام کے وقت جو اشارہ
کیا جاتا ہے۔ وہ بھی ممنوع ثابت ہوا اور رفع یدین جو
نماز میں ہے وہ بھی ممنوع ثابت ہوئی۔ اب ہم مسند
امام احمد بن حنبل سے جابر بن سمرہ کی مرویات جو اس
باب میں ہیں نقل کیئے دیتے ہیں آپ خود غور فرمالیں کہ یہ
دونوں حدیثیں بوجہ کمال مباینت جداگانہ ہیں یا ایک
(۱) حدثنا عبد الله ابی ثنا یزید انا مسعر عن
عبید الله بن القبطیہ عن جابر بن سمرۃ قال کنا
اذا صلینا وراء رسول الله صلی الله علیہ وسلم قلنا
السلام علیکم بایدینا یمینا وشمالا فقال رسول
الله صلی الله علیہ وسلم ما بال اقوام یرمون بایدیہم
کانہا اذناب الخیل الشمس الا یسکن احدکم
ویشیر بیدہ علی فخذہ ثم یسلم علی صاحبیہ
یمینہ وعن شمالہ (مسند امام احمد جزء ۵ ص ۸۶) و
حدثنا عبد الله حدثنی ابی ثنا وکیع ثنا مسعر

عن عبید اللہ بن القبطیہ عن جابر ابن سمرۃ قال
کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ اشار احدنا الی اخیہ
من عن یمینہ ومن عن شمالہ فلما صلی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال ما بال احدکم یفعل ھذا
کانھا اذناب خیل شمس انما یکفی احدکم او
لا یکفی احدکم ان یقول ھکذا ووضع یمینہ علی
فخذہ واشار باصبعہ یسلم علی اخیہ من عن
یمینہ ومن عن شمالہ (مسند احمد جزء ۵ ص۱۰۷)

(۳) حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا یزید انا مسعر
عن عبید اللہ بن القبطیہ عن جابر بن سمرۃ قال
کنا اذا صلینا وراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قلنا السلام علیکم بایدینا یمیناً وشمالاً فقال
رسول اللہ صلی اللہ ما بال اقوام یرمون بایدیھم
کانھا اذناب الخیل الشمس لا یسکن احدھم
یشیر بیدہ علی فخذہ ثم یسلم علی صاحبیہ عن

عن یمینہ عن شمالہ مسند جہ ص ۹۸

(۴) حدثنا عبد اللہ ثنی ابی ثنا شعبۃ عن سلیمان قال سمعت المسیب بن رافع یحدث عن تمیم بن طرفۃ عن جابر بن سمرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ دخل المسجد فابصر قوما قد رفعوا ایدیہم فقال قد رفعوھا کانہا اذناب الخیل الشمس اسکنوا فی الصلوٰۃ (مسند احمد جہ ص ۹۳)

(۵) حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا یحییٰ بن سعید عن الاعمش عن مسیب بن رافع عن تمیم بن طرفۃ عن جابر بن سمرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل المسجد وہم حلق فقال مالی اراکم عزین ودخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسجد وقد رفعوا ایدیھم فقال قد رفعوھا کانہا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ (مسند احمد جہ ص ۱۰۱)

(۶) حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا ابو معاویۃ

ثنا الاعمش عن مسیب بن رافع عن تمیم بن طرفة
عن جابر بن سمرة قال خرج علینا رسول الله صلی
الله علیہ وسلم ذات یوم فقال مالی اراکم
رافعی ایدیکم کانها اذناب خیل شمس اسکنوا
فی الصلوٰة ثم خرج علینا وقال الا تصفون کما
تصف الملٰئکة عند ربها قال قالوا یا رسول الله
کیف تصف الملٰئکة عند ربها قال یتمون الصفوف
الاولی ویتراصون فی الصف (مسند احمد ج ۵
ص ۱۰۱) مسند میں جابر بن سمرہ کی اس بارے میں اور بھی
حدیثیں ہیں مگر بوجہ طوالت انہیں پر اکتفا کی جاتی ہے
تعجب ہے ان ابنائے زمان پر جو دونوں حدیثوں کو ایک
کہتے ہیں چہ جائیکہ دونوں کی حدیثوں کے مضمون میں
سند میں کمال مباینت واقع ہو رہی ہے کیونکہ مالی
اراکم رافعی ایدیکم سے طلب نفی رفع الیدین مراد
ہے جیسا کہ ما لهذا الرسول یاکل الطعام ویمشی

فی الاسواق سے نفی اکل طعام و عدم مشیت فی الاسواق
مراد ہے۔ اور اگر مثبت پر داخل ہوں کما مر مثالہما
تو مراد طلب منفی ہوتی ہے۔
غیر مقلد فرماتے ہیں تو پھر تم قنوت اور تکبیرات
عیدین میں رفع الیدین کیوں کرتے ہو فما ہو جوابکم
ہو جوابنا۔
جواب جس جماعت سے حضور گھر سے نکلے تھے
نہ ہی وہ جماعت وتر تھی اور نہ ہی نماز عیدین تھی
اسلئے کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں وتروں میں
جماعت مقرر نہ تھی اور اگر عید کی نماز ہوتی تو حضور
خود امام ہوتے پس جماعت اور حضور کی عدم شرکت
جماعت میں اس امر پر قرینہ ہے کہ عیدین کی نماز اس حکم
سے خارج ہے پس معلوم ہوا کہ اسکنوا فی الصلوٰۃ
ترک رفع یدین کی دلیل نہیں بلکہ اسکو بطور قرینہ ذکر
کیا جاتا ہے کہ یہاں ممنوع رفع الیدین فی الصلوٰۃ ہے

نہ کہ اشارہ وقت سلام اور نیز یہہ بھی جان لو کہ آنحضرت
نے صلوٰۃ سے عام یعنی ہر فرد صلوٰۃ کا لیا ہے۔ لیکن
سکون موقع خاص میں ہے کہ وہ ہر رفع و خفض کا
وقت ہے اس تقریر سے اشکال بالامر تقع ہوا۔
غیر مقلد فرماتے ہیں کہ ہماری ان احادیث کا تمہارے
پاس کیا جواب ہے جو بخاری و مسلم و ابن ماجہ و ترمذی
و ابوداؤد وغیرہم میں عبداللہ بن عمر و علی ابن
ابی طالب اور ابو حمید ساعدی وغیرہم کی ہیں۔
جواب وہ سب حدیثیں باعتبار رواۃ متکلم فیہ
ہیں ان سے معارضہ درست نہیں ہم بخاری کے کچھ
طرق لکھے دیتے ہیں (طرق اول) حدثنا مقاتل
ثنا یونس عن الزہری قال اخبرنا سالم ابن عبد
اللہ عن عبد اللہ بن عمر قال رأیت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم اذا قام فی الصلوٰۃ رفع یدیہ
حتی یکونا حذو امنکبیہ وکان یفعل ذالک

حین یکبر للرکوع و یفعل ذالک اذا رفع راسہ
من الرکوع و یقول سمع اللہ لمن حمدہ ولا یفعل
ذالک فی السجود (بخاری مجتبائی ص ۱۰۲)
اسمیں یونس بن ابی یعفور ہے یونس ابن یعفور یخطی
کثیرا ضعفہ احمد و ابن معین تقریب ص ۴۰۶ و ھکذا فی
التھذیب و فی میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۳۹ قال
وکیع یونس سیئ الحفظ و کذا استنکر لہ احمد ابن
حنبل احادیث و قال الاثرم ضعف احمد امر یونس
لہذا بوجہ یونس کے یہ حدیث قابل احتجاج نہیں۔
(طرق ثانی) حدثنا اسحق الواسطی قال حدثنا
خالد بن عبد اللہ عن خالد عن ابی قلابۃ انہ
رأی مالک ابن الحویرث الخ اس سند میں ابو قلابہ
ہے اور وہ ناصبی ہے دیکھو تہذیب التہذیب اور
تقریب کے ص ۱۹۹ و ص ۲۰۰ میں ہے عبد اللہ بن زید
بن عمرو او عامر الجرمی ابو قلابہ بصری ثقۃ فاضل

کثیر الارسال فالعجلی فیہ نصب یسیر، وفی حاشیتہ ابو قلابہ قال الذہبی امام مشہور ثقۃ الا انہ مدلس عمن لحقہ ومن لم یلحقہ اقول معنی التدلیس ھو قولہ عن فلان ولم یسمع منہ۔

(طرق ثالث) حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزہری الخ اسمیں شعیب ابن اسحاق ابن عبد الرحمن رمے بالارجاء۔

(طریق رابع) حدثنا عیاش ابن الولید قال حدثنا عبد الاعلی قال حدثنا عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر الخ اسمیں عبید اللہ ہے اور یہ شیعہ ہے فی التہذیب ھو متشیع علی الاصح وفی التقریب ھو ثقۃ کان تشیع ھو من التاسعۃ

(طریق خامس) باب رفع الیدین فی التکبیرۃ الاولیٰ مع الافتتاح کے ماتحت ہے جسکی سند یہ ہے حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ عن مالک عن ابن شہاب

عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ الخ اسمیں ابن
شہاب ہے اور یہ مدلس ہے مدلس کی معنعن غیر مقبول
ہوتی ہے کما ثبت فی موضعہ قال الذہبی فی المیزان
ص۲۶ حرف المیم محمد بن مسلم الزہری ابن شہاب کان
یدلس۔ یہ حال تو بخاری کے رواۃ کا ہے۔ اب ہم مسلم
کے رواۃ کا آپکو مطالعہ کراتے ہیں۔

(۱) ابن ہمام مسلم اسوا رواۃ بخاری عبد الرزاق
و نصر بن عاصم اور ہشام ابن زیاد ہیں عبد الرزاق
شیعہ ہے فی التہذیب کان یتشیعا و یخفی مذہبہ
وا، فی التقریب فقال عبد الرزاق ابن ہمام ثقۃ حافظ
عمی فی آخر عمرہ فتغیر حفظہ وکان یتشیع اور نصر بن
عاصم خارجی ہے تقریب میں لکھا ہے ثقۃ رمی بالخوارج
من الطبقۃ الثالثۃ وصح رجوعہ۔ لکنہ قال فی التہذیب
لم یصح رجوع نصر ابن عاصم عن الخوارج بل ترکہ
البعض لکونہ خارجیا۔ اور ہشام ابن زیاد کے متعلق

تقریب میں لکھا ہے ہشام ابن زیاد متروک لایقبل روایتہ۔ اور ابن ماجہ اور ترمذی میں ابو عمر ضریر اور نضر بن عاصم اور اسمٰعیل بن عیاش اور سفیان ابن عیینہ اور عبد الرحمٰن بن زیاد ہیں۔ ابو عمر ضریر کے متعلق تقریب ج ۲ ص ۱۵۲ میں ہے تغیر حفظہ فی آخر عمرہ وربما دلس اور نضر بن عاصم اور اسمٰعیل بن عیاش اور سفیان ابن عیینہ اور عبد الرحمٰن بن زیاد ہیں۔ ابو عمر ضریر کے متعلق تقریب ص ۱۵۲ میں ہے تغیر حفظہ فی آخر عمرہ وربما دلس اور نضر بن عاصم کا حال آپکو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ خارجی تھا۔ اور عبد الرحمٰن ابن زیاد کے متعلق ابن حجر نے لکھا ہے تغیر حفظہ لما قام بغداد۔ قال الهیثمی ضعفہ النسائی کذا فی فیض القدیر اور طحاوی نے کہا ہے کہ حدیث عبد الرحمٰن بن زیاد کو محدثین نے مرفوع نہیں کہا اور سفیان بن عیینہ کے متعلق تقریب میں لکھا ہے سفیان بن عیینہ تغیر حفظہ فی آخر عمرہ وربما دلس ص ۱۵۲

اور اسمٰعیل بن عیاش کے متعلق تقریب میں لکھا ہے۔
اسمٰعیل بن عیاش بن سلیم العنسی مخلط
ای ذهب کتبہ عن غیر اهل بلدہ فخلط اور ذہبی
بحث الحرف ص۱۳۳ میں فرماتے ہیں قال ابن خزیمۃ لا
یحتج به وقال (خ) اذا حدث عن اهل بلدہ فصحیح
واذا حدث عن غیرهم ففیه نظر وقال (س) ضعیف
وقال ابن الحبان کثیر الخطاء فی حدیثہ فخرج عن
حد الاحتجاج به اسکے بعد علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ اسکو
موضوع حدیثیں بنانے کی بھی عادت تھی جیسا کہ یہ حدیث
ہے اسمٰعیل بن عیاش عن الاوزاعی عن الزہری عن
سعید بن عمر ابن الخطاب مرفوعا یکون فی ہذہ الامۃ رجل
یقال لہ الولید ہو اشد علی ہذہ الامۃ من فرعون علی
قومہ قال ابن حبان وہذا باطل اھ نیز منکر اور مرسل
حدیثیں کثرت سے لاتا ہے دیکھو میزان الاعتدال۔
غیر مقلد فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس حدیث ابو حمید ساعدی

کی ہے جسکو ابو داؤد نے روایت کیا ہے چونکہ دس صحابہ کے گروہ میں ابو حمید ساعدی نے حدیث بیان کی اور انہیں سے کسی نے بھی انکار نہ کیا تو یہ اجماع سکوتی ہوا

جواب ابو داؤد کی جس حدیث میں ذکر رفع الیدین عند الرکوع ہے۔ اسکی سند میں عبد الحمید بن جعفر ہے۔ ہم اسکی سند بعینہ نقل کر دیتے ہیں۔ حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا یحیٰی بن سعید عن عبد الحمید بن جعفر قال حدثنی محمد بن عطا عن عن ابی حمید الساعدی قال سمعت وھو فی عشرۃ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم احدھم ابو قتادۃ الربعی الخ اس سند میں عبد الحمید بن جعفر ضعیف ہے قال العلماء مطعون فی حدیثہ اگرچہ عبد الحمید بن جعفر رجال مسلم سے ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ ضعیف نہو۔ کیونکہ مسلم کے رجال متکلم فیہ ہیں کما مر تحقیقہ فی موضعہ اگر مسلم کا راوی ہونے کی وجہ سے قابل تسلیم بھی ہو تو یہ حدیث محمد ابن عمرو

ابن عطا کی وجہ سے معلول ہے کیونکہ وہ تو ابو حمید سے
اپنا سماع ثابت کررہے ہیں حالانکہ سماع ثابت نہیں اور
نہ ہی اسنے ابو حمید اور قتادہ؛ مگر صحابیوں کو
دیکھا۔ کیونکہ ولید بن یزید بن عبد الملک کی خلافت
میں فوت ہوا اور ولید کی خلافت ایک سو پچیس ہجری
میں تھی کما قال الطحاوی عن الشعبی وهٰذا قالا
ابن الحمید بن جعفر وهم فیہ ای فی روایۃ عن
محمد بن عمر بن عطا۔

غیر مقلد فرماتے ہیں ہمارے پاس حدیث وائل بن حجر
کی ہے جسکو ابوداود اور نسائی لایا ہے۔

جواب یہ حدیث معارض ہے اس حدیث کے
جسکو طحاوی و اسحٰق بن راہویہ و دارقطنی براء سے اور
حاکم مستدرک میں انس سے اور ابراہیم نخعی عبد اللہ
بن مسعود سے روایت کرتے ہیں انہ لم یکن رای
النبی صلی اللہ علیہ فعل ما ذکرهن رفع الیدین

فی غیر تکبیرۃ الاحرام۔ ہجرت کے نویں سال وائل ایمان لایا
اسکے اور عبداللہ کے اسلام میں بائیس برس کا فرق
ہے۔ غیر مقلد فرماتے ہیں ابراہیم نخعی کی حدیث مرسل
ہے کیونکہ عبداللہ بن مسعود کے دیدار سے مشرف
نہیں ہوئے۔

جواب مرسل تابعی کی اگر صحابی سے ہو تو بالاتفاق
مقبول ہے کیونکہ اُسنے آپ سنا ہو گا۔ یا دوسرے
صحابی سے سنا ہو گا والصحابۃ کلھم عدول
اگر غیر صحابی سے مرسل ہو تو وہ بھی امام مالک اور
احمد اور ابو حنیفہ اور صاحبین کے نزدیک مطلقا مقبول
ہے حالانکہ حدیث ما نحن فیہا کے متعلق طحاوی شرح
معانی الآثار میں فرماتے ہیں فان قالوا ما ذکرتموہ
عن ابراھیم عن عبد اللہ غیر متصل قیل لھم
ان ابراھیم کان اذا ارسل عن عبد اللہ لا یعد
صحتہ عندہ بعد التعدد روایات عن عبد اللہ وشہرتھا

حسنہ۔

غیر مقلد فرماتے ہیں ہمارے پاس ابن ماجہ وغیرہ کی
حدیث علی رضہ ہے جس سے ہم تمسک کرتے ہیں۔
جواب اسکی سند میں عبداللہ بن زیاد ہے جسکے
متعلق تقریب میں لکھا ہے وہو متروک اتہمہ بالکذب
ابوداؤد وغیرہ ۱۲ دیکھو تقریب

غیر مقلد فرماتے ہیں حضرت ابن عمر رسول اللہ کی مواظبت
ثابت کرتے ہیں دیکھو فمازالت تلک صلوتہ حتے لقی اللہ
عزوجل

جواب بیہقی اس زیادتی میں متفرد ہے یہ تفرد شذوذ
وانکار پر دال ہے اگر اسکو تسلیم کیا جائے تو وجوب
ثابت ہوا اور مذہب وجوب مردود ہے اگر ابن عمر کا
یہ قول ہوتا تو وہ خود بھی مواظبت کرتے حالانکہ طحاوی
میں حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر کے پیچھے
نماز پڑھی مگر اونہوں نے رفع یدین نہ کی پس معلوم ہوا

کہ اس تفرد کو کوئی بشر قبول نہیں کرتا۔

فی بیان طریق ترجیح الحنفیۃ

(۱) ان المحرم والمبیح اذا اجتمعا المحرم (فائدہ) من ترک المبیح لا یستحق العذاب بخلاف المحرم فالاحتیاط فیہ بنظر الامعان۔

(۲) قد روی ابوبکر بن عیاش عن مجاھد قال صلیت خلف ابن عمر سنین وفی روایۃ عشر سنین فلم یرفع یدیہ الا فی التکبیرۃ الاولی فھٰذا اسناد صحیح وقد تقرر فی الاصول ان الصحابی اذا خالف مرویہ فی العمل بعد روایتہ لہ فانہ یدل علی نسخہ۔ ان قیل قال القسطلانی فی شرح البخاری ان ابابکر بن عیاش ضعیف قلت القول بضعفہ ضعیف لانہ قد وثقہ البخاری والمسلم

وخرجا احادیثہ وخرج لہ اصحاب السنن الاربعۃ کیف وقد اثنی علیہ الحافظ وقد کان الثوری وابن المبارک ابن مھدی یثنون علیہ وقال احمد بن حنبل ھو صدوق وقال یحیی ابن معین ھو ثقۃ۔

تنبیہ عن عبد اللہ ابن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال استقرئوا القرآن من اربعۃ من عبد اللہ بن مسعود وسالم مولی ابی حذیفۃ وابی بن کعب ومعاذ بن جبل متفق علیہ مشکوۃ مجتبائی صـ ۵۷۱

وفی الترمذی عن معاذ بن جبل لما حضرہ الموت قال التمسوا العلم عند اربعۃ عند عویمر ابی الدرداء وعند سلمان وعند ابن مسعود و عند عبد اللہ بن سلام الذی کان یہودیا فاسلم فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول

عاشر عشرۃ فی الجنۃ (مشکوٰۃ مجتبائی) ص

ان دو حدیثوں سے معلوم ہوا کہ بعض صحابہ سے علم دین سیکھنے کا حکم ثابت ہے انہیں سے حضرت عبداللہ بن مسعود بھی ہیں لہذا ہماری پیش کردہ حدیث کے راوی بروایت ثقہ حضرت عبداللہ بن مسعود ہیں لہذا اس مسئلہ میں ہم انکے مطیع ثابت ہوئے فالحمد للہ علی ذٰلک

هٰذَا الْبَيَانُ فِيْ اِخْفَاءِ التَّآمِيْن

خفیہ آمین کہنے کا قرآن سے ثبوت (۱) اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝

(۲) اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ؕ

(۳) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً

(۴) قَالَ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا (یونس)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ دعا میں اصل اخفاء ہے اور آمین بھی دعا ہے۔ اور آمین کے دعا ہونے پر دلائل یہہ ہیں (۱) قال البخاری فی صحیحہ قال عطا امین دعاء (۲) فی الجلالین دعا علیہم وامن هارون علی دعائہ قال قد اجیبت دعوتکما

ان دو تفسیروں سے معلوم ہوا کہ آمین دعا ہے اور تفسیر عبد اللہ بن عباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اہل کتاب سے منقول نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام نے صحابہ کو اہل کتاب سے تصدیق سے منع فرمایا تھا

آمین حسب ذیل معنوں میں مستعمل ہے

بمعنے افعل فی المدارک عن ابن عباس رض سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن معنی امین فقال افعل

(۲) بمعنے استجب فی المعالم تحت قولہ آمین معناہ اللھم استجب۔ وفی تفسیر روح البیان تحت قولہ اجیبت دعوتکما والتامین دعاء لانہ معنے استجب۔

(۳) بمعنے کذٰلک یکون فی المعالم تحت قولہ آمین قال ابن عباس وقتادہ معناہ کذٰلک یکون

(۴) بمعنے اسم خدا فی القسطلانی ومعناہ عند الجمھور اللھم استجب وقیل ھو اسم من اسماء اللّٰہ تعالی رواہ عبد الرزاق عن ابیھریرہ باسناد ضعیف وانکرہ جماعۃ الخ وھکذا قال القاری فی شرح المؤطا۔

(۵) بمعنے اسمع فی تفسیر المظہری قال البغوی قال ابن عباس آمین معناہ اسمع واستجب۔

غیر مقلد شبہ فرماتے ہیں کہ آمین بمعنے کذٰلک یکون ہے یا بمعنے خاتم دعا ہے۔ اور خاتم دعا دمختار دعا ہوا

کرلی ہے۔ اور آمین تو جب بمعنے کذٰلک یکون لیا جاوے
تو بمعنے چنیں باشد (ایسا ہوگا) ہونگے۔ تو یہ دعا نہیں
اور آمین کے خاتم دعا ہونے پر دلیل یہ ہے عن ابی
زھیر النمیری قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ذات لیلۃ فاتینا علی رجل قد الح فی المسألۃ
فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوجب ان ختم فقال
رجل من القوم بای شیء یختم قال بآمین (رواہ
ابوداؤد مشکوٰۃ مجتبائی)

جواب اسمائے افعال دو قسم کے ہیں (۱) بمعنے ماضی
(۲) بمعنے امر دیکھو شرح جامی۔ اسمائے افعال بمعنے
مضارع کبھی نہیں آتے۔ پس کذٰلک یکون یا تو بمعنے
ماضی ہے اور یا بمعنے امر بمعنے ماضی تو ہے نہیں کیونکہ
اس صورت میں کذٰلک یکون کے معنے ہمچناں بود کے
مراد نہیں ہوسکتا۔ پس بمعنے امر ہوا جسکے ہمچناں باد ہے
اور ان معنے کی تائید مجمع البحار سے ہوتی ہے وفی مجمع العمال

معناہ استجب لی او کذالک فلیکن اور نیز صراح میں لکھا ہے آمین مے الدعا را اجابت کن و چنیں باد" دیکھو صراح و غیاث. میرے بھائیو اسم فعل ہے بمعنے مضارع استقبالی کب آتا ہے. اور معنے دعا سے مغائر تو کسی نے نہیں لکھا اور خاتم دعا نفس دعا کے مغائر کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ خاتم سے انگشتری مراد نہیں بلکہ مایختم بہ الشیٔ مراد ہے اور مایختم بہ الشیٔ جنس شے سے الگ نہیں ہوتی. پس ثابت ہوا آمین دعا ہے کیونکہ خاتم دعا جنس دعا سے ہے. ہم اسپر چند شہادتیں پیش کرتے ہیں (۱) عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث رجلا علی سریۃ وکان یقرأ لاصحابہ فی صلوتہم یختم بقل ھو اللہ الخ دیکھو قل ھو اللہ اسکی قرأت میں شامل تھی. (۲) قال اللہ تعالیٰ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم زمرۂ انبیا میں داخل ہیں (۳) عن ابن عباس قال

نزل ملك فقال ابشر بنورين اوتيتهما لم يوتهما
نبی قبلك فاتحة الكتاب وخواتيم سورة البقرة
(بیضاوی) دیکھو آیات امن الرسول سورہ بقر
میں داخل ہیں مغائر نہیں پس خاتم وفا کو جنس دعا
سے علیحدہ قرار دینا قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔
غیر مقلد فرماتے ہیں۔ آمین خدا کے ناموں میں سے
ایک نام ہے جیسا کہ عبد الرزاق ابو ہریرہ سے روایت
کرتے ہیں دیکھو قسطلانی وغیرہ نے صاف کہدیا ہے
کہ آمین بمعنے اسم خدا قول ضعیف ہے قد انکرلہ
جماعۃ اگر اس قول ضعیفہ کو مان بھی لیا جائے تو اسوقت
ہمارا استدلال واذکر ربك فی نفسك تضرعا
وخیفۃ سے ہوگا۔ اگر وجوب نہ بھی ثابت ہو تو کم از کم مندوب
ہونا تو ضرور ثابت ہوگا اور دوسرا بخاری کی حدیث
ہماری تائید بالصراحت فرمارہی ہے وھو ھذا عن
ابی موسی الاشعری انھم کانوا فی غزاۃ فاشرفوا

علے واد فجعلوا یکبرون ویھللون ۱۱ فعی اصواتھم
فقال علیہ السلام اربعوا علے انفسکم انکم لا تدعون
اصم ولا غائبا انکم تدعون سمیعا قریبا وانہ
معکم تفسیر کبیر و بخاری غزوہ خیبر

حضرات! جب مسئلہ قرآن سے ثابت ہو جائے
تو حدیث کی حاجت نہیں رہتی مگر ہم دو حدیثیں
لکھے دیتے ہیں تاکہ حجت تامہ ہو جائے (۱) ابوبکر بن
ابی شیبہ جو کہ بخاری و مسلم کا استاد ہے۔ اپنی مصنف
میں قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا
قرء ولا الضالین فقال آمین فخفض بھا صوتہ
(۲) اخرج احمد وابو یعلے والطبرانی والدار قطنی
والحاکم بطریق شعبۃ عن سلمۃ بن کھیل عن حجر
ابی العنبس عن علقمۃ ابن وائل عن ابیہ انہ
صلے مع رسول اللہ فلما بلغ غیر المغضوب علیھم ولا
الضالین قال آمین واخفی بھا صوتہ وفی لفظ

الحاکم حفص بھا صوتہ وقال صحیح الاسناد ولم یخرجہ
ھکذا قال المحقق ابن الھمام والعینی

حدیث اول اگرچہ بوجہ سفیان قابل احتجاج نہیں
کیونکہ سفیان مدلس ہے اور حدیث معنعن مدلس
غیر محتج بہ ہوتی ہے اتفاقاً کما صرح بہ النووی و
اتفقوا علی ان المدلس لا یحتج بعنعنۃ

اور اگر سفیان بن عیینہ ہو تو بھی قابل احتجاج نہیں بلکہ
مختلط ہے۔ کما فی التقریب ہمنے اس حدیث کو اسلیئے پیش کیا
ہے کہ ہمارے مخالف جب حدیث سفیان کو ابوداؤد و
ترمذی سے فقط مد بھا صوتہ سے دلیل پکڑتے ہیں
تو ہمارا حق بھی معارضہ کا ہے۔ گو یہ حدیث ہمارے نزدیک
ضعیف ہے مگر ہمارے مخالفوں کے نزدیک تو یہ صحیح
قابل احتجاج ہے تو ایسے صورت میں ہم حدیث مخالف
جہر کو اپنے حق میں ضعیف نہیں لینگے کیونکہ ہمارے
نزدیک اخفا ثابت ہے نہ جہر بلکہ مؤید بالقرآن ہونے کی

حیثیت سے مانینگے۔

غیر مقلد فرماتے ہیں شعبہ کی حدیث پر ترمذی نے امام بخاری سے اعتراض نقل کیا ہے وہو ہذا قال ابو عیسےٰ سمعت محمدا یقول حدیث سفیان اصح من حدیث شعبۃ فی ھذا واخطأ شعبۃ فی مواضع من ھذا الحدیث فقال عن حجر ابی العنبس عن وائل بن حجر وقال خفض بہا صوتہ وانما ھو مد بہا صوتہ۔

جواب امام بخاری نے سفیان کی حدیث کو معیار بنایا حالانکہ حدیث سفیان ضعیف ہے۔ لہذا اسرے سے یہ حدیث قابل معیار ہی نہیں (۲) بخاری نے اصح بصیغہ اسم تفضیل فرمایا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حدیث شعبہ ضعیف ہے۔ کیونکہ اسم تفضیل منافی صحت نہیں یہ جائیکہ حاکم نے بھی حکم صحت کیا ہے۔ دیکھو عینی شرح بخاری۔

(۳) ایک شخص کی دو کنیتیں محال نہیں بلکہ واقع ہوئی

ہیں اور عینی نے شرح صحیح بخاری میں ثابت کیا ہے
کہ بہت سے محدثین نے بتلایا ہے کہ ابو العنبس کنیت
ابن العنبس کی ہے جیسا کہ ابو داود کی حدیث دوم
میں سفیان نے اپنی روایت میں ابو العنبس کہا ہے اور
نیز دارمی میں بھی ابو العنبس ہی ہے

(۴۹) شعبہ نے علقمہ کے ذکر کرنے میں خطا نہیں کی کیونکہ
شعبہ ثقہ حافظ متقن ہے اور امیر المومنین فی الحدیث
ہے دیکھو تقریب اور زیادتی ثقہ کی معتبر ہے دیکھو
شرح نخبہ چونکہ سفیان مدلس ہے اور مدلس جیسا شیخ
کو ساقط کرتا ہے ویسا ہی مافوق شیخ کو بھی ساقط
کرتا ہے تو جائز ہے کہ سفیان نے بوجہ مدلس ہونے کے
اپنے مافوق شیخ کو ساقط کیا ہو لہذا عن کے ساتھ روایت
کی۔

(۵۱) خصم بہا صوتہ کو خطا کہنا مصادرہ علی المطلوب
ہے یعنے دعوے کو دلیل شمار کر لیتا ہے۔ کیونکہ دلیل ذکر

نہیں فرمائی۔ حالانکہ مصنف ابن ابی شیبہ سے خفض بہا صوتہ کی تائید ہو چکی ہے۔ یہ سب تقریر حاشیہ نسائی المجتبائی جلد اول ص۱۴۶ پر ہے۔

اب ہم غیر مقلدین کی احادیث صحاح سے نقل کرتے ہیں

ترمذی حدثنا بندار حدثنا یحییٰ ابن سعید و عبد الرحمن بن مهدی قالا نا سفیان عن سلمۃ بن کہیل عن حجر ابن عنبس عن وائل بن حجر قال سمعت النبی صلے اللہ علیہ وسلم الخ

اسکی سند میں سفیان ثوری ہے فی التقریب سفیان ثقۃ حافظ فقیہ عابد امام حجۃ وکان ربما دلس اگر سفیان بن عیینہ ہو تو وہ بھی مدلس ہے بلکہ مختلط ہے کما فی التقریب لہذا یہ حدیث قابل احتجاج نہیں

غیر مقلد فرماتے ہیں چونکہ ترمذی نے کہا ہے هذا حدیث حسن لہذا یہ حدیث صحیح ہے۔

جواب ہم کب کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں بلکہ باوجود

صحت یہ حدیث قابل احتجاج نہیں کیونکہ مدلس کی معنعن بالاتفاق قابل احتجاج نہیں ہوتی۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تدلیس منافی صحت و حسن ہوتی ہے اور ترمذی کا اس حدیث کو حسن کہنا اس امر کو ثابت نہیں کرتا کہ یہ حدیث قابل احتجاج ہے فافہم۔

ابوداود وغیرہ حدثنا محمد بن کثیر انا سفیان عن حجر ابن العنبس الحضرمی عن وائل بن حجر الخ

یہ حدیث بھی قابل احتجاج نہیں اسمیں ایک تو سفیان ثوری مدلس ہے اور دوسرا محمد بن کثیر ہے جسکی وجہ سے یہ حدیث سرے ہی سے ضعیف ہے بلکہ مردود ہے۔ کیونکہ تقریب میں ہے۔ محمد بن کثیر فی المیزان ج ۲ صفحہ ۳۸۴ محمد بن کثیر لیس بثقۃ کثیر الغلط من صغار التاسعۃ اور کثیر الغلط مردود ہوا کرتی ہے۔ دیکھو نخبہ میں ہے ثم المردود ان یکون لکذب الراوی او تہمتہ بذلک او فحش غلطہ ۱۲۔

داؤد ۲ | حدثنا مخلد بن خالد الشعيری نا ابن نمير نا علاء بن صالح عن سلمة بن کهيل الخ اسميں علاء بن صالح صاحب اوہام ہے فی التقريب العلاء بن صالح التيمی او الاسدی الکوفی صدوق له اوهام من السابعة۔

ابوداؤد ۳ | حدثنا نصر بن علی انا صفوان ابن عيسیٰ عن بشر ابن رافع عن ابی عبد الله ابن عم ابی هريرة عن ابی هريرة الخ اسميں بشر بن رافع ہے فی التقريب بشر ابن رافع ضعيف الحديث۔

ترمذی | حدثنا ابو بکر محمد بن ابان حدثنا عبد الله بن علاء ابن صالح الاسدی عن سلمة بن کهيل عن حجر بن عنبس الخ اسميں علاء ابن صالح صاحب اوہام ہے کما مر۔

دارمی | اخبرنا عبد الحميد ابن محمد ثنا يونس ابن ابی اسحاق عن ابيه الخ و اخبرنا قتيبة ثنا ابو الاحوص

عن ابی اسحاق عن عبد الجبار بن وائل عن ابیہ الخ
اسمیں ابو اسحاق مختلط ہے اور یونس وہمی ہے فی
التقریب یونس ابی اسحٰق السبیعی الکوفی صدوق
یہم قلیلا ابو اسحاق اختلط باٰخرہ وایضا قال النووی
فمن المختلطین عطاء ابن السائب وابو اسحٰق السبیعی
وسعید الجریری وسعید بن عروبۃ وعبد الرحمن ابن
عبد اللہ المسعودی وربیعۃ استاذ مالک وصالح
مولی التوامہ وحصین بن عبد الوہاب الکوفی
وسفیان ابن عیینۃ۔ اور مختلط کی حدیث قبل از
اختلاط مقبول ہے اما بعد اختلاط یا آنکہ معلوم نہو کہ
بعد اختلاط ہے یا قبل از اختلاط مردود ہے۔

نسائی	اخبرنا محمد ابن عبید اللہ بن عبد الحکم

ثنا شعیب ثنا اللیث بن سعد عن خالد بن یزید
عن سعید ابن ابی ہلال عن نعیم المجمر الخ
اسمیں ابو ہلال بصری ہے جسکا نام محمد بن سلیم ہے۔ فی التقریب

محمد ابن سلیم ابو ھلال البصری صدوق فیہ لین
وفی شرح النخبۃ حدیث لین الحدیث غیر محتج۔
| ابن ماجہ | حدثنا محمد بن بشار حدثنا صفوان بن
عیسٰی حدثنا بشر ابن رافع عن ابی عبد اللہ بن
عم ابی ھریرۃ الخ
اسمیں محمد بن بشار ضعیف ہے کما مرَّ ذکرہٗ
| ابن ماجہ | حدثنا عثمان ابن ابی شیبۃ ثنا حمید
بن عبد الرحمٰن ثنا ابن ابی لیلٰی عن سلمۃ کھیل عن
حجیۃ ابن عدی الخ اسمیں ابن ابی لیلٰے راوی سیٔ الحفظ
ہے اور حجیۃ ابن عدی مخطی ہے فی التقریب محمد بن
عبد الرحمٰن ابن ابی لیلی سیٔ الحفظ جدا من السابعۃ
وقال احمد بن حنبل ابن ابی لیلٰے لایحتج بہ ھکذا
فی الترمذی۔ سوء الحفظ جدا کی حدیث مردود
ہوتی ہے فی النخبۃ ثم الطعن اما ان یکون بکذب
الراوی او تھمتہ بذٰلک او فحش غلطہ او غفلتہ

او فسقه او وهمه او جهالته او بدعته او سوء حفظه
وفی التقریب جحیۃ بن عدی یخطی ومن الثالثۃ۔
ابن ماجہ حدثنا اسحٰق ابن منصور انا عبد الصمد بن
عبد الوارث ثنا حماد ابن سلمۃ ثنا سہیل ابن ابی صالح
عن ابیہ عن عائشۃ الخ اسمیں حماد بن سلمہ اور سہیل ابن
ابی صالح ہیں فی التقریب حماد بن سلمۃ تغیر حفظہ
باخرہ وایضاً فی التقریب سہیل بن ابی صالح
تغیر حفظہ باخرہ۔

قال الترمذی وھکذا تکلم بعض اھل الحدیث
فی سہل ابن ابی صالح ومحمد بن اسحٰق وحماد ابن سلمۃ
ومحمد بن عجلان واشباہ ھؤلاء من الائمۃ انما تکلموا
فیہم من قبل حفظہم فی بعض ما رووا

یہ حال ہے غیر مقلدین کی احادیث کا جنکی بنا پر ہمیں
خلاف سنت کہتے ہیں حالانکہ قرآن ہمارا موید ہے۔
فائدہ حضور نے کسیکو آمین بالجہر کو حکم نہیں دیا۔

اور حضور علیہ السلام کی پس پشت حضور علیہ السلام کے عین حیات کسی صحابی نے حالت نماز میں آمین بالجہر نہیں کہی اور نہ ہی کوئی غیر مقلد ثابت کر سکتا ہے اگر کسی صاحب کے پاس کوئی حدیث ہے تو وہ صاحب مجھ کو اطلاع بخشیں۔ آئندہ مخالفت نہ کرونگا اور اگر کوئی حدیث نہ ملے تو خدا کی لیے آپ بھی ضد کو خیرباد کہدیں۔

سنت وضع الیدین تحت السرہ کا ثبوت

قال ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ حدثنا وکیع عن موسیٰ ابن عمیر عن علقمہ ابن وائل ابن حجر عن ابیہ

قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ
علی شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ۔ یہ حدیث
صحیح علی شرط مسلم ہے کیونکہ وکیع راوی ہے
بخاری کا دیکھو اسکی حدیث رفع الیدین میں لاتے
ہیں اور مسلم کا بھی راوی ہے اور موسے ابن عمیر
تمیمی عنبری کوفی ثقہ ہے ہکذا فی التقریب شیخ
قاسم قطلوبغا حنفی تخریج احادیث الاختیار میں
اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں ھذا
سند جید اور نیز مسلم نے باب وضع یدہ الیمنے علی
الیسرے میں علقمہ کی روایت اسکے باپ وائل
بن حجر سے نکالی ہے۔ غیر مقلد فرماتے ہیں یہ
حدیث مجروح ہے قال ابو عیسیٰ سالت البخاری
ھل سمع علقمۃ عن ابیہ قال ولد علقمۃ بعد
موت ابیہ بستۃ اشہر ۱۲۔ (علل کبیر)

جواب یہ جرح ابو عیسے ترمذی کی ہمارے نزدیک صحیح نہیں

کیونکہ ابو عیسےٰ باب ماجاء فی المرءۃ اذا استکرھت علی الزنا
میں ایک حدیث لائے ہیں جسمیں علقمہ بن وائل عن ابیہ واقع
ہے اسکے تحت میں فرماتے ہیں ہذا الحدیث حسن غریب صحیح
و علقمۃ بن وائل ابن حجر سمع عن ابیہ وھو اکبر
من عبد الجبار ابن وائل لم یسمع من ابیہ۔
غیر مقلد شبہ وارد کرتے ہیں کہ یہ حدیث وائل بن حجر کی
اس حدیث کے معارض ہے جو ابن خزیمہ اپنی صحیح میں لایا ہے
قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووضع
یدہ الیمنی علی یدہ الیسریٰ علی صدرہ۔
جواب یہ حدیث معارض نہیں بلکہ آنحضرت کے فعل
کی حکایت ہے اور حکایت محکی عنہ کے تابع ہوتی ہے
ور محکی عنہ حکایت کا تابع نہیں ہوتا۔ اس سے اتنا
ثابت ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے وضع علے
الصدر واقع ہوا ہے۔ اور یہ وضع تحت السرہ کی
سنیت کو مضر نہیں اگر حضور ایکدفعہ اسکو ترک کرتے

تو یہ واجب ہو جاتا مگر حضور نے ایکدفعہ وضع تحت السر
کو چھوڑ کر اس بوجھ کو امت مرحومہ سے رفع فر
ہاں ہم اگر وجوب کے قائل ہوتے تو البتہ ابن خزیمہ
کی حدیث ہم پر حجت ہوتی۔

اب ہم حضرت علی اور حضرت ابوہریرہ کا فتوےٰ
نقل کرتے ہیں ابو داؤد نسخہ ابن الاعرابی جلد اول
میں ہے عن ابی جحیفۃ رضہ ان علیاً قال من السنۃ
وضع الاکف علی الکف فی الصلوۃ تحت السرۃ
عن ابی وائل قال قال ابوھریرۃ رضہ اخذ الکف
علی الاکف فی الصلوۃ تحت السرۃ ان دونوں حدیثوں
کی دلالت مطلوب پر ظاہر ہے۔

مسئلہ ہیئت قعدہ اخیرہ

قعدہ اخیرہ میں اسطرح بیٹھیں جیسے قعدہ اولےٰ
میں بیٹھتے ہیں۔ مسلم مجتبائی ج ا ۱۹۴ میں ہے
عن عائشۃ فی حدیث طویل کان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم یقول فی کل رکعتین التحیۃ وکان یفترش رجلہ الیسرٰی وینصب رجلہ الیسریٰ ترمذی میں ہے عن وائل ابن حجرؓ قال قدمت المدینۃ المتشہد فترش رجلہ الیسرٰی ووضع یدہ الیسرٰی یعنی علی فخذہ الیسرٰی ونصب رجلہ الیمنی قال ابو عیسٰی ہذا حدیث حسن صحیح والعمل علیہ عند اکثر اہل العلم۔ نسائی ج اول ص ۱۷۳ میں ہے عن عبد اللہ ہو ابن عبد اللہ بن عمر عن ابیہ قال من سنۃ الصلوٰۃ ان تنصب القدم واستقبالہ باصابعہ القبلۃ والجلوس علی الیسرٰی

پہلی اور تیسری رکعت سے جب اُٹھنے لگے سیدھا کھڑا ہو جائے بیٹھے نہیں

ترمذی ص ۳۹ میں ہے عن ابی ہریرۃؓ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینہض فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیہ

قال ابو عیسے حدیث ابی هریرة علیه العمل عند اهل العلم۔

مسئلہ قضاء سنت فجر بعد طلوع آفتاب

ترمذی ج اص ۵۷ عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلهما بعد ما تطلع الشمس ۔ مسئلہ وتر تین رکعت ہیں ایک سلام کے ساتھ اور اسمیں دو قعدے ہیں اور قنوت قبل الرکوع ہے اور تکبیر قنوت کے ساتھ رفع یدین ہے نسائی ج ا ص ۲۴۸ عن ابی بن کعب قال کان رسول الله صلے الله علیه وسلم یقرأ فی الوتر بسبح اسم ربك الاعلی وفی الرکعة الثانیة بقل یا ایها الکافرون وفی الثالثة بقل هو الله احد و لا یسلم الا فی آخرهن الخ عن ابی ابن کعب ان رسول الله صلے الله علیه وسلم کان یوتر بثلاث رکعات

وغیر ویقنت قبل الرکوع۔ عن سعید بن ھشام ان
عائشۃ حدثتہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کان لا یسلم فی رکعتی الوتر مسلم مجتبائی ج ا
۱۹۴ عن عائشۃ فی حدیث طویل کان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی کل رکعتین التحیۃ
خرج البیھقی وغیرہ عن ابن عمر وابن مسعود
رفع الیدین مع التکبیر فی القنوت ۱۲ عمدۃ
الرعایۃ عبد الحی ص ۱۹۹ مطبع اصح المطابع مجموعہ
احادیث سے مطلوب واضح ہے مسئلہ صبح کی نماز میں
قنوت نہ پڑھا جائے مشکوۃ جلد ا ص ۱۱۴ میں ہے عن
ابی مالک الاشجعی قال قلت لابی یا ابت انک
قد صلیت خلف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
وابی بکر وعمر وعثمان وعلی ھھنا بالکوفۃ نحو
من خمسین کانوا یقنتون قال ای بنی محدث رواہ
الترمذی والنسائی وابن ماجۃ قال الحافظ ابو جعفر

الطحاوی انما الایقنت عندنا فی صلوۃ الفجر من
غیر بلیۃ فان وقعت فتنۃ او بلیۃ فلا باس بہ ۱۲
کبیرے شرح منیۃ المصلے

بحث عقاید شیعہ

خلفائے ثلاثہ کی خلافت اور انکا مومن وصالح ہونا
قرآن سے ثابت ہے حسب ذیل دلائل ہیں (۱)
وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی
لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ
لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (سورہ نور)
اس آیت میں تینوں خلفا کے مومن وصالح وخلیفہ

ر حق ہونے پر قطعی اور واضح دلیل ہے منکم ضمیر حاضر
ی اس امر پر دال ہے کہ جو لوگ وقت نزول آیت موجود تھے
ن سے یہ تینوں وعدے ہیں۔ زمانہ مابعد کا کوئی شخص
س آیت کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ اور وعدے تین ہیں
ستخلاف فی الارض۔ تمکین دین۔ تبدیل خوف۔ جنکو
یہ تینوں نعمتیں ملیں وہی اس آیت کا مصداق ہیں
کوئی اور۔ اور زمانہ نزول آیت کے لوگوں میں سے
رف خلفاء ثلثہ ہی کو یہ نعمتیں ملیں نہ کسی غیر کو اور تعا
سلمہ فریقین اسیر شاہد ہیں۔ بموجب عقاید شیعہ
ضرت علی کو صرف خلافت کی نعمت ملی تھی تمکین دین او
بدیل خوف کی نعمت بالکل حاصل نہ تھی۔ کیونکہ حضرت
لی کا افواج شام سے تمام عمر مقابلہ رہا اور وہ بموجب
شیعہ کافر تھے لہذا کافروں کا خوف ثابت ہوا اور تمکین دین کی بھی نعمت حاصل
کیونکہ بموجب عقاید شیعہ حضرت علی کا دین جدا تھا مگر بطور تقیہ حضرات
ثلثہ کا اعتقاد رکھتے تھے کیونکہ آپنے تمام عمر ثلثہ کے اعتقاد پر عمل رکھا

پس ثابت ہوا کہ حضرت علی کو برائے نام خلافت کے سوا باقی دو نعمتیں بالکل نہ ملی تھیں اور خلفائے ثلاثہ کو یہ سب نعمتیں حاصل ہوئیں، لہذا وہ اس آیت کے موعود خلفا اور مومن صالح ہیں۔

(۲) مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ۔

(۳) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

(۴) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ

هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ
انفال آخر دیکھو خداوند کریم مہاجرین و مجاہدین فی
سبیل اللہ کو یقینی مومن فرما رہا ہے اور حضرات خلفا
ثلثہ مہاجر و مجاہد فی سبیل اللہ ہیں

(۵) لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ
تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ
عَلَيْهِمْ - فتح

(۶) وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ
الْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ
اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ
الْعَظِيْمُ - توبہ

(۷) لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَ
الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ
بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ

اِنَّہٗ بِہِمۡ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ؕ توبہ

(۸) اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ ہَاجَرُوۡا وَ جٰہَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ بِاَمۡوَالِہِمۡ وَ اَنۡفُسِہِمۡ ۙ اَعۡظَمُ دَرَجَۃً عِنۡدَ اللّٰہِ ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ۔ توبہ

(۹) وَ لَقَدۡ کَتَبۡنَا فِی الزَّبُوۡرِ اَنَّ الۡاَرۡضَ یَرِثُہَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوۡنَ ۔ انبیاء

آیاتِ نفاق کے خلفائے ثلثہ مصداق نہیں۔

(۱) یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ جَاہِدِ الۡکُفَّارَ وَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ وَ اغۡلُظۡ عَلَیۡہِمۡ توبہ اگر یہ حضرات منافق ہوتے تو حضرت ضرور ان سے جہاد فرماتے۔

(۲) لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَ الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ وَّ الۡمُرۡجِفُوۡنَ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ لَنُغۡرِیَنَّکَ بِہِمۡ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوۡنَکَ فِیۡہَاۤ اِلَّا قَلِیۡلًا ۚ مَّلۡعُوۡنِیۡنَ ۚۛ اَیۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَ قُتِّلُوۡا تَقۡتِیۡلًا ؕ احزاب۔ اسمیں صاف ہے کہ منافق مدینے سے نکالدئے جائینگے۔ اگر

بھاگ کر جائینگے تو پکڑ کر قتل کیئے جائینگے۔ حضرات خلفا تمام عمر مدینہ میں رہے بلکہ فوت ہو کر حضور کے روضہ میں حضور کے پہلو میں دفن ہوئے۔

(۳) منافقوں کی نسبت آیا ہے مَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ۔ آجتک اِن حضرات کے دوست موجود ہیں۔ ہمیشہ بوجہ کثرت غالب رہے ہیں۔

(۴) اَلْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ یہ حضرات ان صفات سے بری تھے

اب ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک شہادت درج کرتے ہیں

نہج البلاغة قسم دوم ص میں جناب امیر علیہ السلام کا ایک خط حضرت معاویہ کیطرف ہے انہ بایعنی

القوم الذین بایعوا ابابکر وعمر وعثمان علیٰ ما بایعو
ھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب
ان یرد وانما الشوریٰ للمھاجرین والانصار
فان اجتمعوا علیٰ رجل وسموہ اماما کان ذالک
رضیٰ فان خرج من امرھم خارج بطعن او
بدعۃ ردوہ الی ما خرج منہ فان ابیٰ قاتلوہ
علیٰ اتباعہ غیر سبیل المؤمنین وولاہ ما تولیٰ
اسمیں امیر علیہ السلام نے تصریح فرمائی ہے کہ میری خلافت
مہاجرین وانصار کی بیعت سے منعقد ہوئی ہے
جسطرح خلفائے ثلثہ کی ہوئی تھی اور مہاجرین و انصار
جکو خلیفہ بنائیں وہ خدا کا پسندیدہ ہے اور جو اس
خلیفہ کو نہ مانے اس سے لڑنا چاہیے۔ وہ مسلمانوں
کے رستہ کا منکر ہے۔ حضرت علی کی محبت حضرت فاروق
اعظم عمر رضی اللہ عنہ سے اسقدر تھی کہ آپنے اپنی
بیٹی ام کلثوم آپکے نکاح میں دیدی۔ دلائل حسب

ذیل ہیں (۱) فروع کافی ج ۲ ص ۱۴۱ عن زرارۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی تزویج ام کلثوم فقال ان ذلک فرج غصبناہ ۱۲ اور فروع کافی کے اسی صفحہ پر ہے عن ابی عبد اللہ علیہ السلام لما خطب الیہ قال لہ امیر المومنین انہا صبیۃ قال فلقی العباس فقال لہ مالی ابی باس قال وما ذاک قال خطبت الی ابن اخیک فردنی اما واللہ لاعودن زمزم ولا ادع لکم مکرمۃ الا ھدمتھا ولا قیمن علیہ شاھدین بانہ سرق ولا قطعن یمینہ فاتاہ العباس فاخبرہ وسالہ ان یجعل الامر الیہ فجعلہ الیہ۔

قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین کی مجلس سوم ترجمہ مقداد میں لکھتے ہیں "اگر (نبی) بوقت عجز بغار فرار نمود ایں (علی) بوقت منع و عجز درخانہ بر روئے خود فرار کرد و اگر نبی دختر بعثمان داد و ولی

دختر بہ عمر فرستاد۔

فروع کافی جلد ۲ صلا میں ہے عن سلیمان ابن خالد قال سالت اباعبد اللہ عن امرءۃ توفی عنہا زوجہا این تعتد فی بیت زوجہا او حیث شاءت قال بل حیث شاءت ثم قال ان علیا صلوات اللہ علیہ لما مات عمر اتے ام کلثوم فاخذ بیدہا فانطلق بہا الی بیتہ۔

مہاجرین و انصار حضور کے جنازہ میں شریک تھے

اصول کافی میں ص۲۸۶ ہے عن ابی جعفر علیہ السلام قال لما قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلت علیہ الملئکۃ والمہاجرون والانصار فوجا فوجا۔

کتاب احتجاج ص۴۳ میں سلیم بن قیس ہلالی سے منقول ہے ثم دخل عشرۃ من المہاجرین وعشرۃ من الانصار فیصلون ویخرجون حتی لم یبق من المہاجرین

والانصار الاصلے علیہ

حضرت عثمان رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے

اصول کافی ص۲۷۸ میں ہے وتزوج خدیجۃ وھو ابن بضع وعشرین سنۃ فولدلہ منہا قبل مبعثہ القاسم ورقیہ وزینب وام کلثوم وولدلہ بعد المبعث الطیب والطاہر والفاطمۃ علیہا السلام حضرت عثمان کے نکاح میں رقیہ اور ام کلثوم یکے بعد دیگرے باجازت حضور علیہ السلام آئیں۔

باب دربیان جواز وجوب تقلید ائمہ مجتہدین کاملین

تعریف تقلید التقلید اتباع الرجل غیرہ فیما سمعہ

یقول اوفعلہ علیٰ زعم انہ حق بلا نظر فی الدلیل (شرح مختصر المنار منقول از حاشیہ حسامی باب متابعۃ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ط ۹۶ مطبع سعیدی کانپور) اے مناظر ذکی! خوب جان لے تقلید دو قسم ہے شرعی و غیر شرعی۔ شرعی تقلید وہ عمل کرنا ہے ساتھ قول غیر کے بغیر حجت شرعیہ مثلاً وَلَا تَتَّبِعِنَّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ اور یہی مطلب ہے تسلیم القول بلا دلیل کا یعنے ایک قول کو جو واقع اور نفس الامر میں مدلل اور محقق ہو چکا ہے اسکی دلیل قطعی اور یقینی ہو یا ظنی ہو ایسے قائل کے اعتماد پر یا کسی مخفی مجمل دلیل کی بنا پر جو اسوقت اس کلام میں مذکور نہ ہو تسلیم کرنا تقلید ہے۔

منکرین تقلید تقلید کی تردید جن آیات سے کرتے ہیں وہ سب آیات غیر شرعی تقلید کی تردید میں ہیں

اور تقلید کے معنے اتباع کے مجازی ہیں۔ محمود بن عمر زمخشری
اساس البلاغہ میں لفظ قلّد کے تحت میں فرماتے ہیں ومن المجاز
قلّدہ العمل فتقلّدہ۔ قرآن مجید میں ہے اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ط
اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ۔ اس آیت سے غیر اللہ کی اتباع
کی ممانعت ثابت ہوتی ہے مگر غیر اللہ کی اتباع کا حکم بھی
ثابت ہے وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِہَا وَاتَّبِعُوْنِ
ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ حضور علیہ السلام کا اتباع بھی
ثابت ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ
نبی علیہ السلام کا حکم بھی ماننا چاہیے فَلَا وَرَبِّکَ لَا
یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَہُمْ مہاجرین
وانصار کی اتباع کا حکم بھی ثابت ہے اَلسّٰبِقُوْنَ
الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُہٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ
اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ ط مجتہدین جو غیر خدا ہیں انکی اتباع
واطاعت کا بھی حکم ہے یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ
وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ اولے الامر سے حاکم

مراد نہیں کیونکہ اولی الامر کا معطوف الیہ الرسول ہے اور
معطوف اور معطوف الیہ کا ایک حکم ہوتا ہے۔ جب
تابعداری نبی علیہ السلام کی خواہ قولی ہو یا فعلی ہر طرح
ضروری ہے اگر حاکم وقت مراد لیے جائیں تو انکی بھی
تابعداری قولی و فعلی لازم آئے گی۔ فی الباطل فی الدارمی
باب الاقتداء بالعلماء اخبرنا یعلی ثنا عبد الملک عن
عطاء وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ
مِنْکُمْ قال اولو العلم والفقہ وطاعۃ الرسول ہر
کی اتباع کا حکم فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ
فی المعالم ج ۴ ص ۲۳ قال ابن زید اراد بالذکر القرآن
اراد فاسئلوا العالمین من اہل القرآن اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ
وفی الخازن ج ۳ ص ۵۵ فاسئلوا المومنین العلمین من
اہل القرآن وفی الدر المنثور تحت ہذہ الآیۃ اخرج
ابن مردویہ عن انس قال سمعت رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم یقول ان الرجل یصلی و یصوم و

یحج ویغزو وانہ لمنافق قیل یارسول اللہ عبا دادخل علیہ النفاق قال لطعنہ علی اما مہ وامامہ من قال من قال اللہ فی کتابہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۔ والدین کی اتباع کا حکم و وصینا الانسان بوالدیہ احسانا ۔ شاگرد کو استاد کی عورت کو خاوند کی غلام کو اپنے آقا کی تابعداری وجب ہے ۔ مگر خدا کی نافرمانی میں مخلوق کی فرمانبرداری نہ کرنا چاہیئے ۔ لا طاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق جسکا دل خدا کی یاد سے غافل ہو اسکی اتباع ہرگز نہ کرنی چاہیئے ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا جسکا دل خدا کی طرف لگا ہوا ہے اسکی تابعداری درست ہے ۔ واتبع سبیل من اناب الی اتباع کی دو قسمیں ہیں ۔ شرعی و غیر شرعی ۔ شرعی تو واتبع ملۃ ابراھیم حنیفا اور واتبع ملۃ اٰبائی ابراھیم واسحٰق و یعقوب حضرت ابراہیم کا مقولہ ہے یا ابت انی قد

فَذَبَاءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَأْتِکَ فَاتَّبِعْنِیْ اَھْدِکَ صِرَاطًا سَوِیًّا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جسکے پاس خدا کی علم زیادہ ہو اتباع اسکا چاہیئے ضروری ہے کہ جسکے پاس خدا کی علم نہو اور اسی کو صراط مستقیم حاصل ہوتی ہے جسکا حکم اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ میں ہے۔ اتباع غیر شرعی کو قرآن نے یوں بیان فرمایا وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَاءَنَا۔

مطلق تقلید کے دلائل قرآن مجید سے

(۱) اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ اولی الامر دو قسم ہیں ایک دنیادار دوسرے علمائے مجتہدین اور شیوخ طریقت (ابن عباس وجابر وعطا ومجاہد) چاروں امام اولی الامر دین ہیں اور ہر اولی الامر کی تابعداری واجب ہے۔ پس چاروں اماموں کی تابعداری واجب ہے (۲) سورہ بنی اسرائیل پارہ ۱۵ یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ یا شافعی یا حنفی کہکر بلایا جائیگا۔

(تفسیر حسینی) (۳) سورہ فرقان وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ
اِمَامًا (۴) سورہ نسا وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ
(۵) سورہ ابنیا۔ (فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ پ۲۵ سورہ شوریٰ وَالَّذِیْنَ یُحَاجُّوْنَ
فِی اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِیْبَ لَهٗ سورہ انعام
اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا
السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ۔ سورہ مائدہ
پ۶ وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ
حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ ۔ سورہ لقمان پ۲۱
وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ سورہ نسا پ۵
اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا
بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰی اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ
لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ سورہ نساء
اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ
فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ الخ

قال علیہ السلام من تولّی امر المسلمین شیئاً فاستعمل	اعلم اور افضل کی تقلید کرنیکا خود رسول علیہ السلام نے فتویٰ دیا

علیہم رجلاً ویعلم ان فیہم من اولیٰ بذٰلک واعلم منہ بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ فقد خان اللہ ورسولہٗ وجماعۃ المسلمین کذا فی فتح القدیر (۲) فی المسلم ج ۱ ص۵۴ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ قلنا لمن قال للہ ولرسولہ ولکتابہٖ ولائمۃ المسلمین وعامتہم امام نووی جملہ لائمۃ المسلمین شرح مسلم ج ۱ ص۵۴ کے نیچے لکھتے ہیں ان من نصیحتہم قبول مارووہ وتقلیدہم فی الاحکام (۳) اذا اُسند الامر الی غیر اھلہ فانتظروا الساعۃ رواہ البخاری (۴) قال ابو موسیٰ اشعری فی حق ابن مسعود رض لا تسئلونی مادام ھذا الحبر فیکم ھدایہ ج ۱ ص۲ و ص۹۴ بخاری کتاب الفرائض عن ابن سیرین ان ھٰذا العلم دین فانظروا عمن تاخذوا

دیکھو صحیح مسلم مصری کا مقدمہ۔

تقلید شخصی کا زبردست ثبوت

حدثنی عثمان ابن ابی شیبۃ قال نا یونس بن ابی یعفور عن ابیہ عن عرفجۃ رض قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول من اتاکم وامرکم جمیع علے رجل واحد یرید ان یشق عصاکم او یفرق جماعتکم فاقتلوہ۔ مسلم کشوری ج ۲ ص ۱۲۸ اس حدیث سے مراد ائمہ مجتہدین ہیں دنیوی حاکم مراد نہیں کیونکہ شریعت کی نافرمانی میں کیکی فرمانبرداری نہیں ہے۔ خوب غور سے پڑھو۔ حدثنا محمد بن مثنے وابن بشار واللفظ لابن مثنے قالا نا محمد بن جعفر قال نا شعبۃ عن زبید بن سعد بن عبیدۃ عن ابی عبد الرحمن عن علی ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعث جیشا وامر علیہم رجلا فاوقد نارا وقال ادخلوھا فارادناس ان یدخلوھا وقال الآخرون انا فررنا منہا فذکر

ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال للذین ارادوا
ان یدخلوھا لو دخلتموھا لم تزالوا فیہا الی یوم
القیامۃ وقال للآخرین قولا حسنا قال لا طاعۃ
فی معصیۃ اللہ انما الطاعۃ فی المعروف۔ مسلم
کشوری ج ۲ ص ۱۲۵ باب وجوب طاعۃ الامراء
فی غیر معصیۃ وتحریمہا فی المعصیۃ۔ کتاب الامارت
وفی المشکوٰۃ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق
احکام تین ہیں مثبت بالکتاب ومثبت بالسنۃ ومثبت
بالردالیہما علی وجہ القیاس تفسیر بیضاوی یٰایہا
الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و
اولی الامر منکم یرید بہم امراء المسلمین فی
عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبعدہ و
یندرج فیہم الخلفاء والقضاۃ وامراء السریۃ
امر الناس بطاعتہم بعد امرہم بالعدل بیہنا علی
ان وجوب طاعتہم لازم ما داموا علی الحق وقیل

علماء الشرع لقوله تعالیٰ ولو ردوه الی الرسول والی
اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم
فان تنازعتم انتم واولی الامر منکم فی شیء من امور
الدین وهو یؤید الوجه الاول اذ لیس للمقلد
ان ینازع المجتهد فی حکمه بخلاف المرؤس
الا ان یقال الخطاب لاولی الامر علی طریقة الالتفات
فردوه فراجعوا فیه الی الله ای الی کتابه و
الرسول ای بالسوال عنه فی زمانه والمراجعة الی
سنته بعده واستدل به منکروا القیاس وقالوا انه
تعالیٰ اوجب رد المختلف الی الکتاب والسنة
دون القیاس واجیب بان رد المختلف الی
المنصوص علیه انما یکون بالتمثیل والبناء علیه
وهو القیاس ویؤید ذلک الامر به بعد الامر بطاعة
الله وطاعة الرسول صلی الله علیه وسلم فانه علی ان
الاحکام ثلثة مثبت بالکتاب والسنة ومثبت

بالسنۃ ومثبت بالورد الیہما علیٰ وجد القیاس -

قیاس مجتہد مظہر للاحکام ہوتا ہے اور یہ قیاس مذموم نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام نے خود قیاس کیا ہے اور قرآن نے بھی تعلیم دی ہے -

قیاس دو قسم ہے محمود و مذموم - محمود وہ قیاس ہے کہ جسکی بنیاد کتاب وسنت و اجماع پر ہو جیسا کہ اجتہاد کی تعریف سے بھی ثابت ہوتا ہے - اپنی وسع اور طاقت کو کام میں لا کر قرآن یا حدیث پر قیاس کر کے حکم نکالنے کا نام اجتہاد ہے (مجمع البحار)

قیاس محمود ما مور بہ ہے آیات حسب ذیل ہیں (۱) فاعتبروا یا اولی الابصار (۲) انَّ فی ذٰلک لاٰیات لاُولی النہٰی ولقوم یعقلون (۳) واتقون یا اولی الالباب ط اور رائے و قیاس ایک ہی چیز ہیں قال الکرمانی ھما مترادفان حاشیہ بخاری مجتبائی ص ۱۰۸۷ ه اور احادیث حسب ذیل ہیں (۱) حدثنا

اصبغ بن الفرج قال اخبرنی ابن وهب عن یونس
عن ابن شہاب عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن عن
ابی ھریرۃ ان اعرابیا اتی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فقال ان امرأتی ولدت غلاما اسود وانی
انکرتہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل لک
من ابل قال نعم قال فما الوانھا قال حُمرٌ قال فھل فیھا من
اَوْرَقَ قال ان فیھا اورقا قال فانی ترے ذلک جاءھا
قال یا رسول اللہ عرق نزعہا قال ولعل ھذا عرق نزعہ
ولم یرخص لہ فی الانتفاء منہ ۱۲ (۲) حدثنا مسدد
قال حدثنا ابو عوانۃ عن ابی بشر عن سعید بن جبیر
عن ابن عباس رض ان امرءۃ جاءت الی النبی صلی اللہ
علیہ السلام فقالت ان امی نذرت ان تحج افاحج عنہا
قال نعم حجی عنہا ارأیتِ لوکان علی امکِ دین اکنت قاضیہ
قالت نعم قال اقضوا الذی لہ فان اللہ احق بالوفاء۔
یہ دونوں حدیثیں بخاری مجتبائی صفحہ ۱۰۹۸ باب من شبہ اصلا

معلوما باصل مبین قد بین اللہ حکمہا لیفہم السائل

(۳) قال معاذ بن جبل ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لما بعثہ الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ قال اجتہد برائی ولا الوا قال فضرب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علی صدرہ وقال الحمد للہ الذی وافق رسول رسولہ بما یرضی بہ رسول اللہ ابو داؤد ج ۲ ص ۱۴۹ ترمذی ودارمی۔

(۴) ان ابن مسعود سئل عن امرأۃ مات عنہا زوجہا ولم یفرض لہا مہر فقال لم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقضی فی ذالک فاختلفوا علیہ شہرا و الحوا فاجتہد برأیہ وقضی بان لہا مہر نسائہا لا وکس ولا شطط وعلیہا العدۃ ولہا المیراث فقام

فیقول ان اللہ یحب فلانًا فاحبوہ فیحبہ اهل السماء
قال ثم یوضع لہ القبول فی الارض واذا ابغض اللہ
عبدًا دعا جبرئیل فیقول انی ابغض فلانًا فابغضہ
قال فیبغضہ جبرئیل ثم ینادی فی اهل السماء
ان اللہ یبغض فلانًا فابغضوہ قال فیبغضونہ ثم
توضع لہ البغضاء فی الارض۔ هکذا فی البیضاوی
اللہ تعالٰے ان لوگوں کیواسطے جو متقیوں کے امام اور پیشوا
بننے کی اور متقیوں کی پیروی کرنے کی دعا کرنے والی
ہیں جنت کا وعدہ کرتا ہے۔ سورہ فرقان کے آخر میں
ہے والذین یقولون ربنا هب لنا من ازواجنا و
ذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما
اولٰئک یجزون الغرفۃ بما صبروا ویلقون فیها تحیۃ
وسلاما خالدین فیها حسنت مستقرا ومقاما

فقاہت حاصل کرنی فرض کفایہ ہے	سورہ توبہ میں ہے وما کان المؤمنون
دوسرے لوگونکو انکی پیروی کرنی چاہیئے	لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل

فرقۃٍ منہم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون ۝

جو لوگ وہابی کا دیگر اہلسنت والجماعت کو بہکاتے ہیں اور قرآن و حدیث کا نام لیکر اپنی تقلید کیطرف بلاتے ہیں انکے حق میں خدائی حکم ہے

والذین یحاجون فی اللہ من بعد ما استجیب لہ حجتہم داحضۃ عند ربہم وعلیہم غضب ولہم عذاب شدید پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ حم عسق قال ناصر الدین ابو سعید عبد اللہ بن عمر بن محمد شیرازی تفسیر بیضاوی میں فرماتے ہیں والذین یحاجون فی اللہ ای فی دینہ من بعد ما استجیب لہ ای من بعد ما استجاب لہ الناس و دخلوا فیہ حجتہم داحضۃ عند ربہم ای زائلۃ باطلۃ وعلیہم غضب لمعاندتہم ولہم عذاب شدید علی کفرہم

جس جماعت کا امام ہو اسی جماعت کو لازم پکڑنیکا حکم ہے

بخاری مجتبائی ص ۱۰۴۹ باب کیف الامر اذا لم تکن جماعۃ قال علیہ السلام تلزم جماعۃ المسلمین وامامہم قلت وان لم یکن لہم جماعۃ ولا امام قال فاعتزل تلک الفرق کلہا ولو ان تعض باصل شجرۃ حتی یدرکک الموت وانت علی ذلک بخاری حدیث

اور خود لفظ اہلحدیث بھی سب قابل ترک ہیں کیونکہ پہلے زمانہ میں ایسی کوئی

معقل بن یسار فشہد بانہ صلی اللہ علیہ وسلم
قضی مثل ذالک فی امراۃ منہم ففرح بن لک ابن
مسعود فرحۃ لم یفرح مثلھا قط بعد الاسلام
رواہ النسائی فی سننہ جز ۲ ص ۸۸

قیاس مذموم وہ ہے جو کہ اوامر منصوصہ کے مقابلہ
میں ہے۔ خداوند کریم فرماتا ہے صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا
یَعْقِلُوْنَ ہ قُلُوبٌ لَّا یَفْقَھُوْنَ بِھَا الی قولہ
اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ ط لا تقف
ما لیس لک بہ علم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح
میں باب باندھتے ہیں باب ما یذکر من ذم الرای
و تکلف القیاس اور اسکے نیچے حدیث لاتے ہیں۔
حدثنا سعید بن تلید قال حدثنی ابن وھب قال حدثنی
عبد الرحمن ابن شریح وغیرہ عن ابی الاسود عن عروۃ
قال حج علینا عبد اللہ بن عمرو فسمعتہ یقول
سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ لا

لاینتزع العلم بعد ان اعطاکموہ انتزاعاً ولکن ینتزعہ عنہم مع قبض العلماء بعلمہم فیبقی ناس جہال یُستفتون فیفتون برایہم فیضِلون ویُضِلون الخ بخاری مجتبائی ص ۱۰۸۶

چاروں امام خدا کے نزدیک مکرم و معظم ہیں	سورہ مریم کے اخیر میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا اہ تفسیر موضح القرآن میں ہے " یعنے ان سے محبت کریگا یا اونکے دل میں اپنی محبت پیدا کریگا۔ یا خلق کے دل میں انکی محبت ڈالیگا۔

مسلم ج ۲ کتاب الفضائل ص ۳۳۱ کشوری میں ہے حدثنا زہیر بن حرب نا جریر عن سہیل عن ابیہ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ اذا احب عبداً دعا جبرائیل علیہ السلام فقال انی احب فلاناً فاحبہ قال فیحبہ جبرائیل ثم ینادی فی السماء